الشعراء تلامذ الرحمٰن

جذبات محب

طبعزاد

جناب مولوی محب حسین صاحب مدیر رسالہ معلم نسوان

ومصنف دیوان ومترجم امیر علی ٹھگ میرا پہلا جرم وغیرہ وغیرہ

مولفہ ومرتبہ

عالیجناب فضل النسا خانم صاحبہ زاد اللہ علمہا

سنہ ۱۳۲۲ف

مطبوعہ مطبع اختر دکن واقع افضل گنج حیدرآباد دکن

آپکی مفید نظمین مین نے انتخاب کین - غرضنکہ جہان تک مجکو ملسکا ان کا کلام
کتاب مین ایک جگہ ایک خاص ترتیب سے ساتھ جمع کردیا - امید ہے کہ
ناب عامہ خلائق کو مفید ثابت ہوگی اور صیغہ نظم مین ایک طرح کا اضافہ اس
م سے ہوجائے گا -

مولوی صاحب کی نظمون کی نسبت اپنی راے ظاہر کرنا تو میری لیاقت سے
رہے مین اس امر کو صرف پبلک کی راے پر چھوڑتی ہون - مگر اتنا کہنے کے بغیر
بن رہ سکتی ہون کہ مولوی صاحب نے ان نظمون مین اسبات کا خیال ضرور رکھا
ے کہ پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کے خیالات روزمرہ کی آسان زبان مین نظم کیے جائین -
ر خیال ناقص یہ ہے کہ ان کے کلام مین بہت سے جدید خیالات ایسے پائے جاتے
ن جو اسوقت تک شعر مین باندھے نہین گئے - اور فقط یہی بات کچھ کم وقعت
ے لایق نہین ہے کہ جدید خیالات الفاظ کے پیرایہ مین پبلک کے سامنے
ش کیے جائین - یورپ مین نئے خیالات کی لوگ قدر کرتے ہین اور پرا
ن پا افتادہ مضامین کو نظرانداز کردیتے ہین - کیونکہ دنیا کی ترقی جدت
منحصر ہے - برخلاف اسکے ہمارے ملکون مین پرانے خیالات ہی کو لوگ پسند

کرتے ہین۔ حالانکہ ان سے دنیا کو کوئی چندان فائدہ مقصود نہین۔

اب مین اس خواہش پر اس دیباچہ کو ختم کرتی ہون کہ اگر میری اس محنت اور جانفشانی سے عام خلائق کو کوئی فائدہ اور بالخصوص طبقہ نسوان کو کوئی نفع پہنچے (جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح کی تحریرون سے ہندوستان کی اسلامی سوسائٹی کو بہت کچھ فائدے اس بیس برس مین پہنچ چکے ہین۔ اگرچہ لوگون کو یہ بات معلوم ہو یا بعض اشخاص تعصب اور عناد کی وجہ سے جو ہر زمانہ مین پیدا ہوتے ہین اس بات کو تسلیم نہ فرمائین) تو مین سمجھونگی کہ میری یہ ناچیز محنت چیز ہوئی۔ اور مجھے امید ہے کہ خداوند تعالی ضرور اس کتاب کے ذریعہ سے لوگون کے خیالات مین وسعت پیدا فرمائیگا اور طبقہ اناث کی جلد اصلاح ظہور مین آئیگی۔ نظم ڈراما جسمین بلینک ورس بھی داخل کی گئی ہے ایک بالکل جدید بات ہے ان نظمون مین جو ایشیائی اور یورپین دو تو مذاق کو باہم ملا کر ایک عجیب دلچسپ اور دلگداز بیان پیدا کیا گیا ہے وہ البتہ قابل داد اور توجہ ہے مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے اہل نظر اور اہل ذوق دونون ضرور محظوظ ہونگے۔

راقمہ
افضل النساء خانم

قصیدہ

در تہنیت تقریب تاجپوشی اعلیحضرت فلک رفعت شہنشاہ اعظم کنگ جارج پنجم

قیصر ہند و علیا حضرت کوئین میری قیصرہ ہند

ا رونقِ جشن سے بڑہی آج عجب شوکتِ ہند
قابل رشک سبہے تو ہونگو بھی اب رفعتِ ہند

ارج پنجم کی ہے یہ تخت نشینی کی رسم
کہ فزون جنّتِ فردوس سے ہے جنّتِ ہند

اس دہلی مین ہے یہ تخت نشینی صد شکر
بڑہ گئی اور دول سے بھی تو اب دولتِ ہند

لمران اسکو جوان بخت جوان سال ملا
اسے زہی بخت رسا اور زہی قسمتِ ہند

اہ عادل ہے رعایا ہے مطیع فرمان
سب ممالک سی فزون آج ہی کیا راحتِ ہند

اجے نواب رئیس آج کمر بستہ ہین
دیکھ لے آنکھون سے دنیا کہ یہی صولتِ ہند

فل و تہذیب و تمدن کا ہی اب ہند مین دور
کیون سلف سی بھی دو بالا نہ ہو پھر شہرتِ ہند

ین سے ہے ہند تو ہی بحر مین انگلینڈ قوی
دیکھ لین آج سلاطین زمن قوتِ ہند

اہ پر اپنی رہی جان سے زر سے قربان
ہے سلف سی یہی آئین یہی عادتِ ہند

لے گہرے کا اٹھا فرق بلا لیل و نہار
آج دو ایک ہوئے جب تو بڑھی طاقتِ ہند

صر ہند کو رکھ لے مرے اللہ مدام
ہر گھڑی اور بڑہا امنیت و راحتِ ہند

دیگر

ہر طرف ہند میں ہے آج خوشی اور سرور — شاد ہیں باغ میں گل اور چہکتے ہیں طیور

آسمان بھی ہے چراغوں کی ضیا سے روشن — ظلمت شب نظر آتی ہی ہر رنگ کا نور

کہیں حرّوں کی ہے آواز کہیں نغموں کی — ہے کوئی رقص میں مشغول کوئی ہی مخمور

کارونیشن کی خوشی سے ہے رعایا کو یہ جوش — کہ بجز جشن و طرب اور نہیں کچھ مذکور

قیصر ہند کا دربار ہے وہ پر شوکت — دیکھ لیں آکے یہاں قیصر و کسریٰ فغفور

جارج پنجم کی ہے یہ تخت نشینی کی رسم — رعب سے جن کے سلاطین زمن ہیں مقہور

سامنا ان کا کرے کوئی یہ کسکی ہے مجال — ان کی قوت کے مقابل ہیں جہاں ہی مجبور

ایمپرس کا ہے خدا داد عجب حسن و جمال — دیکھ لے ایک نظر بھر کے تو قربان ہو حور

یہ شہنشاہ شہنشاہ کی بیگم دونو

یا الٰہی یہ سلامت رہیں تا روز نشور

قصیدہ

در مدح اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہم

کیون نہ گلبرگہ کی ہو ارض مقدس پرنور ـــ مہر باطن کی تجلی سے در و بام ہے طور

سب یہ ظاہر ہے کہ ظاہر پہ ہی حاکم باطن ـــ روح قادر ہے تو اجسام ہین بالکل مجبور

مادّے کا کہان بے روح کے دنیا مین وجود ـــ جو نہ سمجھے کوئی یہ بات تو ہی عقل سے دور

ہے "انرجی" (روح) ہی پہ "میٹر" (مادہ) کی جہان مین بنیاد ـــ اور انرجی ہی کا عالم مین ہے سارا یہ ظہور

اہل باطن کی حکومت ہی جہان مین قائم ـــ اور اجسام ہین ارواح کے مطلق مقہور

جسم حادث متغیر ہے مگر روح قدیم ـــ فہم مین آئے نہ یہ گر تو ہے دانش کا قصور

حضرت خواجہ دلون پر ہین حکمران ابتک ـــ بہر تسلیم خود آئے ہین یہان آج حضور

میر عثمان علیخان بہادر خسروجاہ ـــ جنکی آمد سے ہین حکام و رعایا مسرور

والی ملک دکن ظلّ خداوند جہان ـــ مردم چشم تمنائے حضور پرنور

دیکھتے آج ہین ہم انکو یہان بے پردہ ـــ نور وہ موسی نے جو دیکھا تھا کبھی بر سر طور

مہر باطن کی تجلی ہے جبین سے ظاہر ـــ ظلمت جسم اگرچہ ہے برنگ دیجور

رخ ہے خورشید تو دل چشمۂ مہر انور ـــ ارض سے تا بہ سما آج ضیا کا ہے وفور

چمن دہر مین اس نخل پہ آئی ہے بہار ـــ رُخ گل سے دل بلبل بھی تو ہے آج نفور

خلق کچھ انھین سے راوی نہین سب خلقی ہین
وہ ہین فخر ہمت وہی عزم و حلیم اور صبور

انکی ہمت ہے سلاطین زمن سی عالی
ہرگز قدر نہین ان کا فقط جور و قصور

مئے وحدت کا جو چلتا ہے پیالی ساغر
نشۂ عشق سے ہے چشم جہان مین مخمور

ان کی ہر کام مین رہتی ہے نظر آخر پر
دل سے جاتا نہین دن بھر کبھی کبھی خوف نشور

انکی نظرون مین ہین سب گبر و مسلمان یکسان
جمع الجمع سے نزدیک ہے اور فرق سی دور

انکا وہ رعب عدالت ہی کہ سب ڈرتی ہین
گردش چرخ ستائے تو بھلا کیا مقدور

ظلم کرتے نہین معشوق بھی اب عاشق پر
وصل سے شاد ہین سب کوئی نہین ہی مہجور

بانی ظلم و ستم جتنے تھے روپوش ہین سب
زندگی موت تو دل مردہ مکانات قبور

ہر مصیبت مین خدا نے دہ دیا صبر جمیل
ہے فرشتون مین بھی چرچا کہ یہ ہی عبد شکور

وہ ترا گرز گران ہے کہ ہو ریزہ ریزہ
ہاتھ پڑ جائے اگر کوہ پہ تیرا بھرپور

کچھ تعلی نہین ہے ہاتھ ترا ملک کا ہاتھ
اور سب ہاتھون کی قوت سی نہین یہ کچھ دور

اسطرح خشتکو لاتی ہے زمین سی تفتیش
جسطرح کھینچتا ہے دانت کو باہر زنبور

اسپتال اور دواخانون کی کثرت ہی مگر
زور کس کا ہے جو ہو حکم قضا سے رنجور

در دولت پہ ہے افلاک کا گو سر نیچا
پھر بھی دل مین نہین دنیا کی حکومت کا غرور

ابتدا یہ ہے تو انجام مین کیا ہوگا عروج
قابلیت کو پرکھتے ہین جو ہین اہل شعور

آپکے جود و سخاوت ابھی دیکھے کیا ہین
نام حاتم کی جگہہ آپ کا ہوگا مشہور

بار خاطر نہ ہو یہ طول کلامی کیسی
طبع نازک کا ہے پاس محب تجکو ضرور

ہے دعا یہ کہ رہے تا بہ ابد شاہ دکن
متقی، عابد و مقبول خلائق مسرور

باسم اللہ الرحمن شروع ہی میری دیوان کا — بحمد اللہ سخن نے مرتبہ پایا ہے قرآن کا

خدا کے نام سے آغاز ہی اس میری دیوان کا — گمان کیونکر نہ ہو اس نظم ربانی پہ قرآن کا

زبان اُس کی کلام اس کا بیاں اسکا ثنا اُسکی — جو کرتا ہے کسی کی حمد وہ حامد ہے یزداں کا

توہی موجود ہے تیرے سوا کوئی نہین اصلا — نہین اچھا ہے آگ اور افشار از پنہان کا

ترا ہی فیض اقدس ہے صدف مین باطن گوہر — ترا فیض مقدس ہے برسنا ابر نیسان کا

جہان کے نیک و بد سب دامن رحمت مین چھپتے ہیں — نہ آے عقل مین وہ گھیر ہے رحمت کے دامان کا

کہون مین آپکو کیا جب نہین میری کوئی ہستی — نہین ہستی ہی جب پھر نام کیون لکھا ہی امکان کا

نہ اسکی ابتدا کوئی نہ اس کی انتہا کوئی — پتا لگتا نہین اس ذات مین کچھ حد و پایان کا

یہی تو علم فطری ہے خدا کا ہی یقین سب کو — بتاؤ تو نہین کس شخص کو ادراک ہو جان کا

دوئی کو چھوڑتا اعمال کی پرستش ہو تجھ سے — جو ہین توحید پہ قایم انہین کیا خوف میزان کا

کیا سجدہ نہ آدم کو سمجھ کر خاک کا پتلا ۔۔۔ نہ سمجھے مرتبہ جاہل فرشتے نوع انساں کا

محب آنکھوں کو کھولو ہر جگہ وہ جلوہ فرما ہے
کہاں کا حشر دنیا ہی میں ہے دیدار جاناں کا

وہ بالا عرش سے ہے قصر عالیشان محمدؐ کا ۔۔۔ مکاں ہے لامکاں روح الامین دربان محمدؐ کا

کیا توحید کو شائع جو حق کا صاف رستہ ہے ۔۔۔ ابد تک سر پہ ہے انساں کی احسان محمدؐ کا

خدا کی تھی زباں گویا رسول اللہ کے منہ میں ۔۔۔ کلام اللہ ہے ہرگز نہیں قرآن محمدؐ کا

محمد کی حقیقت پوچھتے ہو گر تو وحدت تھی ۔۔۔ کہ تھا وصل احد ہی آرزو ارمان محمدؐ کا

ٹھہرتا ہی نہیں یہ ہادی برحق کی دہشت سے ۔۔۔ جو نام پاک سنتا ہے کہیں شیطان محمدؐ کا

گزر ہی جائیں گے وادی شک کے پیچ و خم سے ہم ۔۔۔ خدا کا آسرا ہے ہاتھ میں دامان محمدؐ کا

قناعت صبر تسلیم و رضا کی گھر میں دولت تھی ۔۔۔ ملائک دیکھتے تھے رشک سے سامان محمدؐ کا

خدا خود آپ صورت میں محمد کی ہوا ظاہر ۔۔۔ وجوب حق پہ ہلکا رنگ تھا امکان محمدؐ کا

بغیر جسم ناممکن ظہور ذات مطلق تھا ۔۔۔ خدا ہی کا تھا سارا ظاہر و پنہان محمدؐ کا

حقیقت سے محمد کی خدا ہی ہے فقط واقف ۔۔۔ نہ جانے کا خرد سے مرتبہ انسان محمدؐ کا

محب محبوب حق سے مل ہی جاؤ گے کبھی تم بھی
جو دل میں عشق ہے بے حد و بے پایان محمدؐ کا

تری جبین کے مقابل قمر نہیں آتا ۔۔۔ عروج مہر میں کوکب نظر نہیں آتا

ضرور دل میں ہے کچھ غیرت کی بو باقی ۔۔۔ وہ اپنے سامنے بے پردہ گر نہیں آتا

ہر ایک رنگ میں ہر جا اسی کے جلوے ہیں ۔۔۔ وہ کور چشم ہیں جن کو نظر نہیں آتا

کوئی تو بات ہے اس شوخ پر جو آئیں کے دل ۔۔۔ حسین ہیں لاکھ کسی پر مگر نہیں آتا

حجاب قلب مین اب تک نہین ہٹا ہر گز — کہ رخ کا نور اُدھر سے ادھر نہیں آتا

زمین دل مین نہ بو تخم خواہش دنیا — یہ وہ شجر ہے کہ جس مین ثمر نہین آتا

یقین ہے موت کا لیکن ہے اُس پہ یہ غفلت — کہ آخرت کا بھی خوف و خطر نہین آتا

جو نور دل ہو کھلین آدمی کے عیب و ہنر — نظر صدف مین کسی کو گہر نہین آتا

ہر اک وجود مین ہے قابلیت ایک نہ ایک — جہان مین کوئی بھی بے بال و پر نہین آتا

صنم کو چھوڑ کے دنیا و دین کی فکر کرین — ہزار شکر کہ یہ دردِ سر نہین آتا

کرین گے سجدہ کسی ست کو جا کے دیر مین ہم — خدا حرم مین تو ہمکو نظر نہین آتا

مکان لائق مہمان بنے تو وہ آئے — عبث ہے شکوہ ہمارے وہ گھر نہین آتا

کدھر سے دل مین وہ آتا ہے جائے حیرت ہے — کہ اس مکان مین نظر کوئی در نہین آتا

محب کو دور سے دیدار یار تو ہو نصیب
گلا نہین کہ وہ پہلو مین گر نہین آتا

ایک ہین دونون حقیقت مین گدا کیا شاہ کیا — خواہشین جب مٹ گئین پھر فقر کیا ہے جاہ کیا

راستے لاکھون ہین لیکن منزل مقصود ایک — جلوۂ حق مختلف ہین مہدی و گمراہ کیا

بے سبب کہتی نہین ہین لوگ کچھ تو بات ہے — اڑ رہی ہے آجکل بازار مین افواہ کیا

بوالہوس بے عشق صادق کب ہے آہون مین اثر — جو نہ توڑے چرخ کا سینہ وہ تیر آہ کیا

بھوک سے مرتے ہین لاکھون کارخانے ہین کہان — ان غریبون کی نہ پہنچیگی فلک تک آہ کیا

کام کے لائق نہ ہو تخفیف اُس کو کیجیے — بست سالہ عمر کیا ہفتاد کیا پنجاہ کیا

عشق صادق ایک روحانی تعلق کا ہے نام — خواہشات نفس پر قایم جو ہو وہ چاہ کیا

آہ سنتے ہین پہنچ جاتی ہے بام عرش تک — اُس کے دل تک بھی نہ پہنچیگی ہماری آہ کیا

کیا کشش ہے جس سے دو دل ایک ہوتے ہیں محب
کچھ بتاؤ تو ہمیں بھی عشق کیا ہے چاہ کیا

ہر چیز کی خواہش ہے یہ ہوس کا تقاضا — دل بھی تو نیا اور ہے کیا اس کا تقاضا

راحت جسے کہتے ہیں وہ ہے بعد مشقت — وہ رات کا ہے اور یہ ہے دن کا تقاضا

گفتار بھی کردار بھی ہو دل کے مطابق — ظاہر یہ ہے ہر وقت یہ باطن کا تقاضا

دنیا متقاضی ہے ادھر دین ادھر عشق — ہے ایک دل زار یہ کن کن کا تقاضا

ہے ایک خدا اور ہزاروں ہی مذاہب — قائل ہی یہ ہے کافر و مومن کا تقاضا

بچوں کو کتابوں کا پڑھنا ہی ہے بیکار — ہو کھیل میں تعلیم یہ ہے سن کا تقاضا

اک دل تھا محب وہ بھی محبت میں کیا نذر
اب پاس ہے کیا اور جو ہو ان کا تقاضا

صورت جدا جدا قد بالا جدا جدا — ہر بت میں ہے خدا ہی کا جلوہ جدا جدا

وہ پالسی ہے پھوٹ کہ ہو جائے ملک میں — بھائی سے بھائی اپنوں سے اپنا جدا جدا

معبود ایک اور معابد ہزار ہا — سمجھو نہ دیر و کعبہ کلیسا جدا جدا

یہ جسم سلطنت ہے مدبر ہے اسکی روح — کرتے ہیں کام ملک کے سب اعضا جدا جدا

ہیں روح و نفس و جسم حقیقت میں ایک سب — پھر بھی ہے بادشاہ و رعایا جدا جدا

تعلیم و ملک و آب و ہوا سب تو ایک ہیں — پھر کیوں ہے یہ دلوں کی تمنا جدا جدا

نکلے ہیں اس دماغ سے کیا مختلف خیال — ہے کوہ ایک اور ہیں دریا جدا جدا

اس قوم سے محب ہے ترقی کی کیا امید
ہر ایک جوڑ بند ہے جس کا جدا جدا

ہمارا دردِ دل رازِ نہاں معلوم کیا ہوگا
مسیحا تجھ کو حالِ بے زباں معلوم کیا ہوگا

پس مردن ہماری قبر پر آنے کا وعدہ ہے
کسی بیکس کی تربت کا نشاں معلوم کیا ہوگا

کیا کرتا ہے اپنا کام جو ہر روز محنت سے
اُسے مشکل سے مشکل امتحاں معلوم کیا ہوگا

ہمیں ایسی حقیقت ہی سے جب ہم آپ خود واقف
تو قدرت کا ہمیں رازِ نہاں معلوم کیا ہوگا

جہاں کامل نہیں الفت وہاں اظہار لازم ہے
کریں جب تک نہ منہ سے کچھ بیاں معلوم کیا ہوگا

بغیر علم ان آنکھوں سے کیا دیکھیں گے دنیا کو
نہ ہوگی چشمِ دل روشن جہاں معلوم کیا ہوگا

گلوں کا توڑنا ہی تو ہے قتلِ بلبلِ شیدا
بغیر عشق تجھ کو باغباں معلوم کیا ہوگا

اسیرِ دامِ غفلت ہیں ہمیں کچھ باغ سے مطلب
ہمیں اب فصلِ گل وقتِ خزاں معلوم کیا ہوگا

کمالِ عشق میں آہ و فغاں لب تک نہیں آتی
جو آتش تیز ہو اُس کا دھواں معلوم کیا ہوگا

محبت چیز کیا ہے کیا کہیں تم سے محب اس کا
بغیر تجربہ سود و زیاں معلوم کیا ہوگا

ہجر میں یار کے جی بھر کے میں کیونکر روتا
سارے سوتوں کو جگاتا جو میں دم بھر روتا

میرے رونے پہ نہ کچھ پھوٹ کے پتھر روتا
ابر بھی چشم سے ہر بار سمندر روتا

میرے نامے کے ہر اک لفظ میں ملفوف تھا درد
سنگ دل بھی مری تحریر کو پڑھ کر روتا

غیر کا خوف تھا اپنوں کی ملامت کا خیال
اپنی حالت پہ جو روتا بھی تو کیونکر روتا

ایک رونے سے مرے کچھ تو ہوئی تر یہ زمین
کاش ہر اہلِ دل میرے برابر روتا

ملگئی ہند کی سب خاک میں صنعت حرفت
کوئی غمخوار نہیں ہے کہ جو اس پر روتا

کردیا اپنی ہی غفلت نے ہمیں آپ تباہ
اِس ستم پر تو ہے خود چرخِ ستمگر روتا

ضبط اس دردِ جدائی میں محب کام آیا

وہ عالم کو ڈبوتا جو ہین دم بھر روتا

کبھی ہم میں بھی ہر فرد بشر ہمت مین کامل تھا   خدا سے قوم سچائی کا حامی اور عادل تھا

نہ بھولونگا کبھی اس شوخ کا وہ بے نقاب آنا   الٰہی بام پر خورشید تھا یا ماہِ کامل تھا

تنزل ہے کہاں دنیا کو ہر لحظہ ترقی ہے   فلاطون بھی ہمارے علم کی نسبت سے جاہل تھا

حباب زیست کو موج فنا نے دم مین پہنچایا   سمجھتے تھے جسے ہم دور وہ نزدیک ساحل تھا

بدل جاتی ہے علم وفضل سے طبیعت حیوان   ارسطو اسقدر تعلیم کی قوت کا قائل تھا

لڑ آتا ہے میلان طبیعت خوب بچون مین   سوئے لیلیٰ دل مجنون لڑکپن ہی مائل تھا

گذر جاتا ہے سر سے ایکدم مین سیل نفسانی   محیط شرم مین ڈوبا ہوا خود آپ قاتل تھا

رسائی دیکھئے قسمت کی انکی بزم تک پہنچے   حباب شرم لیکن بیچ مین افسوس حائل تھا

عجب اسباب عقل وعشق بھی غیر اختیاری ہین
نہ خود مجنون تھا دیوانہ نہ افلاطون عاقل تھا

سلطنت حسن کی تیری سے ہے زمانہ تیرا   سب کی نظرون مین معزز ہے یگانہ تیرا

کچھ مصیبت شب ہجران کی تو گھٹ جاتی ہے   دل سناتا ہے جو خلوت مین فسانہ تیرا

شورش عشق سے دل آپ ہی ارگن باجا   ہر رگ و پے سے نکلتا ہے ترانہ تیرا

دل عشاق سے ہر بار الجھ پڑتا ہے   شوخیان کرتا ہے سر چڑھ کے جو شانہ تیرا

مکتب عشق مین پڑھتا ہے کتاب فطرت   عاقل دہر ہے دنیا مین دوانہ تیرا

عشوہ و ناز کے زخمون کی حلاوت کو نہ پوچھ   کاش ہوتا دل صد چاک نشانہ تیرا

تیری زلفون مین بلاؤن سے امان ہی دل کو   اب یہان سے نہ اٹھائے کبھی شانہ تیرا

ایک مدت ہوئی سب چھوٹ گئی صوم وصلوٰۃ   اب تو عیدین مین پڑھتے ہین دوگانہ تیرا

مذہب عشق میں معبود حقیقی ہے صنم
دیر و بیت خانہ میں پڑھتے ہیں دوگانہ تیرا

کوچۂ عشق میں قسمت سے تجھے پائی ہے محب
اب یہیں آب ہے تیرا یہیں دانہ تیرا

دل سے چاہا جسے وہ بھی کبھی اپنا نہ ہوا
کشتِ الفت میں ثمر ایک بھی پیدا نہ ہوا

نامہ بھیجا نہ خود آئے نہ کبھی یاد کیا
آپ کا وعدہ کوئی ایک بھی پورا نہ ہوا

گھر میں اللہ کے اُس بت نے جو آنا چھوڑا
روئے عشاق کبھی سوئے کلیسا نہ ہوا

دل بیمار کو آخر ہوئی حاصل صحت
چارہ گر موت ہوئی گرچہ مسیحا نہ ہوا

دل پہ کچھ زور نہیں عشق میں مجبوری ہے
ہم نے چاہا تھا بہت اور پہ شیدا نہ ہوا

وہی خالق وہی مخلوق وہی ارض و سما
پھر تعجب ہے کہ تجھ سا کوئی پیدا نہ ہوا

ساتویں پردوں میں بھی آئے وہ محب ہمکو نظر
مانع دیدِ تجلی کوئی پردہ نہ ہوا

تھک گئے دست و زبان فائدہ اصلا نہ ہوا
ملک میں ایک ہم آواز بھی پیدا نہ ہوا

رل گئے خاک میں ہم علم کا چرچا نہ ہوا
ہے غضب مردہ دلی ایک بھی زندہ نہ ہوا

مدارس میں فری اور جبری تعلیم
کچھ علاجِ دلِ بیمار مسیحا نہ ہوا

تھے نہ اخبار جو یورپ میں تو تاریکی تھی
بے چراغوں کے کسی جا بھی اجالا نہ ہوا

خود بخود قلب زمین سے نکل آئی ہیں درخت
راز ہر چند چھپایا مگر اخفا نہ ہوا

سر میں یورپ کے جو تھا دولتِ دنیا کا جنون
مانع وحشتِ نوردی کوئی صحرا نہ ہوا

کچھ تو سر مستی غفلت سے یہ ہوتے بیدار
شورِ تعلیم بھی اس جا کبھی برپا نہ ہوا

گھٹ گئے ہم تو بڑھیں اور جہاں کی قومیں
اور ہم میں کوئی ہم پلہ آیا نہ ہوا

کر دیا ابر کرم نے ترے سیراب مجھے — شکر صد شکر کہ است کشش دریا نہ ہوا
اے مسیحا ترے بیمار کا ناقص ہے علاج — مرض ہجر سے کچھ بھی تو افاقہ نہ ہوا

بس زباں روک محبؔ اس سے نہ بڑھ جاؤ کہیں
فائدہ کیا جو ہم آہنگ زمانہ نہ ہوا

کٹ گئی عمر کبھی داور زنداں نہ ہوا — سامنے باغ رہا سیر کا ساماں نہ ہوا
جمع ہو جاتے ہیں ہوتے ہی جدا جو ذرات — یہ مرقع کبھی عالم کا پریشاں نہ ہوا
خواہ لندن میں پڑھیں خواہ علیگڑھ میں پڑھیں — فائدہ کیا جو کوئی علم سے انساں نہ ہوا
گل ہزاروں ہی غلافوں سے نکل پڑتا ہے — جلوۂ حسن کسی طرح سے پنہاں نہ ہوا
دل سے چھپتے ہیں خلقت سے چھپا بھی تو کیا — آدمی کیا جو گناہوں سے پشیماں نہ ہوا
پھر وہی گل وہی بلبل ہے وہی فصل بہار — خاک میں ملکے بھی نابید گلستاں نہ ہوا
دولت عشق سے ہی خانہ دل مالا مال — کیا ہوا گھر میں مرے عیش کا ساماں نہ ہوا
خندۂ گل ہے ادھر گریۂ شبنم ہے ادھر — حال ارباب جہاں کا کبھی یکساں نہ ہوا
ہم جو ڈوبے تو یہ سمجھے کہ یہ دنیا ڈوبی — کس زمانے میں کہاں نوح کا طوفاں نہ ہوا
چادر ابر میں منہ ڈھانک لیا شرما کر — تیرے چہرے کے مقابل مہ تاباں نہ ہوا
حس نہ ہوتی تو حوادث بھی نہ ہوتی محسوس — سالک راہ خدا حیف ہر انساں نہ ہوا
گنج قاروں سے بھی جاتی نہیں ویرانی دل — بے محبت کہ یہ آباد بیاباں نہ ہوا
صیقل عشق سے جب ہو گئے دل آئینے — راز دل پھر تو چھپائے سے بھی پنہاں نہ ہوا

درد فرقت میں بھی راحت کا عجب پہلو ہے
غم ہی کیا ہے جو محبؔ وصل کا ساماں نہ ہوا

ہوتا نہین ہے عشق جوانون کو پیر کا — دیکھا نہین قیام کمانون مین تیر کا

اس مہروش کے رخ کا جو سنجا ہے آئینہ — ذرہ یہ بھی گمان ہو مہر منیر کا

دست سوال چھوڑ کے عزت نصیب ہو — شاہون سے بھی بلند ہے رتبہ فقیر کا

بیعت بھی کی تو اُس ہی جو عالم کی جان ہے — احسان لیا نہین نے کسی دستگیر کا

زردوز شتر بس کہ مٹ جائی تشنہ حلق — جو کچھ ہے تجھ یہ ظلم وہ ہے اس حریر کا

حاصل ہے سلطنت جو حکومت ہے نفس پر — مالک غلام بس نہین ہے سریر کا

مٹتے نہین ہین سر سے خیالات نادری — گہرا اثر مدن مین ہی مادر کے شیر کا

محفوظ عشق سے جوان ہو نہ پیر مرد — تو وہ ہر ایک دل ہے محبت کی تیر کا

پکے پھلون مین اور ہی کچون مین جو کہ فرق — وہ حال ہو بہو ہے جوان اور پیر کا

دولت کی ساتھ رحم و سخاوت بھی ہو اگر — ظل ہما سے کم نہین سایہ امیر کا

دونون کو ایک جانتے ہیں دل مین اہل فقر — گاڑھے کا ہو لباس کہ جامہ حریر کا

دولت ملی جہان کی قناعت اگر ملی — دام ہما بدن پہ نشان ہے حصیر کا

پست و بلند دونون مین ہی جلوہ گر کمال — نقص نظر ہے فرق عزیز و حقیر کا

مجبوریون سے قادر مطلق کی ہی شناخت — ورنہ خیال بھی نہ کبھی ہو قدیر کا

اچھا نہ ہوگا تا ابد کشتہ نظر — گہرا لگا ہے زخم کلیجہ مین تیر کا

اہل حجاب مین نہین ہمدردی نسا — مشکل ہے قید سخت سی چھٹنا اسیر کا

احسان مجھ پہ جذب محبت کا ہی سبب
ورنہ وہان گذر نہین مجھ سے حقیر کا

مرے دل مین جو قائم عکس روی یار ہو جاتا — تو یہ دیدہ بھی اپنا روزن دیوار ہو جاتا

نہ سیکھ صورت سے جہاں میں تم بے وفائی ۔۔۔ عداوت سے کبھی انسان مشکل یار ہوجاتا

حرص کو چھوڑ کر جس سے بلاغت ہوئی پیدا ۔۔۔ وگرنہ ہر حباب بحر مین یار ہوجاتا

نہ ملتی عدمت تو ہمی مین [illegible] اگر لذت ۔۔۔ تو آسان کام بھی بے منفعت دشوار ہوجاتا

اگر ہم عدمت ہی کو رحمت وقت کر دیتے ۔۔۔ تو اب تک حرمن تسنیف کا انبار ہوجاتا

علاج کلفت دنیا نہین جز غفلت و مستی ۔۔۔ [illegible] کاوش دل [illegible] ہوجاتا

مہک سی خاک مین بھی روح رہتی تا ابد باقی ۔۔۔ [illegible]

رسائی لے قیبون کے نہ ہوتی گر ترے در تک ۔۔۔ تو مین بھی عاشقی مین طالب اغیار ہوجاتا

تمہارے عاشقون کی طرح سے مرتا نہ وہ ہرگز ۔۔۔ فلاطون گر جنون عشق سے بیمار ہوجاتا

دوا کو بھی نہ ملتا ایک خدمتگار ڈھونڈھے سے ۔۔۔ اگر ہر آدمی اس وار مین زردار ہوجاتا

نہ رہتی پھر کبھی دنیا و دین کی کچھ نہین خواہش ۔۔۔ اگر وہ خود نما خود دار خود مین یار ہوجاتا

بھنور مین لذتون کے پھنس کر پھر مشکل ابھرنا ہے ۔۔۔ بچے رہتے اگر ان سے تو بیڑا پار ہوجاتا

نہ ہوتی کچھ ضرورت قاصدوں کی جذب کامل میں ۔۔۔ دلوں میں نصف دونوں سمت برقی تار ہوجاتا

عداوت نفس سے رکھتے تو پھر دنیا ہی جنت تھی ۔۔۔ سلوک و جہد سے یہ مار یار غار ہوجاتا

نہ ہوتی عقل گر انسان مین حظ نفس ہی ہوتے ۔۔۔ تو حیوان کی نظر مین بھی ذلیل و خوار ہوجاتا

محب اس شوخ سے ملنا بظاہر گو نہین ممکن
کھلی ہوتی جو چشم دل تو ہان دیدار ہوجاتا

ہے یقین کس کو تیرے پانے کا ۔۔۔ شوق ہے قسمت آزمانے کا

آ بنی عاشقون کی جانون پر ۔۔۔ خوب یہ شغل ہے بنانے کا

اینٹ سے اینٹ خود علیحدہ ہو ۔۔۔ یہ طریقہ ہے گھر گرانے کا

ہے کوئی غیر صبر جز ثقیل ۔۔۔ دل یہ کوہ گران اٹھانے کا

درد دل مین نہین تو فائدہ کیا ۔۔۔ ندیان آنکھ سے بہانے کا

دل سماتا ہے یار کے دل میں — ہے یہ انجام دل لگانے کا

درج کو تار گی ہے گراس سے — تو نہیں مدرواج لگانے کا

دبستانِ لحد ہے گلشتِ قبر — خوب دستور ہے جلانے کا

بیٹے باجے تو ہیں دلیل کمر — فخر ہے پیٹو بجانے کا

ہے مراجب کہ دو بو سامنے سے — شغل ہو روٹھے منانے کا

دکھ یہ دوون میں اس حسین کو ہے شوق تھا — خود کو ہر رنگ میں دکھانے کا

میرا رونا خوشی سے کیا کم ہے — ہے سبب ان کے مسکرانے کا

ہم بھی راضی ہیں جان دینے پر — گر ارادہ ہے آزمانے کا

دل نکلتا ہے آپ سینہ سے — نام لیتے ہیں جب وہ جانے کا

پھر یہ عورت کے رخ کا پردہ کیا — ہے جنون پھول کے چھپانے کا

نوکری گر نہیں ہنر ہی سہی — ہو سہارا تو کوئی کھانے کا

ہے یہ دستور عہدِ صحت خیز — روز وقتِ سحر نہانے کا

بے لڑائی لڑے بہادرِ جنگ — فخر یہ ہے خطاب پانے کا

ہے یہ لندن سے واپسی میں رواج — دخترِ رز کو ساتھ لانے کا

ہے محبت عجب عجب دولت
تو ہے مالک بڑے خزانے کا

عشق کی منزلِ اول ہے فنا ہو جانا — اور انجام میں باقی بہ بقا ہو جانا

عبد و معبود میں ہے ایک دوئی کا پردہ — اپنی ہستی سے گزرنا ہے خدا ہو جانا

یہ ادائیں تری عشاق کو تڑپاتی ہیں — پیار کرنا کبھی خود آپ خفا ہو جانا

خاک میں ملکے تو اس سوچ کو چومینگے قدم — ہے تمنا یہی خاکِ کفِ پا ہو جانا

عشق کامل ہے یہی وصل کی معنی ہیں یہی — ذاتِ معشوق میں عاشق کا فنا ہو جانا

دل اگر تجھ کو ہے پابوسی جاناں کی ہوس صدمۂ ہجر سے پس پس کے حنا ہو جانا

ضبط دل کثرت سیماب سے بھی مشکل ہو ہجر میں جان کا آسان ہے ہوا ہو جانا

ترک دنیا جسے کہتے ہیں یہی ہے زاہد ہو ... کے پابند قضا ہو جانا

ذکر و اشغال تو سب سہل ہیں مشکل ہے مگر فقر میں صابر و تسلیم و رضا ہو جانا

حسن کا آغاز ہے غم اس کا ہے انجام خوشی درد کا عشق میں لازم ہے دوا ہو جانا

تھا مقدر میں محب زلف رسا کو چھو کر
دام الفت میں گرفتار بلا ہو جانا

دیر تک ڈوبا پسینے میں رخ انور رہا جلوہ گر خورشید پر کیا مجمع اختر رہا

تیری ٹھوکر کی رہی بعد فنا بھی آرزو ٹھوکریں کھاتا ترے کوچے میں میں اکثر رہا

کس خوشی سے بن سنور کر غیر کے گھر وہ گئے اور میں تکتا ہوا حسرت سے سوئے در رہا

بھول کر بھی صید کی صیاد کو آئی نہ یاد دام الفت میں تڑپتا ہی دل مضطر رہا

گھٹ گئیں نسلیں مسلمانوں کی ہاں کی ضعف سے یہ اثر پیدا کیا ساری قوم پہ ہو کر رہا

سہل ہو جائیں گے پھر تو سب زمانہ کے ستم دل تمہارے ناز اٹھانے کا اگر خوگر رہا

سر بھی کاٹا اور صورت بھی دکھائی وقت قتل تیرا یہ احسان اے قاتل مرے سر پر رہا

دود آہ گرم ہی سے کیا ہے پیدا سحاب دامن صحرا بھی سیل چشم تر سے تر رہا

عشق کی تعلیم نے دل سے مٹائے سب علوم ایک قصۂ عشق مجنوں کا مگر ازبر رہا

نادری خوبو کی ہے صورت مجسم آدمی دل میں قائم عمر بھر عکس دل نادر رہا

فائدہ منقول سے کیا گر نہیں عقلی علوم عمر بھر پڑھتا رہا یہ شیخ لیکن خر رہا

کھینچ کے میری آنکھ میں تصویر ہو گی فرد جرم خلق پر قاتل رواں گر دیر تک خنجر رہا

شاہ ہو یا ہو پیمبر یا کوئی پیر و شہید ہر بشر دنیا میں زیر طاعت نادر رہا

کرہی لینگے کچھ تو بوسیدہ عمارت کو درست ۔۔۔ ابھی اس سیلاب باران مین جو قایم گھر رہا

واے غفلت تا قیامت نیند سے چونکی نہ ہم ۔۔۔ گرچہ بالین پر بپا ہنگامۂ محشر رہا

تیرے کوچے مین جو بھٹکا پھر نہ آیا راہ پر ۔۔۔ کیا تماشا راہ جو بھٹکا ہوا رہبر رہا

بے ہواے تازہ مٹ جائیگا سب حسن جمال ۔۔۔ اور کچھ روزون اگر پردے مین وہ دلبر رہا

تیرا ہی پیغام لاتا ہے عدم سے ہر وجود ۔۔۔ ہر جگہ ہر آن آتا ایک پیغمبر رہا

پردۂ نسوان سے گھر تو قید خانہ ہے صحب

خوش رہا احباب مین جب تک کہ مین باہر رہا

اُسی کے حسن کا جلوہ ہے چار سو کیا کیا ۔۔۔ ہر ایک گل مین اُسی کو ہین رنگ و بو کیا کیا

وہی ہے شاہ کہ جس دل مین آرزو ہی نہ ہو ۔۔۔ دلون پہ آفتین لاتی ہے آرزو کیا کیا

رموز عاشق و معشوق کچھ کہی کیا جاے ۔۔۔ ہزار طرز سے ہوتی ہے گفتگو کیا کیا

نہ ہاتھ آیا کسی کے وہ حیف پردہ نشین ۔۔۔ ہر ایک شخص نے کی اسکی جستجو کیا کیا

اُٹھا ہے جب سے تکلف کا درمیان سے حجاب ۔۔۔ مجھے سناتے ہین وہ روبرو کیا کیا

جو دیکھا ماہ نے کل شب کو بام پر رخ یار ۔۔۔ گھٹا ہے شرم سے وہ اسکے روبرو کیا کیا

ذرا سے وقت مین اے زاہدو کرین ہم زہد ۔۔۔ ادا نماز طواف حرم وضو کیا کیا

کیا ہے جہل و تعصب نے اسقدر تو ذلیل ۔۔۔ دکھاے دیکھیے آگے ہماری خو کیا کیا

مری زبان پہ آیا جو نام پردہ ہست ۔۔۔ تو آے کان مین آواز اقتلو کیا کیا

کمال حسن مین یکسان اگرچہ ہین سب گل ۔۔۔ جدا جدا ہین مگر انکے رنگ و بو کیا کیا

سنا ہے جب سے کرین گو وہ اپنے ہاتھ سے قتل ۔۔۔ رگون مین دوڑتا پھرتا ہے خود لہو کیا کیا

گرے ہوؤن کو اٹھاتا ہے تیرا دست کرم ۔۔۔ نشیب ڈھونڈتا پھرتا ہے آب جو کیا کیا

جو مانگا پان تو انکار کرکے وہ بولے ۔۔۔ خدا ہی جانے کہ مانگے گا اور تو کیا کیا

خدا نہ ڈالے کسی بدمزاج سے پالا ۔۔۔ وہ بات بات میں لڑتا تھا جنگ جو کیا کیا

برا ہے نہ قوم کے بودے ہزار کی تدبیر

ہوئی ہے چاک محب جسم بے سبب پتہ لیا آیا

درد دل سننے کہا ناراض دلبر ہو گیا ۔۔۔ وائے قسمت جو مسیحا ہی ستمگر ہو گیا

میں نہ آتا تھا ترے کوچے میں لیکن کیا کروں ۔۔۔ دل تڑپ کر آپ خود سینے سے باہر ہو گیا

پوچھتے ہیں آج مجھ سے ہجر کی کیا سختیاں ۔۔۔ آپ کو کیا جو ستم ہونا تھا مجھ پر ہو گیا

میرے رونے نے کیا ہے مجھکو غرق چاہ عشق ۔۔۔ کیا کوئیں کی سوت میرا دیدہ تر ہو گیا

دل میں آتے آتے آخر دل ہی میں تو بس گئی ۔۔۔ میزبان رخصت ہوا مہمان کا گھر ہو گیا

دو دلوں کا مثل آئینہ بہم پڑتا ہے عکس ۔۔۔ تو اگر غمگین ہوا میں بھی مکدر ہو گیا

رات بھر کب آنکھو نالوں نے مری سونے دیا ۔۔۔ جب کبھی میرا پس دیوار بستر ہو گیا

تاب حسن یار سے تھا ماہ ہر نقش قدم ۔۔۔ جس زمیں پر وہ چلا ہر ذرہ اختر ہو گیا

کھنچ ہی آیا میرے جذب عشق میں وہ سنگدل ۔۔۔ نالہائے آتشیں سے موم پتھر ہو گیا

ناز عشوے نے بنایا اس کو گر بیداد گر ۔۔۔ جور اٹھانے کا مگر میں بھی تو خوگر ہو گیا

وقت وحشت میں جنوں فصاد کی حاجت نہیں ۔۔۔ میرے تلوے کے لئے ہر خار نشتر ہو گیا

کیا خوشی دل کی کہوں جب ہنس کے قتل اس نے کیا ۔۔۔ پھول میرے جسم پر ہر زخم خنجر ہو گیا

چودھویں شب کو جو آیا بام پر وہ رشک ماہ ۔۔۔ چاندنی حیران ہوئی مہتاب ششدر ہو گیا

تیغ ابرو کا ہے احسان سر پہ میرے ای اجل ۔۔۔ تھا امانت نذر قاتل آج وہ سر ہو گیا

دل میں میرے اب تو درد و یاس غم رہنے لگے ۔۔۔ جو کبھی ویران تھا آباد وہ گھر ہو گیا

رات بھر آنکھوں سے برسا ہجر میں غم کا سحاب ۔۔۔ جسم کشتی ہو گیا بستر سمندر ہو گیا

چھپ گیا زیر سحاب ابر جو شرما کے چاند ۔۔۔ جب رخ انور کبھی پردے سے باہر ہو گیا

۔۔۔ وحشت میں ۔۔ دریا کسی کی یاد نے ۔۔۔ دامن صحرا بھی اشکوں سے مرے تر ہو گیا

بے تکے قصوں کے پڑھنے سے کہاں ہوتی ہے عقل　　آدمی ہے رفتہ رفتہ سنتے ہی خر ہو گیا

پورا ٹھیک کی تربیت تعلیم کا بھی ہیں اثر　　کھر درا پتھر بھی اس معدن میں گوہر ہو گیا

کیوں مخالف ہوئے آدمی کا وہ پابند رسم　　ایک مدت سے غلامی کا جو خوگر ہو گیا

سچ ہی وہ جادو ہے پتھر میں بھی جو کرتا ہے گھر　　منہ سے نکلی بات اثر دشمن کی دل پر ہو گیا

جان کا خوف خطر کرتا ہے پیدا بزدلی　　ڈر کو چھوڑا آدمی نے شیر صفدر ہو گیا

نکتہ چینی سے کہاں رہتی ہے قایم دوستی　　آئنہ میں جب غبار آیا مکدر ہو گیا

عاشقوں کا ہم نشین یار بھی معشوق ہے　　خار بلبل کی نگاہوں میں گل تر ہو گیا

دین و دنیا چھوڑ بیٹھے تھے محب پہلو سے ہم

دل جو تھا سینہ میں وہ بھی نذر دلبر ہو گیا

ہم نے اُس بت خورشید لقا کو دیکھا　　جلوۂ طور کو دیکھا کہ خدا کو دیکھا

یوں تو دیکھے ہیں حسین تجھ میں مگر حسن کے ساتھ　　علم و فضل و ہنر و ناز و ادا کو دیکھا

آنکھ دیکھی تو ہوا تیر نگہ سے زخمی　　تیغ ابرو کو جو دیکھا تو قضا کو دیکھا

ایک دن بھی نہ کبھی اپنی دکھائی صورت　　خوب الفت کو تری اور وفا کو دیکھا

خوف سے ہم نے نظر بھر کے نہ دیکھا تجھ کو　　اور دیکھا بھی تو پھر جور و جفا کو دیکھا

چشم بینا ہو تو ہر رنگ میں آتا ہے نظر　　تجھ کو دیکھا ت کافر تو خدا کو دیکھا

مر گئے ساتھ گئی حسرت دیدار محب

اور جی بھر کے نہ اُس حور لقا کو دیکھا

اچھا نہیں خیال کسی ساز و باز کا　　انجام انکشاف ہے ہر ایک راز کا

کر کار خیر فکر سر انجام کار چھوڑ　　تیرا نہیں ہے کام یہ ہے کارساز کا

نازاں نہ ہو عروج پہ پستی سے ہو نہ پست　　غافل یہ راستہ ہے نشیب و فراز کا

زاہد کے بھیس میں ہیں یہاں رند مے پرست　　مشکل ہے مادہ ہو گر امتیاز کا

مسطور قدر ہے تو خودی کو غرض کچھ چھوڑ
محمود سیقیعت بنا وفا سے ایاز کا

عالم وہی ہے اصل میں ظاہر میں جو ہے
غافل سمجھ یہ بھید حقیقت مجاز کا

عالم میں بڑھ کے ایک سے ہیں دوسرا حسین
لیکن نہیں جواب ترے حسنِ ناز کا

دنیا کے فائدہ کا تو کچھ بھی نہیں خیال
ہر شخص خواستگار ہے عمر دراز کا

علم و عمل کی حرص جدا ہو یہ حرصِ مال
ہے مرتبہ بلند اسی حرص و آز کا

پستی کو ہے قدم سے محمد کے یہ عروج
پابوس آسمان ہے زمین حجاز کا

دنیا و آخرت کی بھی پروا نہیں مجھے
پر تو نیاز مند میں ہے بے نیاز کا

روشن ہے بزمِ دہر اسی شمعِ عشق سے
جوہر فلک نمونہ ہے سوز و گداز کا

جھکنے سے سر کی سرکشئ نفس دور ہو
مقصود یہ ہے صاحبِ الٰہی نماز کا

ہے واسطہ بوسے حکم ملتی عشق پی مدام
فتوی ہے ہر اہل ان کو کمی کو جواز کا

گم گشتگی سے راہِ حقیقت تو کچھ ملی
انجام یہ ہوا مرے عشقِ مجاز کا

دنیا طلسم خانہ ہے سب کچھ ہے کچھ نہیں
حیرت مقام خاص ہے جویائے راز کا

یہ راہِ عشق ہی تو ہے ہموار اور صاف
اس میں نہیں خیال نشیب و فراز کا

دردِ شبِ فراق چھپائے سے کیا چھپے
چھپنا ہی تو محال ہوا الفت کے راز کا

ہے وصل میں سرور تو بے حد مگر محب
ہے لطف اور ہجر میں سوز و گداز کا

تجھ کو ظالم اس نے گر پیدا کیا
مجھ کو بھی تو بے جگر پیدا کیا

مان لیتے ہیں مری دشمن بھی بات
راستی نے یہ اثر پیدا کیا

دم میں چھوٹوں کو بڑا دیتا ہے وہ
جس نے دانے سے شجر پیدا کیا

پھر گیا خوش ہے گو اللہ نے
شب سے بار آخر سحر پیدا کیا

احول ہے ایک کو دو دیکھنا
دو میں اک تار نظر پیدا کیا

کی مدحی اس سے توبیکی ہم لے کی — یون دل دشمن ہین گھر پیدا کیا
[illegible] سے — کیا عبث خوف و خطر پیدا کیا
پوچھتے ہیں غیر رستے میرا مرا ن — آہ نے کچھ تو اثر پیدا کیا
خانہ برباد ہی ہوئی تو سیاہ ہوا — آپ کے دل مین تو گھر پیدا کیا
دوری قدرت کے حسن ہین — گل سے بھی رنگین سحر پیدا کیا
دستہ گا کو بھی وہی صبر و قرار — جس نے پتھر کا جگر پیدا کیا
ابر رحمت سے ہے سب کشت امید — کس نے محنت سے ثمر پیدا کیا

ان کی صورت کے تصور نے محب
اور اک دل مین قمر پیدا کیا

گل کی ہستی باغ کی بنیاد کیا — بلبل ناشاد کی فریاد کیا
یہ زمین یہ چرخ سے بنیاد کیا — خاک ہیں سب نار و آب باد کیا
ہو نہ جس مین کچھ بھی شوق و علم وصل — قوم وہ ہوگی کبھی آزاد کیا
سب مذاہب کی حقیقت ایک ہے — کفر کیا اسلام کیا الحاد کیا
آدمی میں آدمیت شرط ہے — ورنہ بے تہذیب آدم زاد کیا
اپنی حالت پر کیا جب ہمنے صبر — پھر کسیکا رحم کیا بیداد کیا
کام آئین گے بغیر علم و فن — قوم کے بے انتہا افراد کیا
ہو رہے ہیں اپنے ہی ہاتھون تباہ — پھر گلا غیرون کا کیا فریاد کیا
ہے بہت تھوڑی سی ہمدردی ملک — غیر کی تسکین کیا امداد کیا
قوم کا ہر فرد ہو جب تک خوش — ہوگا مال و زر سے کوئی شاد کیا
چھوڑ دی جب زندگانی کی ہوس — پھر قضا کا پنجۂ فولاد کیا
کیا بنائین اس زمین پر ہم مکان — بلبلے کی آب پر بنیاد کیا

…دن کے صنف سی ہوئی نہیں ہی روح حزاب — وہ ریست خاک ہی جب عقل مین فتور آیا

…بہشت ڈرسا بھی رہا روز دست تصور یار — ہمارے دل مین نہ مطلق خیال حور آیا

…تجھ یہ اسکو کبھی اعتبار کے لائق — جو بات بات مین کہتا ہے جی حضور آیا

مری کشش ہی یہ ہین تھی جو خواب مین آے

خیال ان کو بھی میرا صحب ضرور آیا

حصول لذت ادنی فقط ہے کام حیوان کا — مگر علم و عمل بالذات ہی مقصود انسان کا

سبب ہوتا ہی نقصان قوم کو بیجا سخاوت سے — برستا سم ہے کشت خربزہ پہ ابر نیسان کا

چلا تھا قتل کرکے یہ نہ تھا معلوم قاتل کو — کہ میرے ہاتھ سے چھٹنا بہت مشکل ہی داماں کا

قدم رکھنا نہ بھولے سے بھی کوئی عشق مین ہرگز — فضاے حشر سے ملتا ہی ڈانڈا اس بیابان کا

ہر اک جا جلوہ قدرت کا کرسکتے ہین نظارہ — بہت مشکل ہی لیکن ڈھونڈھنا اسرار پنہان کا

فلک سے بھی زیادہ خواہشیں ہمکو ستاتی ہین — نجات دین و دنیا ہین مٹانا دل سے ارمان کا

فرشتے بھی تو ایجاد بنی آدم کے قائل ہین — اڑایا گلشن فردوس نے خاکا گلستان کا

صحب جذب محبت اپنے قابو مین نہین ہرگز

تعلق جسم کا ہے اختیاری فعل انسان کا

بڑی مشکل سے ہم کو صبح کرنا شام ہجران کا — بروز حشر دیکھین گے نکلنا مہر تابان کا

جو دولت چاہتے ہین وہ علوم مغربی سیکھین — تجارت تخت صنعت تاج زرین ہی سلیمان کا

ہر اک جا ہند مین ہے اختلاف مذہب و ملت — یہی مرکز ہے دنیا مین خیالات پریشان کا

مجدد کی بڑی عزت ہے اقوام مہذب مین — ذلیل و خوار لیکن رہتا ہے قوم نادان کا

سرا ہے دہر مین آکر رہین کچھ دن چلے جائین — مکان غیر پر کیا زور چل سکتا ہے مہمان کا

بنی آدم مین جب موجود ہین افعال شیطانی — تو کیون کرتے ہین پھر انکار امکان شیطان کا

عرب کی وہ شجاعت یاد ہے اب تک زمانہ کو — کہ جس سے دل لرز جاتا ہی ہر شیر نیستان کا

نہ گھبرا آفتاب وصل سے بعد از شب ہجران
محب دنیا کی ہر مشکل میں اک پہلو ہے امکان کا

ہمیں ہے جوش جو اپنوں کی خیرخواہی کا — یقین کیوں ہو پھر قوم کی تباہی کا
تری گلی کی گدائی اگر ملے مجکو — خدا جو دے تو نہ لوں تخت بادشاہی کا
رفاہ خلق سے مطلب نہیں غرض ہی سے ہے کام — جبین قوم پہ یہ داغ ہے سیاہی کا
سمجھ ذلیل نہ ہرگز خدا کی خلقت کو — بڑھا ہوا ہے تمدن بھی مرغ و ماہی کا
حقیقت ایک ہے یہ نسبتیں بھی ہیں اسکی — مقابلہ ہے یہاں فقر اور شاہی کا
کیا ہے علم نے حیوان پر جنھیں برتر — انہیں کو شوق ہے انسان کی خیرخواہی کا
خدا کا نور ہے یورپ میں یہ محبت و عشق — مگر یہاں تو ہے یہ داغ روسیاہی کا
خدا نے علم و قناعت کی دی جسے دولت — اُسی نے فقر میں پایا ہے اوج شاہی کا

بغیر مزد کرو خدمت وطن تا زیست
محب جو حوصلہ تمکو ہے بادشاہی کا

کیا خیالوں کا بھروسہ اور کیا گفتار کا — دل پہ پڑتا ہے اثر ہر شخص کے کردار کا
یہ نجوم و یہ عمل یہ فال سب ہیں لغویات — ہے ضرر لاکھوں کا ان سے فائدہ دو چار کا
تیرے ملنے کی کوئی صورت بھی نکلیگی کبھی — یا رہی کا داغ دل پر حسرت دیدار کا
جبریہ تعلیم کا قانون نافذ ہو تو کچھ — ہو ازالہ جہل کے اس حوصلہ آزار کا
صرف بیجا شان میں اور بخل ہے خیرات میں — حاصلہ یہ ہے ہمارے ملک کے زردار کا
جس مریض عشق کا پوچھے مسیحا بھی نہ حال — پوچھتے ہو کیا مزاج اس جان بلب بیمار کا
غافلوں کو دوست دشمن میں نہیں ہوتی تمیز — مار لینا اک نظر میں کام ہے ہشیار کا
فیصدی چورانوے سے بڑھ کے جاہل ہوں جہاں — کیا اثر اس ملک ناخواندہ پہ ہو دو چار کا

کیا مریض عشق کو صحت دوامی ہو محب

سخت مشکل ہے علاج اس لا علاج آزار کا

تو کیا حسد ہوا کہ یہاں دل بھی کھو گیا — الفت میں تیری ہم پہ جو ہونا تھا ہو گیا

بزم جہاں میں آ کے نہ دیکھا جمال یار — آنکھیں کھلیں رہیں مگر افسوس سو گیا

بیداری یہاں ہے یہ خواب گران دوست — وہ جاگتا ہے یاد میں اس کی جو سو گیا

آنا ہمارا دھر میں ہے بے فائدہ نہیں — تخم عمل ہر ایک یہاں آ کے بو گیا

عرفان بغیر اس کو نہ ہو گا وصال دوست — زہد و ورع کے ساتھ بھی دنیا سے جو گیا

اس بزم دلفریب میں تھا یار جلوہ گر — تو آتے ہی عدم سے یہاں لے کے سو گیا

آیا تھا جستجو میں کسی کی یہاں مگر — میں ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے خود آپ کھو گیا

دیکھا جہاں کو خواب سا بے اصل اک طلسم — اپنی خودی کو چھوڑ کے دم بھر جو سو گیا

راحت ہے غم میں اور خوشی میں ہزار رنج — اچھا ہوا جو آ کے یہاں خوب رو گیا

طوفان فکر و غم سے اسی کو ملی نجات — مثل قطب نما جو تری سمت ہو گیا

جیسے جودی کو اسے بنایا یہاں خدا — بحر فنا میں آ کے وہ کشتی ڈبو گیا

نام خدا کے ورد میں تاثیر ہے عجب — دل کا تمام میل بتدریج دھو گیا

محو خیال یار رہا رات بھر محب
باطن میں جاگتا رہا ظاہر میں سو گیا

حیف ہے جو مرد جاہل سے ملا — وہ ہوا کامل جو کامل سے ملا

انفعال جرم بھی چھپتا نہیں — دیکھ آنکھیں چشم قاتل سے ملا

حب خدا کی بتکدہ میں کی تلاش — خود پتا منزل کا منزل سے ملا

فیض صحبت سے ہو کب نا اہل اہل — کیا ہوا آیا جو ساحل سے ملا

سامعین کا دل پہ چھا جائیگا رعب — آنکھ اپنی اہل محفل سے ملا

جان خود ضی کو دولت کا مآل — ہاتھ اپنا دست سائل سے ملا

ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے جو رہبر ہے — نقش پائے یار مشکل سے ملا

دہر میں سے دے وحدت کو ما — حق بہ اسکو علم باطن سے ملا

ہستی میں سب ہستی ہوئی ایک ذات — سچ کو تو ہرگز نہ باطل سے ملا

مست ہیں سب رسیدہ بڑھ کر مرا — خود نکلا تو تیغ قاتل سے ملا

حسن بے ضد کے چمکتا ہی نہیں — نکتہ تیرے رخ کے تل سے ملا

صحبت بد نیک پر غالب ہوئی — شہد جب زہر ہلاہل سے ملا

اب ادب سے لیلی پر ہے مجنون اثر — آنکھ ایسی جا لگی محمل سے ملا

آدم خاکی ہوا عالم کی جان — آفتاب روح جب گل سے ملا

سختی دل سے ہوئی پامال دہر — عاقلون کو یہ سبق سل سے ملا

بعد جسمانی سے کب ہوتا ہے فصل — ایک دل جب دوسرے دل سے ملا

کچھ محبت کا محب سے حال پوچھ
کس کو سچا عشق ناول سے ملا

کس قدر روشن ہے چہرہ حسیم مہ دور آپکا — مہر و ماہ و شعلہ و اختر میں ہے نور آپ کا

سامنے عاشق کے پھر کیوں بے نقاب آتے نہیں — اسقدر پردے پہ ہے جب نام مشہور آپ کا

ہاتھ میں ہے آپ کے میرا جلانا مارنا — عشق میں شاہوں سے بھی بڑھ کر ہے مقدور آپ کا

آپ ملتے ہیں تو دم بھر دل کو آتا ہے قرار — ماہی بے آب ہے ورنہ یہ مہجور آپ کا

میں نے دیکھا آپ کو موسی نے دیکھا نار کو — سامنا کیا کر سکے گا شعلہ طور آپ کا

جذبۂ الفت مجھے دیتا ہے سو انجن کا زور — گو نہیں جنبش کی طاقت در مگر دور آپ کا

آپ ہی کو لوں گا میں جنت میں بھی اللہ سے — لائیگی یہ دل کہاں سے خلد میں حور آپ کا

کون ہے دنیا میں وہ جو آپ سے واقف نہیں — نام چھپنے سے ہوا کس درجہ مشہور آپ کا

آپ سے جب ہو نہیں سکتا علاج درد دل — زیست سے مایوس ہو کیونکر نہ رنجور آپ کا

پردۂ غفلت جو اٹھ جائے تو روشن چشم ہو — فرش سے تا عرش ہر ذرہ میں ہے نور آپ کا

آپ کے خادم محب کی ہے یہی اک آرزو

پاس قدموں کے رہے دن رات مہجور آپ کا

ملا جو دوست کبھی ساتھ آسمان نہوا — بلا سے ہجر وہ آئی کہ وصل جان نہوا

ملے جو آپ تو دل ہی میں دل کی بات رہی — زبان سے حال دل زار کچھ بیان نہوا

یہ بند حسین ہیں بدن پر مگر ہیں دل پر — وہ آئے گھر مرے آگاہ پاسبان نہوا

ہمارے ضبط کو دیکھا کہ عشق میں تیرے — دل و جگر بھی جلے اور دھوان نہوا

ترے سوا نہیں دنیا میں اور سے مطلب — وہان گئے نہ کبھی ہم کہ تو جہان نہوا

تمہارے ساتھ بڑے عیش سے بسر کرتی — تغیرات سے خالی کوئی مکان نہوا

ادھر ہو عشق ادھر لوگ تاڑ جاتے ہین — ہزار ہمنے چھپایا مگر نہان نہوا

ترا ہی جلوہ ہے ہر سمت فرش سے تا عرش — یہ کون کہتا ہے عالم مین تو عیان نہوا

ہمارے دل مین رہے چھوڑ کر زمین و فلک — پسند یار کے عرش اور لا مکان نہوا

کھلی زبان تو کھلے رنج و غم کے دروازے — ہزار حیف کہ بیدا مین بے زبان نہوا

حرم مین دیر مین بزم غمی مین شادی مین — جہان مین ذکر جمیل آپ کا کہان نہوا

توہی ہے ظاہر عالم توہی ہے باطن خلق — نہان نہین ہے مگر وہم سے عیان نہوا

محب عبث ہے تمہین ہجر یار کا شکوہ

تمہارے دل مین وہ کس روز مہمان نہوا

وہ بڑھ گئے پیچھے مجھے خود جان کو چھوڑا — صد حیف کہ غیرون کا کہا مان کے چھوڑا

تم لے گئے آرام مرا دل بھی جگر بھی — سامان نہ گھر مین کوئی مہمان کے چھوڑا

تم آئے جو دم بھر کو گئے منہ کو چھپا کر — اور پاس مجھے حسرت و ارمان کے چھوڑا

قاصد کو بھی ملتی نہین آنے کی اجازت — خط ہاتھ مین آخر ترے دربان کے چھوڑا

غیر کے ہمراہ کیا چھوڑ کے مجھکو　　کیا یار نے پیمان شکنی ٹھان کے چھوڑا

جب نکلی حسرت نہ نکلی جو تھی تمنا آنا　　خود برو ٹھ در یار سے پہچان کی چھوڑا

روزن سے جو اس ابرو و مژگان پہ نظر کی　　میری طرف اک تیر کمان تان کے چھوڑا

اس لذت دنیا سے پہنچتے تمھیں سو رنج　　شاباش کہ ناصح کا کہا مان کے چھوڑا

ملحد ہوئے واعظ ہوئے ہادی ہوئے آخر　　اس عشق کی مصدر کو بھی گردان کے چھوڑا

دنیا سے جو واقف نہیں کیا چھوڑنا اس کا　　وہ مرد ہے جسنے کہ اسے جان کے چھوڑا

اس شوخ نے دل بھی لیا ایمان بھی جان بھی
کیا پاس محب بے سر و ساماں کے چھوڑا

خواب میں تجھ سے لپٹ کر کبھی دم بھر روتا　　اسی ارمان پہ مرتے ہیں دل مضطر روتا

وعدہ کرکے بھی جو بھر جائے تو کیا تجھکو ہمین　　ترے وعدے پہ جیتے ہیں چرخ ستمگر روتا

شربت وصل سے محروم ہی رہتا تا حشر　　سر بھی گر پاؤں پہ اس بت کے ہمین رکھکر روتا

سنگ دل تجھپہ نہ ہوتا کبھی رونے کا اثر　　میں جو آنکھوں سے شب ہجر سمندر روتا

باغ میں یاد سہی قد میں جو روتا میں کبھی　　اشک شبنم سے لب نہر گل تر روتا

میں ہوں وہ تشنۂ دیدار کہ حسرت پہ مری　　اشک خونی مرے قاتل کا بھی خنجر روتا

فرقت یار میں روتا جو میں اثناے نماز　　تیری مسجد کا بھی زاہد در و منبر روتا

درد سر مول لیا چھوڑ کے عشق جاناں　　اہل دنیا کی حماقت پہ نہ کیوں کر روتا

ذکر تیرا نہیں جس گھر میں نہیں اسمیں خوشی　　غفلت مردم خانہ پہ ہے خود گھر روتا

دیکھتا آنکھ سے یہ نفس پرستی غفلت　　اس زمانہ پہ ہر امت کا پیمبر روتا

اسکی باتوں سے تو باقی نہیں امید وصال
کاش اک بار محب یار سے ملکر روتا

الفت کا تیری نشہ کبھی تھا سرور تھا　　وہ دن گئے کہ عقل و خرد سے میں دور تھا

اتنا بھی بس سے تھا تو آتے ہی پر گھر
وعدہ کا پاس آپکو اتنا ضرور تھا

تھا ہوش کسکو یار کے کہ [illegible] کا
میں تو شراب عشق کو نشے میں چور تھا

تیرے بغیر مجھکو جہنم تھا باغ خلد
کب میں خدا سے طالب غلمان و حور تھا

دل دے کے بیوفا کو کیے جسم و جان تباہ
اس کا گلا نہیں یہ ہمارا قصور تھا

الفت میں فاصلہ نہیں رہتا ہے درمیان
نزدیک تھا وہ یار جو کوسوں ہی دور تھا

موسیٰ ہمیں تھے شعلہ ہمیں تھے ہمیں شجر
پرتو ہمارے ہی دل [illegible] ان کا طور تھا

جلوہ وہی تھا حشر میں دیکھا ہوا خدا
دنیا ہی میں ہر آن میں پیش حضور تھا

کیا شان کبریا ہے [illegible] تھا ظہور
مجھ میں جو بے نیازی و کبر و غرور تھا

تو ہر جگہ رہا مری آنکھوں کے سامنے
دیکھا نہ میں نے تجھ کو یہ میرا قصور تھا

امید وصل یار عبث تھی ہمیں محب
معلوم اب ہوا کہ بہت ہم سے دور تھا

عرض اس سے مدعا کرتا ہے کیا
بے وفا وعدہ وفا کرتا ہے کیا

قابل دیدار آنکھیں ہی نہیں
وہ جو چھپتا ہے برا کرتا ہے کیا

شوق سے رکھدے گلا تلوار پہ
دست قاتل کا گلا کرتا ہے کیا

دل کو لے کر ہاتھ سے اور لے وفا
ہم غریبوں پر جفا کرتا ہے کیا

زندگی سے آپ ہی ہم ہیں خفا
اور تو ہم کو خفا کرتا ہے کیا

ہے یہ بیماری دل تو لا علاج
اے مسیحا تو دوا کرتا ہے کیا

اس سے ملنے میں بھی ہیں سو آفتیں
دیکھیے فتنہ بپا کرتا ہے کیا

وعدہ کر لیتا جو سمجھے دل لگی
وہ کبھی وعدہ وفا کرتا ہے کیا

اس بت عیار سے ہے سابقہ
دیکھیے آگے خدا کرتا ہے کیا

جب خدا ہے فاعل مطلق تو پھر
بندہ بے بس خطا کرتا ہے کیا

اس بت کافر کو سجدہ کر کے محب
غیر کے سجدے ادا کرتے ہیں

لو بتوں سے لگا کے کیا پایا
بت پرستی میں جا کے کیا پایا

درد و رنج و غم و الم کے سوا
اور دل کو لگا کے کیا پایا

جل گیا شمع دم مین پروانہ
تو نے اس کو جلا کے کیا پایا

اے پری تو نے اپنا دیوانہ
مجھکو احمق بنا کے کیا پایا

روتے روتے گنوائیں آنکھیں او
آنکھ اس سے لڑا کے کیا پایا

قصہ درد ہجر طولانی
ہمنے اس کو سنا کے کیا پایا

نقش بر آب ہے جہان کی نمو
ننگ ہوتے جہاں کے کیا پایا

بے وفا کب کسی کے ہوتے ہین
عشق اپنا جتا کے کیا پایا

پہلوے غیر اور تو افسوس
بزم مین تیری آ کے کیا پایا

جب امید وصال ہی نہ رہی
اُن کو غزلین سنا کے کیا پایا

منہ چھپائے ہوئے وہ رہتا ہے
اسکو گھر مین بلا کے کیا پایا

میرے پہلو مین آ کے دل توڑا
غیر کے پاس جا کے کیا پایا

ہم نہ کہتے تھے بے وفا کو محب
دل کے ٹکڑے دکھا کے کیا پایا

جمال یار ہر انسان کامل مین نمایان تھا
نہ دیکھا ہمنے ہر سینے مین روشن ماہ تابان تھا

ہر اک کو فکر بخشایش کی دامنگیر تھی لیکن
ہمارے ہاتھ مین قاتل کا روز حشر دامان تھا

دیا آخر جواب صاف اس نے وا دریغ قسمت
بہت مجکو وصال یار کا دنیا مین ارمان تھا

بہت اچھا ہوا وعدہ خلافی کی جو قاتل نے
جو وعدہ وہ وفا کرتا تو میرے سر پہ احسان تھا

رقیبون کی بنانے سے ہمارا کام بن آیا
کہا ہمنے بھی مجنون بنکے جو کچھ دل مین پنہان تھا

گیا وہ غیر کے پہلو میں اُٹھ کر پاس سے میرے
یہاں آیا نہ قاتل کہ میرا آج مہمان تھا

مجھے محروم رکھا وصل سے کیوں غیر کی خاطر
بلا سے ہو جاتا تیرا کہاں وہ عہد پیمان تھا

وہ کامل جذب ہے جو کھینچ لائے یار کو گھر میں
زلیخا غضب میں تھی مصر میں خود یوسف کنعان تھا

گنہگاری سے ہوتی گر تو غفاری کہاں ہوتی
در رحمت کا فاتح خلد میں آدم پہ شیطان تھا

جوانی میں رہا لذات حیوانی میں سرگردان
چھٹا پیری میں جب کچھ خواہشوں سے میں انسان تھا

محب پیتا نہ کیوں کر ساغر مے ہاتھ سے اس کے
اسی دن کا تو اک مدت سے پیہم دل میں ارمان تھا

چھینا ہمارے یار کو دولت نے کیا کیا
کھینچا نہ کچھ بھی جذب محبت نے کیا کیا

پروانہ تیرے حسن کا ہے جسکو دیکھیے
اے شمع رو غضب تری صورت نے کیا کیا

پیدا رقیب ایک مرا اور ہو گیا
مجھ سے سلوک یہ مری قسمت نے کیا کیا

پہلے سے بھی سوا وہ ہوا بدگمان اور
اُلٹا اثر یہ جذب محبت نے کیا کیا

گلزار میں بھی وحشت دل کچھ نہ کم ہوئی
صحرا کی اور دشت کی وحشت نے کیا کیا

رکھا نہ دین اور نہ دنیا کے کام کا
مجھ سے سلوک یہ تیری الفت نے کیا کیا

پہلو میں یار آ کے گیا گھر میں غیر کے
اے بدنصیب یہ تیری قسمت نے کیا کیا

سب عمر کشمکش میں کٹی کچھ ملا نہ چین
حرص و ہوا و عزت شہرت نے کیا کیا

جانیں گنوائیں مفت کئے خانمان تباہ
اے ناسمجھ یہ دیکھ کہ شہرت نے کیا کیا

دائم ہے لطف پاک محبت میں خوش سمجھ
انجام کار نفس کی لذت نے کیا کیا

ہے امتحان یار کا دیکھیں گے اب محب
غربت نے میری غیر کی دولت نے کیا کیا

بزم اغیار سے وہ شاد آیا
سوچ کر پھر کوئی بیداد آیا

فاتحہ کو بھی چھپائے ہوئے منہ
قبر پہ وہ ستم ایجاد آیا

ملحد و کافر و بے دین سمجھے ہم دیکھا تجکو تو خدا یاد آیا
دیکھکر مجھ کو وہ کہہ اٹھتے ہیں قیس و فرہاد کا استاد آیا
ہو گیا دیکھ کے میں دیدہ اشک سامنے جب وہ پری زاد آیا
ہیں بلائیں ترے عاشق کی دہن بیڑیاں لیکے جو حداد آیا
حکم پر اسکے جھکا دی گردن جب مرے قتل کو جلاد آیا
تیرے کوچہ میں ہوا وہ آباد آپ کو کرکے جو برباد آیا
رشک واغیار سے غم اور ہوا کب تری بزم سے میں شاد آیا
عقل بھی جسکے تصور سے ہے دنگ قید ہستی میں وہ آزاد آیا

دل میں پیدا ہوا پھر جوش محب
وعدہ یار مجھے یاد آیا

شکوہ نہیں اب آپ کا وہ دل نہیں رہا میری طرف ذرا بھی تو مائل نہیں رہا
مرنے کے وقت بھی وہی آئے گا سامنے دل زندگی میں یار سے غافل نہیں رہا
زخموں کے درد اور تڑپنے سے چھٹ گیا قاتل کا شکر ہے کہ میں بسمل نہیں رہا
سمجھاؤں کسکو آہ میں انجام کار عشق پہلو میں دیکھتا ہوں کہیں دل نہیں رہا
مہر و وفا کی کسکو تھی امید یار سے غم ہے گلے پہ خنجر قاتل نہیں رہا
فصل بہار میں تھی ہر اک کو ہوائے گل آئی خزاں تو شور عنادل نہیں رہا
قصے زباں پہ رہ گئے آزار عشق کے لیلی و قیس و ناقہ و محمل نہیں رہا
خیرات کا وجود گدا پر ہے منحصر دیجیے گا بوسہ کسکو جو سائل نہیں رہا
کسطرح چھوڑدوں دامن قاتل کو ہاتھ سے اب اختیار ہی میں مراد دل نہیں رہا
امید ہو گئی ترے ملنے کی شکر ہے اب درمیاں میں ہجر وہ حائل نہیں رہا

بھولا محب وہ غیر سے ملتے ہی مجھ کو حیف

میں ایکدم بھی یاد سے غافل نہیں رہا

جو بام پر وہ سحر شام مہ عذار چڑھا
تو چاند منہ کو چھپا کے برنگ نار چڑھا

فنا کے بعد بھی کچھ کم ہوئی نہ سوزش دل
ترے فراق کا ایسا ہمیں بخار چڑھا

کیا جو اس مہ کامل نے پائمال مجھے
تو نور مس کے فلک پہ مرا غبار چڑھا

ہمیں نہ ہے نفس کے گھوڑے پہ بیٹھنا آساں
ہزار بار گرا اس پہ جب سوار چڑھا

یہاں ہم اور کہاں میرے وہ گل تازہ
ہماری قبر پہ باسی گلے کا ہار چڑھا

تمہاری زلف سیہ بھی حسد کی اژدہی تھی
ہمارے ہر رگ و پے میں سے زہر مار چڑھا

[illegible] یار سے کانٹوں پہ لوٹتے گزری
بجائے گل مری تربت پہ چند خار چڑھا

ہوس رہی مجھے خنجر کے بوسہ دینے کی
وہ میرے سینہ پہ قاتل نہ ایک بار چڑھا

ہماری یاد جو آجائے وقت مے نوشی
تو ڈھیلے مری تربت پہ بادہ خوار چڑھا

[illegible] تھا رہی دیکھا غرض کی یار ہی کا
نہ اتنا سر پہ رقیبوں کو گلعذار چڑھا

[illegible]حب وہ یار کی تصویر سامنے دھر کر
[illegible]سی کے پاؤں پہ سر رکھ اسی کو ہار چڑھا

عشق سے دنیا و دیں کا غم گھٹا
مار کا تریاق غم سے سم گھٹا

گر بڑھانا چاہتا ہے عقل و روح
نفس کو اور جسم کو پیہم گھٹا

ہو گیا وہ چند بھر فرقت کا درد
تیرے ملنے سے جو دم بھر غم گھٹا

خواب میں بھی رات کو روتے ہیں ہم
اضطراب دل نہ کوئی دم گھٹا

جب تجھے دیکھا تو دم بھر کیلئے
جوش سیل دیدۂ پرنم گھٹا

موت سے ہوگی یہ سمجھے تھے شفا
درد ہجر یار لیکن کم گھٹا

عشق وہ قوت ہے جسکے زور سے
منزل ہستی کا پیچ و خم گھٹا

کیا بُرے کاموں کی ہے تاثیر بد
اور حیوانوں سے بھی آدم گھٹا

وہ جو مسجود ملائک تھا کبھی　　شامت اعمال سے نیم گھٹا

قسم یہ درد جدائی سے محجب
چاہیئے جدا تھا اس سے کم گھٹا

ہماری آرزو کی یاد رکھنا　　کبھی دیکھو تو ان کی یاد رکھنا
دعا دیتی ہے دنیا آشنا کو　　تم اس سلطنت کی جو کی یاد رکھنا
گلون کے اختلاف رنگ و بو پے　　اسی سب رنگ و بو کی یاد رکھنا
نہ جانا دہر کی مضبوطیون پر　　خدا کے ایک ہو کی یاد رکھنا
کہین ہم بھی جو کچھ تم کو تو کیا ہو　　تم اس گفتار نو کی یاد رکھنا
غلامی غیر کی تیرے لیے کی　　ہماری جستجو کی یاد رکھنا
لگاتے ہو جو تلووں میں حنا تم　　ہمارے بھی لہو کی یاد رکھنا
بگڑ بیٹھے جو مانگا تم سے بوسہ　　ذرا اس گفتگو کی یاد رکھنا
ہوئے ہو ہمنشین زاہد کے لیکن　　ذرا جام و سبو کی یاد رکھنا

محب دنیا مین کر سب سے محبت
جو موقع ہو عدو کی یاد رکھنا

باب الباء

عشق مین آپ سے ہے خود یہ دل ناکام خراب　　ہے نہ دنیا و عقبیٰ اور نہ کچھ سر انجام خراب
ایسے سب رنگ مین ناظر کی نظر ہی مین فرق　　نہ تو گورے ہین برے اور نہ سیہ فام خراب
کامیابی ہے ترے عشق مین ہر ناکامی　　ورنہ ہر کام مین دنیا کے ہین ناکام خراب
بعد ملتے ہین کہین علم و حیات ابدی　　پہلے کچھ روز تو ہو راحت و آرام خراب
عام تعلیم ہے ہر ملک کی بنیاد عروج　　ہر جگہ جہل سے دنیا مین ہین اقوام خراب

نیک و بد اپنے ہی اعمال کے سب ہیں یہ آثار
ہیں نہ افلاک نہ اوقات نہ اجرام خراب

ختم تھا جن پہ اثر بد کاری
پشت در پشت ہیں ہر نسل کا اندام خراب

خمر [illegible] برانڈی وسکی
فی الحقیقت ہیں یہ سب زہر کی اقسام خراب

امتحان زن و شوہر نہیں جب تک ہیں غریب
قبل از فتح ہے کیوں نامہ و پیغام خراب

دل سے ملے دینا تو نہیں ملک کی تفریق ہو خوف
ہوگا تقسیم سے بنگال نہ آسام خراب

خدمت حق سے مقصود ہو خوشنودی حق
اہل دنیا ہیں وہی ان کا ہو انعام خراب

آنکھ میں جس کی مروت ہو وہ ہے سب کو عزیز
تلخی صورت سے بکتے نہیں بادام خراب

اہل باطن کو تو گالی ہے دوائے نخوت
دینے والوں کو مگر زہر ہے دشنام خراب

کون کہتا ہے کہ بے عیب ہے تہذیب جدید
سب سے بڑھ کر ہے قمار اور مے و جام خراب

ہند میں بھی وہی قرآن ہو وہی ملت ہیں
تخم اچھا ہے مگر باغ میں ہیں آم خراب

اسکی رحمت پہ بھروسہ ہے عمل پر کیا ہے
کبھی آغاز ہے اچھا کبھی انجام خراب

کام وہ ہے کہ نہیں جس میں صلہ کی امید
طالب فائدہ قوم کا ہے نام خراب

یاد میں تیری نہ گزرے تو ہو برباد وہ عمر
سال و مہ ہفتہ و شب و روز سحر شام خراب

قیمتی عمر ہوئی صرف حصول دنیا
لو ہی چیزیں جو ملیں بھی تو ہوئے دام خراب

نسبت حق سے عبادت ہیں جہان میں سب کام
شرکت نفس سے ہیں خیر کے بھی کام خراب

تزکیہ نفس کا سوچ سے بھی بہتر ہے مجب
دل جو میلا ہے تو ہے جامۂ احرام خراب

عشق میں دل ہی سے مثل ہا دسرگوشی ہے خوب
صورت گل گلشن عالم میں خاموشی ہے خوب

رونق دنیا ہے غفلت اور ہشیاری سے زہر
عقل کامل سے مخرب اور مدہوشی ہے خوب

ہوش میں آئے تو ویرانی ہی دیکھی ہر طرف
اپنا یہ خواب گران اپنی یہ بیہوشی ہے خوب

امتیاز غیریت ہی سے یہاں تکلیف دہ
ہے خودی سب سے بری اور خود فراموشی ہے خوب

اہل دنیا کی پریشانی سے بچنے کے لیے — گوشۂ عزلت ہے بہتر اور خاموشی ہے خوب

جز خدا جن کو نہیں دنیا سے دون سے کچھ غرض — اُن کو زیبا ہے تجرد اور روپوشی ہے خوب

دھو شراب عشق سے سجدہ کا پیشانی سے داغ — زہد صد سالہ سے اک ساعت کی مے نوشی ہے خوب

ہے ریاکاری سے بہتر رند سے اہل صفا — ظاہری صوم صلوٰۃ حج سے مے نوشی ہے خوب

اس چمن میں نالۂ بلبل سے ہے خود دام ہلاک — صورت باد صبا ہر گل سے سرگوشی ہے خوب

پی شراب عشق جس کی تا ابد مستی رہے — دین و دنیا میں یہی تو ایک مے نوشی ہے خوب

وصل میں اُس شوخ کے ہیں آفتیں صدہا عجب
دل میں تصویر خیالی سے ہم آغوشی ہے خوب

خود نمائی سے نمایش سے عمل پوشی ہے خوب — نیت خالص ہے بہتر اور خاموشی ہے خوب

اہل دل سے کیجیے ظاہر خیالات دلی — صحبت نا اہل میں ہر طرح خاموشی ہے خوب

اہل دنیا کی یہ ہشیاری وبال جان ہے — جس سے راحت ہے وہ غفلت اور بیہوشی ہے خوب

خار ہے پہلوے گل میں تا کہ ہو باہم تمیز — اس جہان میں شادی و غم کی ہم آغوشی ہے خوب

جا کے لندن میں پڑھیں آکر کریں نادان سے عقد — لندنی عالم کی جاہل کی ہم آغوشی ہے خوب

قدردانی کے عوض ہو جس جگہ خوف ضرر — عیب پوشی کی طرح اس جا ہنر پوشی ہے خوب

عیش میں سختی کی عادت ہو تو سختی بھی ہے عیش — منقلب جب دہر ہے غم سے ہم آغوشی ہے خوب

عورتوں کو جس جگہ سر کھولے پھریں بے حیا — اس جگہ عورات کی مردوں سے روپوشی ہے خوب

حبس نسوان کی مضرت پر عبث ہے چیخنا — جب مخالف ہو نہ ملک و قوم خاموشی ہے خوب

ہے رواج عام پہ ہر جا حجاب تہذیب ملک
اجنبی پوشش سے اپنی بادلہ پوشی ہے خوب

اہل دنیا تو ہیں سب اس خواب ہستی میں خراب — اہل دل دیکھے نہیں اس دار ہستی میں خراب

اس خرابہ میں خرابی کے سوا کیا اور ہے — کوئی عشق رد میں کوئی تن پرستی میں خراب

کچھ خدا کی یاد بھی دنیا کے دھندون مین رہے — خانۂ دل کو نہ کیجے گھر گرستی مین خراب

ایک ہی رنگ سیہ گوہر مین ہو یا کانچ مین — ہے وہی جنس گران مین جو سستی مین خراب

ہر خدا گرچہ بت ہے خواہ جنت ہو کہ نفس — زاہد معترض بھی ہے بت پرستی مین خراب

ہو تجرد سے ہم آغوش اور علائق سے جدا — دل ہے دنیا سے بھی معمور اور ہستی مین خراب

نیست کو سمجھے ہین ہست اور ہست کو سمجھے ہین نیست — اہل دنیا فلسفی دونون ہین ہستی مین خراب

عشق سے آباد ہی دل ہے محب اس شہر مین
بے چراغ سوز الفت گھر ہے بستی مین خراب

جس قدر اہل دول ہین تن پرستی مین خراب — اس قدر مفلس نہین ہین تنگدستی مین خراب

لقمۂ تر سم قاتل ہے فقیرون کے لیے — صحبت اہل دول ہے فاقہ مستی مین خراب

طالب دنیا و دین دونون کا انجام ایک ہے — زر پرستی مین ہے وہ یہ خود پرستی مین خراب

گر حکومت ہو تو ہو اخلاق اعلے چاہیے — اہل دل ہوتے نہین اس دار ہستی مین خراب

ٹھوکرین غفلت سے جو کھاتی ہین قومین مگر — کچھ سنور جاتی ہین کچھ ہوتی ہین پستی مین خراب

ہندؤن کے ہین اعلی گھر گرستی کے اصول — ہو نہین سکتی ہے جس سے قوم پستی مین خراب

ہو تنعم مین بھی طرز زیست وہ سادہ محب
آسمان سے بھی نہ ہو جو دور ہستی مین خراب

باب الباے فارسی

بات کہہ کر کیون مکر جاتے ہین آپ — جھوٹ مین کتنا مزا پاتے ہین آپ

سامنے غیرون کی خود آتے ہین آپ — دیکھتے ہی ہم کو چھپ جاتے ہین آپ

ذکر غیرون کا ہمارے سامنے — عاشقون کو خون رلواتے ہین آپ

سرمگین نظرین تو ہین یہ برچھیان — قتل کرتے ہین کہ شرماتے ہین آپ

بے وفائی آپ کی لاتی ہے رنگ — جب کسی کو باوفا پاتے ہین آپ
آپکو معلوم ہے وہ دل کی بات — کیون زبان سے میرے کہلواتے ہین آپ
خود تڑپتا ہے یہ مشتاق جمال — منہ چھپاکر اور تڑپاتے ہین آپ
کیا اسکیلیے آپ جاتے ہین کہین — دل ہمارا ساتھ لے جاتے ہین آپ
کسقدر پردہ کا رہتا ہے خیال — خواب مین بھی جب کبھی آتے ہین آپ
وصل کے وعدے سے کردیتے ہین خوش — عاشقون کو خوب بہلاتے ہین آپ
مجھ سے ناحق چھیڑ کرتا ہے رقیب — گالیان کیون اُسکو دلواتے ہین آپ
غیر پر یہ بخششین لیکن ہمین — ایک بوسہ کو بھی ترساتے ہین آپ
بتکدہ مین بت ہو کعبہ مین خدا — کافر و مومن کو لڑواتے ہین آپ
ہے کہان شیطان و آدم کا وجود — خود بتاکر راہ بھٹکاتے ہین آپ
سامنے آتے نہین لیکن جھلک — آڑ سے چلمن کے دکھلاتے ہین آپ
آپ پہلو سے تو اُٹھتے ہین مگر — کیا ہمارا دل بھی لے جاتے ہین آپ
چاند سورج سے بھی کرتے ہین حجاب — صحن مین تشریف جب لاتے ہین آپ

ہے محبت مین محب کچھ تو مزا
نا امیدی مین بھی جی پاتے ہین آپ

مجھ سے ناحق وصل کا وعدہ کیا کرتے ہین آپ — غیر کا جب اسقدر دن رات دم بھرتے ہین آپ
ایک دل مین دو کی الفت کی تو گنجایش نہین — غیر پر مرتا ہے وہ اور اُسپہ پھر مرتے ہین آپ
آپکو دیکھو ذرا اور اُس بتِ مغرور کو — پوچھتا ہی وہ نہین پھر اُسپہ کیون گرتے ہین آپ
آپ کو مرنے کی جینے کی اُسے پروا نہین — بے وفا بے درد پہ پھر کسلیے مرتے ہین آپ
ہر قدم پر آفتون کا سامنا ہوگا ضرور — راہِ الفت مین تو جلدی سی قدم دھرتے ہین آپ
وعدہ کرکے آپ پھر جاتے ہین یہ بیجا نہین — خون میری آرزو کا کیون کیا کرتے ہین آپ

مال جب اچھا نہیں رکھنے سے اسکی کیا حصول — دل کو لیکر پھر کبھی واپس نہیں کرتے ہیں آپ

روح باقی ہے توجہ کیجیے اسکی طرف — اس تن خاکی کی مرجانے سے کیوں غش کرتے ہیں آپ

جب نہیں دل میں کسیکی سرد مہری کا خیال — سانس ٹھنڈی دم بدم پھر کسلیے بھرتے ہیں آپ

عیش دنیا میں نہیں جب حضرت حق کا خیال — جانور کی طرح اس میدان میں چرتے ہیں آپ

ڈال دیجیے گردن دلدار میں باہیں محب
جب محبت ہے اُسے پھر کسلیے ڈرتے ہیں آپ

کوئی کرتا نہیں بے حکم قضا آپ سے آپ — نہ محبت نہ عداوت نہ وفا آپ سے آپ

حسن خود آپ سکھاتا ہے حسینوں کو جفا — ہوش آتا ہے تو آتی ہے ادا آپ سے آپ

چشم ظاہر سے محرک نہیں آتا ہے نظر — کہیں چلتی بھی ہے دنیا میں ہوا آپ سے آپ

نہ وہ پہلی سی محبت نہ وہ باتیں نہ وہ پیار — بے سبب مجھ سے ہیں کیوں آپ خفا آپ سے آپ

اپنے اعمال ہی لاتے ہیں بلائیں ہم پر — کسپہ کرتا ہے فلک جور و جفا آپ سے آپ

کیوں اٹھاتا ہے دوا اور دعا میں تکلیف — وقت آتا ہے تو آتی ہے شفا آپ سے آپ

راست تدبیر بھی تقدیر پہ پلٹ دیتی ہے — کوئی کرتا بھی ہے دنیا میں خطا آپ سے آپ

نہ فقیروں کی خوشامد نہ مشائخ سے غرض — دل میں الفت ہے تو آئیگا خدا آپ سے آپ

بولتا کون ہے اندر سے ترے او نادان — بانسری سے نہیں آتی ہے صدا آپ سے آپ

حکم ہوتا ہے وہی کرتا ہے معشوق سلوک — کوئی کرتا بھی ہے عاشق پہ جفا آپ سے آپ

رازِ الفت نہ کہے تم سے محب وہ نہ کہے
باہر آجائیگا پردے سے خفا آپ سے آپ

باب التاے

حسرت یہی ہے دل میں کہ دل ہو فدائے دوست — آنکھوں کی آرزو ہے کہ ہو خاکپائے دوست

راحت چھپی ہوئی ہے مصیبت کی آڑ مین — در پردہ مین لطف و کرم ہے جفائے دوست

آنکھین کھلین تو عیب ہنر سے بدل گئے — اپنی نظر مین آ تو ہنر ہے خطائے دوست

انمول دوستی ہے محبت کی قدر کر — دونو جہان بھی نہین ہرگز بہائے دوست

الفت پہ سب فدا ہین سچی ہو کہ ہو کھیل — ہے جان و مال دوست جہان مین برائے دوست

بزم طرب ہو باغ ہو صحرا ہو یا مکان — سنتے ہین گوش دل سے ہر اک جا صدائے دوست

ہمکو تو سوجھتا نہین دنیا مین کوئی عیب — اہل جہان ہین دوست ہنر ہے خطائے دوست

پردے سے بھی جھانک کر دکھانے مین عار ہے — ہے دوستون کے ساتھ یہ ناز و ادائے دوست

ہمدرد ہین وہ لوگ جو غیرون پہ ہین نثار — کیا فخر ہے جو دوست کہین ہین فدائے دوست

سمجھو نہ اس مقام کی حالت کبھی درست — دشمن کا گر قیام کہین ہو بجائے دوست

جیسے تمیز دوستی و دشمنی نہین — امداد دوستی سے جو ہر ہو سر آئے دوست

ہوتا ہے دوستون کا بلاؤن مین امتحان — لیتا ہے سر پہ دوست خوشی سے بلائے دوست

بے شکر باغ دہر مین حاصل نہین ثمر — سر مین ہر ایک گل کی بھری ہے ہوائے دوست

جاتے ہین روز کوچہ جانان مین اسلیئے — آنکھین ملین جو کہین نقش پائے دوست

نظرون مین دشمنون کے ہنر بھی ہے عین عیب — ہر دوست کی نظر مین ہنر ہے خطائے دوست

آنکھین کھلین جو دل کی تو معلوم یہ ہوا — ہر آن نت نئی ہے بدن پہ قبائے دوست

ہوتی ہین دوستون پہ کہان مہربانیان — جب تک نہ امتحان مین آئے وفائے دوست

ہم تو رقیب کو بھی سمجھتے نہین عدو
کم دوست سے نہین ہے محب آشنائے دوست

کہو نہ بزم مین غیرون سے جھک کر کان مین بات — کہ لوگ اپنی سمجھتے ہین اپنے دھیان مین بات

تمہارے عشق نے بوڑھون کو کر دیا ہے جوان — کسیکے آ گئی یہ وہم مین گمان مین بات

کبھی وصال کا وعدہ کبھی ہے صاف انکار — برنگ چرخ بدلتی ہے آن آن مین بات

مریض ہجر کو دم میں جلا دیا اُس نے | کہی جو وصل کی چٹکلے سے مرے کان میں بات
رہا سکوت ہی خلوت میں دونو جانب سے | کہ جیسے ہوتی ہے معیوب امتحان میں بات
جو لوگ کہتے ہیں وعدہ خلاف اُنکو کہیں | مری مجال کہوں بن یہ اُن کی شان میں بات
یہاں یہ حسن کے جلوے وہاں ضیاے نجوم | کہاں زمیں کی آتی ہے آسمان من بات
خدا ابھی سنتا ہے دیوار و در بھی سنتے ہیں | کہو نہ عیب کی چھپکر بھی تم مکان میں بات
جو ہوتا ماہ وہ خورشید رات کو آتا | نہ آتے دن کو بھی آئیگی یہ گمان میں بات
کمال صدق و صفا سے یہ دی سخن کو فروغ | کہ لب پہ آتے ہی مشہور ہو جہان میں بات
کسیکا عیب کسی سے بیان نہ کر غافل | پہنچ ہی جاتی ہے خود آپ اُڑ کے کان میں بات

محب سے پوچھ محبت کے لطف پنہانی
بغیر عشق نہ آئیگی یہ دھیان میں بات

باب الثاے ہندی

جب سلسلۂ رشتہ اغیار گئے ٹوٹ | فارغ ہوا دل قفل در یار گئے ٹوٹ
بے جسم نہیں روح کو اعمال کا موقع | آواز کہاں ساز کی جب تار گئے ٹوٹ
اک شب کی عروسی یہ ہے یہ نازگلون کو | باسی ہوے ہوتے ہی سحر ہار گئے ٹوٹ
ہے دل میں پس از مرگ بھی کیا جذب محبت | تیر انکو نکالا بھی تو سوفار گئے ٹوٹ
اس حلقۂ گیسو میں ہوا دل جو گرفتار | دین چھوٹ گئے سبحہ و زنار گئے ٹوٹ
ہے کون تہ خاک جگر سوختہ یارب | اک آہ شرربار میں کہسار گئے ٹوٹ
دنیا کے بکھیڑون سے رہائی ہوی حاصل | جب خانۂ تن کے در و دیوار گئے ٹوٹ
آسان نہیں امارگی نفس پہ قابو | باندھے سے گئے جو بند وہ ہر بار گئے ٹوٹ
اثمار کی اس باغ میں کی لاکھ حفاظت | ثابت رہے دو چار تو دو چار گئے ٹوٹ

سختی سے جو بچا ہے تو سختی کی ہو عادت | جب پاؤں ہوئے سخت تو خود خار گئے ٹوٹ
تھا حسن پردہ نشیں صورت کو جہاں تک | سب ناز سر مژگان بیمار گئے ٹوٹ

بیٹھے ہی محب جام مئے عشق دل آرام
سب رشتۂ اغیار دل آزار گئے ٹوٹ

صبر و رضا سے دن مصیبت بلا کی کاٹ | پڑتے ہیں اوچھے ہو تیغ قضا کی کاٹ
کبر و غرور چھوڑ کہ ہو قرب حق نصیب | ذلت سے [illegible] خدا کے کاٹ
گر چاہتا ہے سیر سموات و عرش و فرش | پر احتساب و صبر سے حرص و ہوا کی کاٹ
دل کو ہر ایک رسم سے دنیا کی پاک کر | پھندے پاؤں سخت سے دام بلا کی کاٹ
دیدار ہو تو جان کے جانے سے غم نہیں | سر عاشقوں کی کاٹ تو صورت دکھا کی کاٹ
بس مدعائے دل کہیں یا نہ پھر ملیں | تھوڑی سی ہے رات یار نہ باتیں بنا کی کاٹ
ہے منزل فنا ہی میں ملک بقا کی سیر | یہ راہ عشق میں بھی مصیبت اٹھا کی کاٹ
کم جرم قتل سے نہیں حق کی مخالفت | سچ بات کو نہ بزم میں باتیں بنا کی کاٹ
مر جائے زیست سچ کی حمایت میں گر ملے | سر تن سے ایک وار میں جور و جفا کی کاٹ
غیر از خدا کسی سے نہ رکھ خیر کی امید | رشتے تمام خلق سے مہر و وفا کی کاٹ
لائق ہو قید بند کی بدکار بد سرشت | بد عیب زن کے پاؤں گھر میں بٹھا کی کاٹ
ہو جائے اور دست حنائی کا رنگ لال | سر عاشقوں کے کاٹ تو مہندی لگا کی کاٹ

گھر میں بغیر دوست نہیں لطف کچھ محب
دن زندگی کے کوہ بیابان میں جا کی کاٹ

باب الثاے

کچھ بھی کرتا نہیں اب جور و جفا کیا باعث | آج ہم سے ہوا کیوں یار خفا کیا باعث

شربت وصل سے کچھ کم نہ تھا آب خنجر — ہم پہ ہوتے ہیں اب جور و جفا کیا باعث

وہ صفائی وہ مروت وہ محبت نہ رہی — تمھیں بتلاؤ ہمیں بہر خدا کیا باعث

ہو گیا بلبل شیدا ہی سے روپوش وہ گل — رخ بدلنے لگی گلشن کی ہوا کیا باعث

میرے دل کی نہیں یہ آہ تو پھر شور ہے کیا — در و دیوار سے آتی ہے صدا کیا باعث

جون عشاق کیا کرتے ہیں معشوق مدام — شوق سے ذوق ہے بے جرم و خطا کیا باعث

دیکھ توبہ کا بھی ملتا ہے عدالت میں ثبوت — کبھی ہوتی نہیں مجرم کو سزا کیا باعث

مائل حق ہے ہر اک گبر و مسلمان جیسے — جانب قبلہ رخ قبلہ نما کیا باعث

ضعف میری سے تو گھٹتا ہے بدن ہر لحظہ — اور بڑھتی ہے بہت حرص و ہوا کیا باعث

وہ مسیحا ہے میں بیمار محبت ہوں مگر — میری کرتا نہیں کچھ بھی وہ دوا کیا باعث

شام کا وعدہ تھا آیا نہ سحر تک وہ صحب
جھوٹ ہم سے تو نہ کہتا تھا ہوا کیا باعث

باب الجیم

کتنا جواب صاف ملا بے وفا سے آج — مایوس جان لب پہ ہے امید شفا سے آج

کل تک تھا ان کو میری محبت میں کیا غلو — آتے ہیں مجھ سے پیش وہ جور و جفا سے آج

مقبول ہر دعا ہے مگر صبر چاہیئے — لازم نہیں کہ کام بر آئے دعا سے آج

کل بعد مرگ بھی نہیں دوزخ سے ہے نجات — پائیں یہاں نجات جو حرص و ہوا سے آج

کل دیکھئے گا آپ کو دیتا ہے کیا دغا — رکھئے ارتباط تو اس بے وفا سے آج

کل گل وہ تھا جو پاس تو دل باغ باغ تھا — دل کی کلی کھلی نہ ذرا بھی صبا سے آج

جلتے ہیں بن سنور کے خدا جانے کس طرف — برپا کریں گے ایک قیامت ادا سے آج

راہ عدم میں کل نہ بھٹکتے پھرو کہیں — جو پوچھنا ہو پوچھ لو تم رہنما سے آج

غیروں سے التفات مجھ سے نہیں کلام بیٹھے ہوئے ہیں پاس مگر ہیں خفا سے آج

اچھا ہوا کہ قطع محبت ہوئی محب

چھوٹے ہزار رنج و مصیبت بلا سے آج

باب الجیم فارسی

اس حسن کی تعریف میں ہے میرا بیان ہیچ
بہتر ہے جو ہستی وہ کمر ہیچ دہان ہیچ

جس پیر میں ہو عشق جوانوں سے وہ بہتر
دل میں نہ محبت ہو تو خیز جوان ہیچ

سایہ بھی درختوں کا ہے جنت جو خوشی ہو
دل کو نہیں راحت تو جواہر کا مکان ہیچ

حق جان جہان اور جہان جان کی صورت
بے یاد خداوند جہان کار جہان ہیچ

ہے ذاکر و مذکور وہی ذات مقدس
بے ذکر خدا ہیچ دہان اور زبان ہیچ

زاہد سے و معشوق ہے مقصود عبادت
بے ان کے تو سب کوثر و فردوس جنان ہیچ

وہ ہست ہے تو نیست ہے پھر دعوی شہرت
بے بود کا بے اصل کا سب نام و نشان ہیچ

موجود ہے سب ظاہر و باطن وہی اک ذات
پھر غیر کا دل میں یہ تیرے وہم و گمان ہیچ

جز حق مجھے آتا نہیں عالم میں نظر اور
آنکھیں ہوں تو خود دیکھو تشریح و بیان ہیچ

دنیا میں دھرا کیا ہے جو عقبے میں ملے گا
اور مجھ سے جو پوچھو تو یہاں ہیچ وہاں ہیچ

سمجھے تھے محب اپنا ولی دوست اسی ہم

معلوم ہوا دوستی اہل جہان ہیچ

باب الحاے

ہمارا اُن کا تعلق ہے جسم و جان کی طرح
ہم اور وہ ہیں جہان میں عیان نہان کی طرح

نہ رکھ امید ثمر اس چمن کے پودوں سے
ریاض کر نہ امیدوں پہ باغبان کی طرح

چمن یہ رنگ بدلتا ہے ہر گھڑی غافل — نہ مکان کوئی تنکون کا آشیان کیطرح

ملے گا اب کبھے جو وہ یار شوخ چشم ظریف — کہونگا حال دل زار داستان کیطرح

نمود و بود ہین یہ زندگی نہ کر برباد — مٹے گا نام تری ہستی کے نشان کیطرح

گئی نہ ہمت عہد شباب پیری مین — ہے سقل تیر بدن گرچہ ہے کمان کیطرح

زمین پہ جھکتے ہین جتنے بلند ہوتے ہین — خمیدہ پشت ہین اہل دل آسمان کیطرح

سلامتی ہے اسی مین کہ ہو رہے خاموش — جو غیر جنس کے حلقے مین ہو زبان کیطرح

محل مین ہمکو اجازت نہین ہی آنے کی — رہین گے بیٹھ ترے در پہ پاسبان کیطرح

ہمارے عشق کی اسکو خبر ہوئی کیونکر — رہے خموش بہت ہم تو بے زبان کیطرح

قدیم روح ہے کیا اسکو انقلاب کا خوف — شکست و ریخت ہی اجسام مین مکان کیطرح

چھٹے علایق دنیا سے جب ہوے آزاد — خزان کا خوف نہین سرو بوستان کیطرح

اسی مین خوش ہین کہ جس حال مین خدا رکھے — غلام حرص نہین طالب جہان کیطرح

کبھی وصال کا اقرار ہے کبھی انکار — ہمیشہ رنگ بدلتے ہین آسمان کیطرح

محب ہے درد محبت مین بھی عجب لذت
نہین ہے رنج جدائی غم جہان کیطرح

وہ دکھاتا ہی نہین مجکو ادا اچھی طرح — قتل ہو جاؤن تو ہو کس پر جفا اچھی طرح

گوش دل کھلتے ہین جب یہ بند ہو جاتے ہین کان — غیب سے آتی ہے کانون مین صدا اچھی طرح

کور چشمون کو دکھاے حسن اپنا کیا حسین — عاشقون کو وہ دکھاتا ہے ادا اچھی طرح

آپ پر شیدا ہوا ہے یہی اسکی سزا — اس دل ناشاد پر کیجے جفا اچھی طرح

بے وفائی کا کوئی پہلو اٹھا رکھین نہ آپ — وعدۂ خدمت کرین گے ہم وفا اچھی طرح

مجھ سے تیغ ناز کے زخمون کی کچھ لذت پوچھ — تا ابد رکھے تجھے قاتل خدا اچھی طرح

رخ بدل دیتا ہے کوئی تو طمانچے مار کر — چال جب چلتی نہین باد صبا اچھی طرح

چھوٹے وعدوں سے بھی ہٹتا ہی کہیں عاشق کا دل
امتحاں لینا ہے تو دیجے دغا اچھی طرح

عمد اور سہو و دونوں اصل مین گو ایک ہیں
ہیں صفات و اسم مین لیکن جدا اچھی طرح

سب درختوں کو گراتی ہین کہاں آندھیاں
جانتی ہے نیک و بد کو بھی ہوا اچھی طرح

چھوڑے دامن نہ ابکی وہ جو ملجاے محب
ایک دن تو کیجئے اسکو خفا اچھی طرح

باب الخاے

زیست اب تو ہوگئی ہے ساقی گلفام تلخ
دے بھی دے زہر آب کا بھر کر مجھے اک جام تلخ

بات تو ہے ایک لیکن دو مخالف ہین اثر
مجھ کو شیرین غیر کو تیرے ہین یہ دشنام تلخ

جی مین آتا ہے لب شیرین کو چوموں بار بار
بات جب کہتا ہے منہ سے وہ بت گلفام تلخ

تیری فرقت مین عجب تلخی سے کٹتی ہے یہ عمر
صبح نصف الیوم۔ نصف اللیل وقت شام تلخ

حشر مین تم سے ملین گر وہ یہ قاصد نے کہا
بے مروت نے جو بھیجا بھی تو کیا پیغام تلخ

تیری آنکھین دیکھتے ہی دل جگر ٹکڑے ہوے
ہوگئے زہر ہلاہل مجکو دو بادام تلخ

عمر ہی کچھ تلخ کامی سے بسر کی ہجر مین
ہوگیا مجھ کو لحد مین بھی تو اب آرام تلخ

بوالہوس شیرین سمجھ کر جام الفت پی نہ جاے
یہ وہ مے ہے جس سے ہوتی ہین زبان و کام تلخ

زہر بھی ہاتھوں سے تیرے ہے مجھے آب حیات
اور دے ساقی مرے بھر کر مجھے ایک جام تلخ

غیر کو دیتے ہین بھر کر دم بدم جام شراب
اور مین مانگوں تو مجھکو زہر کا اک جام تلخ

قسمت اپنی ہے محب کیا کیجئے اسکا گلا
غیر کو شیرین مجھے دیتا ہے وہ بادام تلخ

باب الدال

مغفرت کی مرے کیجئے گا دعا میرے بعد
یاد رکھئے نہ مری کوئی خطا میرے بعد

ایک خوشنودی حق کا مجھے کافی ہے خیال
لوگ جو چاہیں کہیں مجھ کو برا میرے بعد

سختیاں عشق کی جھیلیں تو دعا دینے یہ کی
کوئی جھیلوں نہ ہو دنیا میں خدا میرے بعد

خاک میری در جاناں سے نہ اڑ جائے کہیں
کوچۂ یار میں جانا نہ صبا میرے بعد

آپ عیسیٰ ہیں مرے آپ کا میں ہوں بیمار
آپکی آئے گی کس کام دوا میرے بعد

جانا یہ کہ مری روح کی گستاخی ہے
چومے گر پاؤں کو سوتی میں ہوا میرے بعد

خفگی آپ کی ہر بار اٹھاتے ہیں ہمیں
ہوجیے گا نہ کسی سے بھی خفا میرے بعد

منہ چھپائے ہوئے آتے ہیں جو تربت پہ مری
میری میت سے بھی کرتے ہیں حیا میرے بعد

آپ کرتے ہیں مجھے قتل تو کیجے لیکن
کس پہ کیجیے گا بتائیں تو جفا میرے بعد

اب تو کرتے نہیں کچھ قدر مری خدمت کی
یاد آئے گی تمھیں میری وفا میرے بعد

بوسۂ رخ بھی محب کو نہ ملا وصل کجا
وعدہ کیا حشر میں کیجیے گا وفا میرے بعد

باب الذال

نام میرے جو لگے یار کے آنے کاغذ
پڑھ کے آنکھوں سے لگا میں بھی لگائی کاغذ

یہ محبت ہے عدو سے کہ جب آتے ہیں خطوط
پڑھ کر رکھ لیتے ہیں سو بار سرہانے کاغذ

تھی محبت تو چھپاتے تھے مرے خط سب سے
اب تو غیروں کو لگے آپ دکھانے کاغذ

سطر دو ایک بھی لکھتے نہیں خط میں وہ مجھے
غیر کے جب سے لگے ڈاک میں آنے کاغذ

غیر کا وصل ہو جلدی یہ تمنا لیکر
آئے تربت پہ مری وہ یہ لگانے کاغذ

سوز دل خط میں جو اس حسن کے شعلہ کو لکھا
آگ ہو کر وہ لگا میرے جلانے کاغذ

کچھ تو پوشیدہ کسی غیر کے آتے ہیں خطوط
کیوں لگے آپ بتائیں تو چھپانے کاغذ

دم تحریر رقیبوں کو جو ہیں آ کھٹے — وہ لگا شرم سے جاذب پہ دبانے کاغذ
تیری الفت کے خطوں سے ہویت آتا ہے سرور — دیکھ لیتے ہیں کبھی ہم جو پرانے کاغذ
جوش گریہ کا لکھا خط میں عبث حال اسکو — لے گیا وہ مرا دریا میں بہانے کاغذ
لکھے خطوں میں اُسے دو قیمتی مضمون سمجھا
کہ زر سرخ کے ہو جائیں خزانے کاغذ

باب الراے

دیدار یار گرچہ ہے روز شمار پر — عشاق جان دیتے ہیں اس انتظار پر
پوشاک نت نئی وہ بدلتے ہیں دم بدم — ہر آن باغ حسن ہے اُن کا بہار پر
دو مے پلا کہ فکر دو عالم سے ہو نجات — ترجیح ہے سرور کو واعظ خمار پر
آتی ہے یاد قوت بازوے اتفاق — پڑتی نظر ہے چیونٹیوں کی جب قطار پر
گھر دوڑ میں کلب میں علانیہ ہے جوا — تہذیب کا مدار ہے اب تو قمار پر
ہم دیکھتے ہیں اُن کو شب و روز ہر جگہ — وعدہ ہے جن کی دید کا روز شمار پر
منصور سے مسیح سے پوچھو مقام وصل — معراج عاشقوں کی ہے سولی پہ دار پر
میدان عشق میں وہی ثابت قدم رہے — کرتے تھے لاکھ شکر جو قاتل کے وار پر
کرتے ہیں نیک بد کو بھی صحبت سے فیضیاب — سایہ فگن ہے دامن گل نوک خار پر
بے خلق و رحم ہیچ ہے سب جاہ و ملک و مال — زیبایش عروس ہے پھولوں کی ہار پر
اک ذات لاشریک پہ ایمان کا ہے مدار — لیکن یہان ہے پانچ پہ یا تین چار پر
ہے ثمرۂ حیات بشر عشق ذات پاک — وہ خاک ہے درخت جو آئے نہ بار پر
چونکے گی تا بہ حشر نہ غش سے محب کی روح
بھولے سے آئیں گے وہ کبھی گر مزار پر

کھلا آخر کو یہ رازِ نہانِ انسانِ کامل پر — کہ ہے پرتو فگن خورشیدِ ذات آئینۂ دل پر

جھلک دیکھیں تو کیا دیکھیں حجابِ نفس حائل ہے — شبِ دیجور کا پردہ پڑا ہے دل کی محمل پر

قرارِ رنگ و بوئے گل نہیں اکدم بھی جب بلبل — خدا جانے کہ پھر کیوں جان دیتی ہے عبث گل پر

ہماری رغبت و نفرت بھی باہر ہے ارادے سے — بنائیں لاکھ گو صورت مگر قابو نہیں دل پر

نہیں خطرے سے خالی صحبتِ اہلِ غضب ہرگز — پٹک دیتے ہیں آئینہ کو سنگین دل کبھی سل پر

عجب غفلت میں لطفِ زیست ہے کچھ کہہ نہیں سکتے — ہمیں آساں ہے ہر مشکل جو ہے دشوار عاقل پر

دلِ عشاق سے پوچھے کوئی قدر رخ انور — کریں قربان دو عالم ایک اس رخسار کے تل پر

نجات دو جہاں ہے ہاتھ سے اس شوخ کے مرنا — کہیں کرتے ہیں عاشق خون کا دعوےٰ بھی قاتل پر

دلِ زخمی نہ ہو کیوں شربتِ دیدار کا طالب — کہ ہو جاتی ہے غالب تشنگی سخت گھائل پر

ترے عاشق صدائے چرخ پر بھی وجد کرتے ہیں — سماع و وجد کب موقوف ہے ڈھولک پہ محفل پر

گرایا نفس نے عرشِ بریں سے قعرِ پستی میں — برستا ہے سماں عبرت کا اب تک چاہِ بابل پر

رجوعِ قلب ہو تو غیب سے تائید ہوتی ہے — خدا کو یاد کر لے بندۂ مجبور مشکل پر

جو دانا ہیں وہ مال و جاہ سے پرہیز کرتے ہیں — مگر دیتے ہیں ناداں جان اس زہرِ ہلاہل پر

محب پیری میں یہ کیا حسن و وصل و ہجر کی باتیں
جوانی میں ہنسا کرتے تھے تم تو عشقِ کامل پر

نہیں موقوف دیدارِ خدا کچھ آنکھ کے تل پر — جو اس عالمِ امکان بھی قائم ہے اسی دل پر

نہیں تعلیمِ اعلیٰ سے بھی جب اخلاقِ ربانی — تو پھر کس بات میں ترجیح ہے عالم کو جاہل پر

سمجھ کر سوچ کر لکھیے مفیدِ قوم کچھ باتیں — مذاقِ عام ہے اب منحصر دلچسپ ناول پر

ڈھنڈورا پیٹنے سے بھی نہیں ہوتی کوئی شہرت — نظر پڑتی ہے خود دنیا کی ہر انسانِ کامل پر

ستم ہے عورتیں پردے میں دنیا سے رہیں جاہل — وبالِ جان ہے یہ جنسِ نسواں مردِ عاقل پر

تعجب ہے کہ اہلِ ہند سے ہو پرلما خالی — کریں انگلینڈ میں بحثیں احاطۂ ہند کے بل پر

جو عالی حوصلہ ہیں بحر میں خود کو ڈبوتے ہیں
کھڑے رہتے ہیں کم ہمت یونہیں افسوس ساحل پر

خدا محفوظ رکھے اصل بدکاری ہے بیکاری
مسلط ہو نہیں سکتا ہے شیطاں مرد شاغل پر

جھڑکنا ڈانٹنا گرچہ نہیں زیبا فقیروں کو
حرام محض ہے لیکن سوال رزق سائل پر

فری تعلیم جب دیتے نہیں ہر جا مدارس میں
تو پھر کیا جہل کا الزام ہے اس قوم غافل پر

چہکتے ہیں بہت جا بجا کے گلشن میں نہیں اچھا
بچائیں حضرت صیاد سے اپنے عنادل پر

زباں اپنی ہے جو چاہیں کہیں کیا فائدہ اس سے
نظر پڑتی ہے گہری ہر جگہ اعمال نائل پر

رواج و رسم میں جکڑے ہوئے کیونکر بچی چھوٹیں
کہ دام حبس نسواں اور ہے بند سلاسل پر

گھروں میں عورتوں کی ہر جگہ تعلیم ممکن ہے
سمجھے ہیں قوم کے نافہم کچھ اس رسم باطل پر

ادھر ہے قحط کی آفت ادھر افلاس کی کلفت
خدا کی ایک رحمت ہے وبا اس قوم بسمل پر

ترقی بے علوم مغربی ممکن نہیں ہرگز
نہیں کچھ فخر اہل شرق کو تحصیل حاصل پر

حقوق ملک کی تحصیل میں تیزی نہیں اچھی
بہت کم تیز رو پہنچے ہیں دشواری سے منزل پر

محبت میں محب بیتابی دل ضبط کرتے ہیں
تڑپنے میں بھی یہ ڈر ہے کہ آنچ آئے نہ قاتل پر

ہم تن ہیں اور جان سے وہ پھر ہمیں ہے دور
ویران وہ مکاں ہے رہے جو مکیں سے دور

باتیں بنائیں اہل خوشامد کا ہے شعار
رہتے ہیں اہل صدق چناں و چنیں سے دور

ہے سحر چشم یار ادائیں غضب کی ہیں
دل کو بچا کے رکھ نظر شرمگیں سے دور

راحت جو چاہتا ہے تو دونوں جہاں کو چھوڑ
آسودگی ہے حلقۂ دنیا و دیں سے دور

خورشید جل رہا ہے بجھا آج تک نہیں
پھر کیوں نہ عرش ہو نفس آتشیں سے دور

کیا جانئے کہ قبر ہماری کہاں بنے
نزدیک یہ مکاں ہے یا ہے مکیں سے دور

دل سے خیال یار کی دوری محال ہے
ممکن نہیں کہ اہل زمیں ہوں زمیں سے دور

دل سے مل کے پھر جدا ہوں یہ ممکن نہیں محب

ہے قرب ہر طرف سے نہین ہین کہین بھی دور

سر دیا رہے بہ ہوش رخ یار دیکھکر — سو بار غش مین آیا ہون اکبار دیکھکر

کیا کیجئے علاج کہ اب تو طبیب بھی — گھبرا رہے ہین حالت بیمار دیکھکر

اہل نظر کھنڈر سے بھی لیتے ہین کچھ سبق — گرتے ہوون کے منہدم آثار دیکھکر

دیوانگی بخیل کی ثابت ہوئی مجھے — سرخ و سفید سنگ کے انبار دیکھکر

بڑھتی ہین رزم گاہ مین شیرون کی جراتین — جاتے ہین کھیل جان پہ تلوار دیکھکر

ثابت ہوا کہ رونق عالم ہے اختلاف — پہلو سے گل مین نیشتر خار دیکھکر

آنکھون مین پھر گئی وہ ترقی اہل دین — گرتے ہوے وہ گنبد و مینار دیکھکر

کھلتی نہین ہے چشم بصیرت بغیر عشق — ثابت ہوا یہ مصحف رخسار دیکھکر

لیتے ہین عقلمند ہر ایک قوم سے سبق — رکھتے ہین پاؤن دہر کی رفتار دیکھکر

یاد آگئین وہ علم کی دلچسپ صحبتین — تیرے مکان کے در و دیوار دیکھکر

تصویر یار ہجر مین تسکین ہے محب
جیتے ہین مر کے صورت دلدار دیکھکر

ہر اک حیوان سے ہے دنیا مین قایم اپنی فطرت پر — مگر یہ حضرت انسان ہین قربان رسم عادت پر

نہین رکھتے قدم بھولے سے بھی راہ محبت پر — مثال کوہ ہین ثابت قدم لیکن عداوت پر

وہ انسان ہین جنھین اپنے رقیبون سے بھی الفت ہے — دم دے جان لی لیتے ہین لیکن اس رقابت پر

بجز جہل و تعصب گر نہین ہین جوہر ذاتی — تو بے جا ناز ہے پھر باپ دادا کی شرافت پر

رسالت چاہتا ہے گر تو کر مخلوق کی خدمت — پیمبر جان دیتے تھے اسی اشرف عبادت پر

حقیقت ایک ہی سب کی خدا ہو یا کوئی بت ہو — ہنود و کافر و گبر و مسلمان سب ہین وحدت پر

خوشی اس زندگی کی کاہلون کو ہو نہین سکتی — کہ راحت آدمی کی منحصر ہے شغل و محنت پر

نہ ہار ہمت خدا کرتا ہے نیکون کی مدد ہر دم — رفاہ خلق کے سب کام ہین موقوف ہمت پر

خدا کو چاہتے ہیں جو مسلماں کئی دل سے | نہیں کرتے عبادت ہم کوئی امید جنت پر
ہمارے امتحان صبر کی کچھ حد بھی ہے ظالم | نئی آفت پہ آفت ہو مصیبت ہو مصیبت پر
جو عاقل ہیں رفاہ عام کے وہ کام کرتے ہیں | جو جاہل ہیں وہ اپنی جان دیتے ہیں شہرت پر
محب قوم کو تحسین و آفریں کی ہے پروا | نہ فخر و ناز عزت پر نہ کوئی رنج ذلت پر
یہی تعلیم دلوائے گی آزادی اسیروں کو | قفس میں دیکھنا اک دن نکالے گی یہ عورت پر
غلامی حبس دایم پائمالی اور مجبوری | کہوں میں کیا کہ کیا کیا ظلم ہے اک ذات عورت پر
قفس میں بند عورت ہے نہیں کچھ کم یہ شدت سے | نکالے گی کوئی کیا اس سے بڑھ کر اور وحشت پر
زنا و فحش سے یہ بستیاں کیوں کر نہ ہوں ویراں | کہ قایم ہے تمدن گھر یہ گھر قایم ہے عفت پر
ہیں چاروں ستونوں پہ ہی قائم ملک کی دولت | حکومت پر صناعت پر زراعت پر تجارت پر
شجاعت اور علم و فن ہی سے قوموں کی عزت ہے | ذلیل و خوار بزدل ہیں جو قانع ہیں تجارت پر
مدارس میں فلاحت کی نہیں تعلیم حیرت ہے | کہ اہل ہند کی ہے منحصر روزی زراعت پر
ترقی قوم کی دولت یہ دولت علم و فن پر ہے | مدارس پر تعلم ہے تعلم اہل حکمت پر
گزارے عمر بے جرم و خطا یہ قید خانے میں | کوئی اس سے بھی بڑھ کر ظلم ہوگا اور عورت پر

محبت پر دل و جان سے ہو کیونکر محب قرباں
کہ بنیاد تمدن بھی تو قایم ہے محبت پر

اب انکے خیالات ہیں کچھ اور نظر اور | دے مجکو بھی یارب کوئی دل اور جگر اور
عالم میں اسی ایک کے ہیں مختلف اشکال | ہم اور زمیں اور فلک اور قمر اور
ہر روز وہ ملتے تھے مگر اب نہیں ملتے | وہ شام و سحر اور تھے یہ شام و سحر اور
پیری کا نہ غم ہے نہ کوئی موت کا کھٹکا | بے فکر ہیں اور کوئی خوف و خطر اور
آیا جو نظر بام پہ وہ چاند سا چہرہ | سب دیکھ کے بولے کہ وہ نکلا ہے قمر اور
اجزائے شجر دیکھ کہ وحدت میں ہے کثرت | اصل اور ہے برگ اور ہیں گل اور ثمر اور

رکھتے ہیں اہلِ ہمت ارادہ دل میں ہے اس سے بھی مقصود زیادہ کوئی گھر اور

اس دل ہی میں کر لیتے ہیں ہم سیرِ دو عالم یہ اور سیاحت ہے وہ ملکوں کا سفر اور

رکھتے ہیں وہی ایک زبان کا ثبات اے ق ہیجوں کی اگر بات کا ہوتا ہے اثر اور

ظاہر کو تو سب دیکھتے ہیں اہلِ حساب ہوتی ہے مگر اہلِ بصیرت کی نظر اور

الفت میں محب جان بھی جائے تو نہیں رنج
کچھ اور ہے دنیا کی مضرت یہ ضرر اور

جز حسرتِ دیدار نہیں دل میں نہاں اور کیجے نہ مری پاک محبت پہ گماں اور

آتا ہے جو کچھ دل میں وہ کہتے ہیں زباں سے آزاد ہیں رکھتے نہیں دل اور زباں اور

آتی ہے نظر جامۂ تہذیب میں وحشت نقال کا ظاہر تو ہے کچھ اور نہاں اور

غیروں کو ترقی ہے تو اپنوں کو تنزل اب تو ہے فلک اور زمیں اور زماں اور

ٹکسال کی تعمیر میں ناحق کو کیا صرف بنوائیں محاسب کے لیے بھی تو مکاں اور

رہتا ہے کہیں نقش پرستوں کا یہاں نام مٹتے نہیں تا حشر وہ ہیں نام و نشاں اور

جو کل تھا نہیں آج جو ہے آج نہیں کل ہر وقت نیا دور ہے ہر آن سماں اور

کیا زیست ہے بیکار پڑے رہتے ہیں گھر میں اس زیست پہ ہے اہلِ ریاضت کا گماں اور

الفت کو محب مار ہی جاتے ہیں مصر
ہوتی ہے محبت کی نظر اور زبان اور

باب الرائے ہندی

قطع الفت کو نکر جسم میں کچھ جان کو چھوڑ میرے ویرانہ میں اس شمع شبستان کو چھوڑ

بت پرستی بھی عبادت ہے جو ہو دل میں ثبات خاطرِ یار سے اسلام کو ایمان کو چھوڑ

بے خودی راہ محبت کی ہے پہلی منزل دیکھ رخ یار کا خطراتِ پریشان کو چھوڑ

بوالہوس مرتبۂ عشق بہت لطف ہے
عشق صادق ہے تو اس جسم کو اس جان کو چھوڑ

یار کی جو ہے رضا اس کو خوشی اپنی سمجھ
گر خواہش ہے تری وصل کے ارمان کو چھوڑ

شہ پان یاد رہی میں دولت و جاہ و منصب
پہلی منزل ہی میں اس سب کے سامان کو چھوڑ

جا کے شہروں میں تو یار کو اس آنکھ سے دیکھ
گشت غار و سر کوہ و بیابان کو چھوڑ

ذات سے اپنی رہ قائم ہے جہاں تک ہو
دست واحد کو پکڑ دامن امکان کو چھوڑ

خار اس گل کی نگاہوں میں ہوا تو آخر
خواہش وصل دل آزار گل و دامان کو چھوڑ

ہوگا شیطان کی پرستش سے خدا کا راہی
شہرت و عزت و نام اور ہوس شان کو چھوڑ

درد الفت ہی سے ہے دل کو محبت کی تسکین
تیر مارا ہے تو اس زخم میں پیکان کو چھوڑ

باب الزاے

باقی رہے ہیں زیست کے مہمات چند روز
کیا کیجیے تلافی مافات چند روز

ہوتے وہی ہیں شمع شب افروز بزم دہر
گھلتے ہیں محنتوں سے جو دن رات چند روز

خائن کو مرتشی کو ہیں عیش دائمی
کھاتے ہیں مال مفت یہ ہیہات چند روز

آخر کبھی تو آئے گا روز وصال بھی
جھیلیں گے اور ہجر کے آفات چند روز

دایم نہ خرمی ہے نہ باران چشم تر
گرمی کی فصل ہے کبھی برسات چند روز

محفوظ انقلاب سے ہے کونسا مکان
بستی ہے چند روز خرابات چند روز

دو دل جو ایک جا ہوں غنیمت سمجھ لے
ہوتی ہے دوستوں کی ملاقات چند روز

قاصد کو بھیجتے ہیں اور پوچھتے بھی ہیں
یہ بھی ہیں ہم پہ ان کی عنایات چند روز

برسوں کے اکتساب میں آتا ہے کوئی علم
کرتے ہیں کیوں خراب یہ اوقات چند روز

گھبرا محب نہ عشق کے صدموں سے تا بمرگ

دایم سرور اس میں ہے آفتاب جیسے ہنوز

ہزار زلف میں کھا کے ہیں پیچ و تاب ہنوز
بغیر عشق دل سے اٹھے حجاب ہنوز

کمال عشق اُدھر ہے اُدھر وہی نفرت
وہ سامنے ہیں مگر رخ پہ ہے نقاب ہنوز

کبھی ازل میں مے عشق پی تھی یاد نہیں
مرے دماغ میں ہے نشۂ شراب ہنوز

چھٹینگے عشق سے پیری میں کیا جوانوں کے
کہ بار نفس کا باقی ہے پیچ و تاب ہنوز

سوال وصل پہ آتے حیا ہوئے مجھ سے
کہ جوڑتے ہاتھ سب پھر بھی ہے عتاب ہنوز

کمال عشق میں دیکھیں گے کون سر رہ ہو
کہ عاشقوں کا وہ کرتے ہیں انتخاب ہنوز

خیال یار میں دنیا و دیں کی فکر نہیں
ملمع ہے سر پہ مگر ہے عذاب ہنوز

گیا نہ خاک میں ملنے سے بھی تصور یار
وہی ہے سوزش دل اور اضطراب ہنوز

تمام عمر مجھے انتظار میں رکھا
دیا نہ صاف کوئی یار نے جواب ہنوز

کسی کتاب کو بھی غور و فکر سے پڑھا
سمجھ میں آئی نہ اپنے کوئی کتاب ہنوز

فراق یار میں رویا ہوں اسقدر میں محب
کہ سیل اشک سے ہے لاش زیر آب ہنوز

باب السین

ہے شمع سوز عشق سے ہر انجمن کے پاس
پروانے جان دیکے ہیں پائی لگن کی پاس

ابرو نہیں ہیں تیغ ہے شمشیر زن کے پاس
مژگاں نہیں ہیں تیر ہیں ناوک فگن کے پاس

غربت میں غیر سے تو عنایت کی ہے امید
کچھ اور جز حسد نہیں اہل وطن کے پاس

قربان ان گلوں پہ کیا وقت جان و زر
بلبل کی قبر چاہیے صحن چمن کے پاس

جب بیٹھتی ہے صبر سے گوشے میں عنکبوت
آتا ہے رزق آپ خود اڑ کر دہن کی پاس

ہے طبع کان اور ہوا الماس یہ سخن
گوہر کی کچھ کمی نہیں اہل سخن کے پاس

ہوش و حواس عقل و خرد روح قلب و نفس سب کچھ ہے بعد مرگ نہیں کچھ بدن کے پاس

خوش خلق خوش مزاج خوش آواز خوش خرام ایسا بھی کوئی لعل ہے مالک یمن کے پاس

کیونکر ہمیں سکون جہان میں نصیب ہو جز انقلاب کچھ نہیں چرخ کہن کے پاس

سے اتحاد رنج طبیعت سے دوستی کیا لطف عندلیب کو زاغ و زغن کے پاس

صیاد وصل گل سے تڑپتی ہیں بلبلیں رکھدے قفس ہی اُن کا اُٹھا کر چمن کے پاس

پردے سے کر دیا ہے یگانوں کو بھی جدا خلوت میں بیٹھتا نہیں بھائی بہن کے پاس

اب رسم ہے ستر میں چھپکے بزرگوں سے رات کو چوروں کی طرح جاتا ہے دولھا دلہن کے پاس

آئینگے غیر مرد نکیرین قبر میں پردہ بھی ایک چاہیے رکھنا کفن کے پاس

یاقوت لب ہیں یوں در دندان کے متصل گویا یمن کا ملک ہے بحر عدن کے پاس

ہیں میرے آفتاب کے چہرے پہ دو ہلال تیغ ہلال ایک ہے چرخ کہن کے پاس

وہ کیا جدا ہوئے کہ ہوئی جان ہی جدا اب کیا رہا ہے دل ہی نہیں جب اُن کے پاس

خدمت کے بعد کچھ تو وظیفہ ملا صاحب
اتنا تھا اور رزق ہمارا دکن کے پاس

ہے آرزو کہ دفن ہوں تیرے چمن کے پاس مرکر بھی عندلیب رہے گلبدن کے پاس

فصل بہار میں بھی ہر اک گل ہے سینہ چاک تازہ ہر آن غم ہے چرخ کہن کے پاس

قدموں کے چومنے ہی کی حسرت میں مرگیا رکھدے قدم کی خاک اُٹھا کر کفن کے پاس

پھولوں ہی میں بسا ہوا اب تک دماغ ہے بیٹھا ہوں چند روز جو گل پیرہن کے پاس

نزدیک گل ہو نالۂ بلبل تو خوب ہے وحشت کا بھی سماں نظر آئے چمن کے پاس

بے ذکر یار بات نہ نکلے زبان سے ہے کان اُس سمیع کا تیرے دہن کے پاس

غیبت کسی کی منہ سے نہ زنہار کیجیے غائب کا کان بھی تو چھپا ہے دہن کے پاس

تن پروری کا دیکھ یہ انجام بعد مرگ سرمایہ بوئے بد کا فقط ہے بدن کے پاس

عزت وہی وطن ہے جہاں ہو کوئی محب
الفت نہیں تو کچھ نہیں اہل وطن کے پاس

باب الشین

پر کاٹ کے چھوڑا ستم ایجاد کو شاباش
پھر شوق قفس اس دل ناشاد کو شاباش

مر کر بھی تو ہم دام محبت سے نہ چھوٹے
تربت بہ قفس رکھ دیا صیاد کو شاباش

سر تک ہی تھا شیریں کی محبت کا یہ سودا
سر پھوڑ لیا سنگ سے فرہاد کو شاباش

تھا سیل یہ وحشی کا مرے گریہ سے لیکن
ویران نہ ہوا بلدۂ آباد کو شاباش

صد شکر کہ حسکا ملا اور دال کا پانی
طوفان زدہ اشخاص کی امداد کو شاباش

تو دل میں تھا کس طرح سے سیلاب ڈبوتا
طوفان سے بچا خانہ آباد کو شاباش

حیران ہوں کہ کیونکر تری تصویر کو کھینچا
باہوش رہے مانی و بہزاد کو شاباش

ہنگامۂ محشر میں بھی ہر ایک سے پوچھا
مر کر بھی نہ بھولے تجھے اس یاد کو شاباش

ہر چند غلامی کو بڑے صبر سے توڑا
دنیا کے چھٹا رنج سے آزاد کو شاباش

مایوسی و حرماں کا تو ہر سمت سماں ہے
اس پر بھی امیدیں دل ناشاد کو شاباش

سنتا ہی نہیں یار کئے جاتے ہیں نالے
اس جان بہ لب ہجر کی فریاد کو شاباش

اغماض محب سے ہے تو غیروں سے محبت
اس لطف کو اس ناز کو بیداد کو شاباش

باب الصاد

جلوہ گر ہر رنگ میں ہے آج کل تدبیر حرص
سر سے پا تک یہ نئی تہذیب ہے تصویر حرص

تھے غلام خلق جب تک حرص دامنگیر تھی
ہو گئے آزاد ہم تو توڑ کر زنجیر حرص

کشمکش میں حرص کی پڑتے ہیں جاہل کبھی / کاٹتی ہے گردن آرام دل شمشیر حرص

معنی حرص و توکل میں بتاؤں تجھکو میں / ترک خواہش ہے توکل جستجو تدبیر حرص

ہے قناعت ہی عماد راحت و آرام قلب / مبتلائے غم رہے دل ہے یہی تاثیر حرص

عہد پیری میں بچوں کیونکر میں حرص دل سے / مادر الفت کی پستان سے پیا ہے شیر حرص

طالب دنیا بہت ہیں طالب مولیٰ ہیں کم / دیکھئے جسکو وہ ہے دریدہ دامنگیر حرص

اس ضعیفی میں بھی حسن و عشق کا ہوں میں حریص / دیکھ لے مجھکو یہ دیکھا ہو کسی نے پیر حرص

دل کو اک دم بھی خیال یار سے خالی نہ رکھ / اس اشارہ پر مرے ہیں ہزاروں پیر حرص

مال و دولت کو سمجھتے ہیں مآل زندگی / قبر تک رہتی ہے مضبوطی سے دامنگیر حرص

آرزوے وصل جانان دل سے جاتی ہی نہیں
عشق ہے جبتک صحب باقی ہے یہ زنجیر حرص

باب الضاد

اب تو غرض ہی دوست ہے اور آشنا غرض / مذہب غرض ہے دین غرض اور خدا غرض

کرتے ہو تم جو سوچ کے حکم قدر ہے وہ / جاری ہر ایک شے میں ہے حکم قضا غرض

مرتے ہیں جان و مال بھی کرتے ہیں ہم فدا / رکھتے نہیں کسی سے بھی اہل وفا غرض

کیا دوستی ہو اہل غرض کا ہے اعتبار / ان کا ہر ایک پیار غرض ہے ادا غرض

چنگیز سے بھی بڑھ کے ستمگر ہیں یہ حسین / اٹکے نہ ان بتوں سے کسیکی خدا غرض

عادت سے فعل بد میں بھی آتا ہے ایک لطف / کرتے ہیں ظلم اور فقط ہے جفا غرض

بیماری غرض بھی عجب لاعلاج ہے / پائی نہ ہم نے ایک بھی اسکی دوا غرض

اعجاز عیسوی دم رفتار کیوں نہ ہو / رکھتی نہیں کسی سے بھی باد صبا غرض

جب تو ملا تو ساری خدائی ہمیں ملی / اب عز و جاہ دولت و ثروت سے کیا غرض

جنکی ہر ایک کام مین ہے رہنما غرض | پائین گے وہ نہ خیر سے بھی راہ حق کبھی

کرنا نثار جان بھی وقت آئے گر محب

رکھنا نہ ان بتون سے برائے خدا غرض

باب الطاے

ڈر ہے لیلے نہ کوئی قاصد کم ظرف سے خط | چھوڑ کر نام کو لکھتا ہون سر حرف سے خط

خون آخر وہ بہائے گا مرا ہے یہ یقین | غضب آمیز لکھا ہے مجھے شنجرف سے خط

آپ کہتے تو ہین کم ظرف تنگ ظرف مجھے | پھر طلب کرتے ہین ہر بار تنک ظرف سے خط

سرد مہری کا تھا اس ماہ کی کچھ حال لکھا | ہو گئے ہاتھ مین قاصد کے مری برف سے خط

تھا اشارہ کہ ہوا خون تمناؤن کا | لکھا مین نے جو کبھی یار کو شنجرف سے خط

پڑھتے ہیے اخبار و کتب عام لیاقت کیلئے | کیا لکھے جائین گے اس نحو سے اس صرف سے خط

جنکی آنکھین ہین وہ پڑھتے ہین کتاب فطرت | ہر دم آتے ہین یہان غیب کی ہر طرف سی خط

عشق دلدار مین لکھین جو کتابین مین نے | مانگ بڑھتی ہے لگی آنے لگے ہر طرف سی خط

ورق برگ پہ لکھے ہین جو قدرت نے خطوط | کوئی خطاط ملائے تو کسی حرف سے خط

کرنا کم بات ہی نفرت کی علامت ہو صریح | اُن کا ہوتا نہین بڑھ کر کبھی دو حرف سے خط

مار بھیجین گے محب عالم برزخ سے اُنہین

بند ہو جائین جو ناسوت مین اس طرف سی خط

باب الظاے

کون عالم مین ہے اُس زلف سیہ سے محفوظ | خود بلا بھی نہین اس دام بلا سے محفوظ

خود تو دیتا ہے دغا خلق کو پھر چاہتا ہے | کہ رہون مین اثر اہل دغا سے محفوظ

یاد سے تیری جو رہتا نہیں دم بھر خالی — ہے وہی دل تو یہاں پہ بلا سے محفوظ
پیر نکہ جو کرے عمر مریدوں کی خراب — رہے گمراہ بھی اس راہ نما سے محفوظ
ترکِ خواہش کی جو توفیق عطا کی تو نے — میں رہا ذلت سائل سے دعا سے محفوظ
نفس پر ظلم جو کرتے ہیں کرم غیروں پہ — وہی رہتے ہیں زمانے کی جفا سے محفوظ
اس کے غصے سے بچیں جو ہیں ہر اک شے میں محیط — فکر ہے کیونکہ رہیں آب و ہوا سے محفوظ
سر تسلیم کو جو آپ جھکا دیتے ہیں — وہی رہتے ہیں یہاں تیغ قضا سے محفوظ
چھوڑ تکلیف جہان اور جہنم کا خیال — کس کی طاقت ہے کہ ہو قہر خدا سے محفوظ
مرض عشق ہے بیماری دنیا کا علاج — مجھکو رکھا غم دلبر نے دوا سے محفوظ

عشق میں جو ہو مصیبت اسے راحت ہی سمجھ
رکھ محب دل کو نہ اس تیر خطا سے محفوظ

باب العین

عشق میں دل ہی نہیں عقل رسا کے تابع — ہم بلا نوش ازل سے ہیں بلا کے تابع
صبر کرتے ہیں جفا پر تو وفا پر تعریف — ہم تو رہتے ہیں صنم تیری رضا کے تابع
ضد ہی ہوتی ہے ہر اک شے کی ترقی کا سبب — تم جفا کے رہو ہم تو ہیں وفا کے تابع
بت کافر کی اطاعت سے خدا ملتا ہے — سالک راہ رہے راہ نما کے تابع
حکمراں جسم پہ روحیں ہیں خدا روحوں پر — ذرہ ذرہ ہے یہاں حکم قضا کے تابع
بچ ستم سے کہ الٹ کر نہ کہیں آ جائے — تو نہ ہو جائے کسی اہل جفا کے تابع
بندۂ نفس ہی ہوتا ہے غلام دنیا — آدمی ہو نہ یہاں حرص و ہوا کے تابع
بے دوا کے بھی تو ہوتی ہے ہزاروں کو شفا — یہ بتاؤ تو شفا کب ہے دوا کے تابع

قابلیت جو طلب کرتی ہے ملتا ہے وہی — خود خداوند تعالےٰ ہے دعا کے تابع
بے ارادے کے نہین کوئی ہماری حرکت — دل ہمارا ہے مگر حکم خدا کے تابع

چین سے انکی گذرتی ہے محب دنیا مین
جو ہیں ہر بات مین تسلیم و رضا کے تابع

باب الغین

الفت ہے دل مین اور زبان پر صنم دروغ — کہتے ہین دوستون سے منافق بھی کم دروغ
ہر شان اور رسم سے ظاہر وہی ہے ذات — بتخانہ جھوٹ۔ کعبہ غلط اور صنم دروغ
کچھ جھوٹ بولنے ہی مین آتا ہے انکو لطف — کہتے ہر ایک بات مین وہ دم بدم دروغ
جز سرع دم - عدم کا نہیں وجود — موجود جب خدا ہے خدا کا عدم دروغ
نقصان جھوٹ مین ہے تو سچ مین ہے منفعت — رحمت خدا کی صدق ہے ظلم و ستم دروغ
خاموش ہو رہین گے کہ نکلے نہ منہ سے جھوٹ — گر جان جائے بھی تو کہین گے نہ ہم دروغ
کہتے ہین آپ چاہتے ہین تجھکو دل سے ہم — اتنا بہت ہے کیجئے کچھ بھی تو کم دروغ
باتین ہی کچھ دروغ نہین جس کا ہو گلا — تحریر بھی تو آپکی ہے یک قلم دروغ
جو عرش پر ہے فرش زمین پر بھی ہے وہی — اسکے خلاف کہتے ہین اہل حرم دروغ
کہتے ہی سچ نہین کہ جو دل کو قرار ہو — وعدے دروغ اور تمہاری قسم دروغ
بڑھ کر درخت بیج سے ہوتا ہے بیج پھر — آواگون غلط نہ تناسخ جنم دروغ

سب جھوٹ تھا جو تم نے محب سے کیا بیان
چاہت غلط ہے اور جدائی کا غم دروغ

باب الفاے

ظاہر و باطن میں دیتا ہے دم میں عشق یار — عاشق صادق کی آجاتا ہے ہر حالت میں فرق

سمجھو موجودات عالم اصل میں ہیں ایک ذات — اور پھر دیکھو تو ہر رنگت میں ہر حالت میں فرق

عشق میں مشکل تھا ضبط دل جو ہم سے ہو گیا — بار پہلو میں رہا آیا نہ کچھ عفت میں فرق

قال حالی دم بدم اور علم باقی تا ابد — ہے یہی تو گنج قارون علم کی دولت میں فرق

اسکی صورت بھی نہ دیکھی جس پہ مرتے ہیں محب
کیا ہمیں معلوم ہوگا وصل میں فرقت میں فرق

باب الکاف

رخ جانان کو دل میں اسقدر تک — نہ ہو شور قیامت کی خبر تک

رقیبوں پر مجھے سبقت ہو کیونکر — نہیں آتا خوشامد کا ہنر تک

مری محرومی قسمت تو دیکھو — نہ آیا نخل الفت میں ثمر تک

کہاں وہ جذب دل جو کھینچ لاتا — ہوا اس پر نہ آہوں کا اثر تک

رہ الفت میں ہم ثابت قدم ہیں — جو کام آئے تو حاضر ہے یہ سر تک

ہوئی ہے تیرے کوچے میں رسائی — کبھی تو پہنچ ہی جائیں گے در تک

سوال وصل پر تھی یہ ندامت — کہ آب شرم میں ڈوبا کمر تک

دلاتے ہو امید وصل کس کو — ہوا ہے خاک جل کر دل جگر تک

ہوئی ہیں خندشیں ایسی کہ ہمراز — نہیں دیتا مجھے تیری خبر تک

ہوئی ہے عشق ہی سے دور غفلت — خیال یار میں جاگے سحر تک

محب اس سے خیال خام ہے عشق
نہ آئے خواب میں جو بت نظر تک

باب الگاف

مجھ سے رہے وہ اسقدر پردہ نشین الگ تھلگ
جا کے ملے رقیب سے خود وہ حسین الگ تھلگ

امن کی جا صدف مین ہے در ثمین سے پوچھ لو
بیٹھ رہے عوام سے گوشہ نشین الگ تھلگ

ایک ہی جسم کائنات فصل کہین ہے ہین مگر
حس نظر غلط ہے یہ کب ہے زمین الگ تھلگ

میل ملاپ سب سے ہے کام کسی سے کچھ نہین
رہتے ہین گھر مین خلق مین سب سے ہین الگ تھلگ

عرش سے لیکے فرش تک سب مین ہے وصل دائمی
کرہ ارض سے ہے کب چرخ برین الگ تھلگ

پرتو ماہ دیکھئے خاک پہ پڑ رہا ہے کیا
مجھ پہ یہ مہربانیان ماہ جبین الگ تھلگ

حسن کا رو دیکھئے آ ہی گیا ظہور مین
رہتے ہیں کیا حجاب مین سب سے حسین الگ تھلگ

کعبہ و دیر ہے وہی خالق و خلق ہے وہی
بت ہے وہی خدا وہی وہ تو نہین الگ تھلگ

باطن خلق ہے وہی ظاہر خلق ہے وہی
خانہ دل مین ہے مکان پھر بھی مکین الگ تھلگ

اپنی غرض کی آشنا اہل جہان ہین بے وفا
اب تو رہین گے سب سے ہم جا کے کہین الگ تھلگ

دل کو لگا نہین کیا صحب دیکھ چکے زمانہ کو
بیٹھ رہین گے جا کے ہم زیر زمین الگ تھلگ

باب اللام

بہار عمر ہے سیر کتاب کے قابل
خزان ہے مستی و شغل شراب کے قابل

حساب پر ہے تجارت مین منفعت کا مدار
عمل ہین روز ہمارے حساب کے قابل

متاع ہر دو جہان پیش کش کرین بھی تو کیا
دل شکستہ ہے لیکن جناب کے قابل

برا کہا جو کسی نے تجھے تو خود کو کہا
یہ کوئی بات بھی ہے پیچ و تاب کے قابل

شراب و صحبت رندان و خدمت ساقی
یہی تو شغل ہین عہد شباب کے قابل

تری جفا کو بھی سمجھے ہین مہر اہل وفا
نہین ہے ہر کس و ناکس عتاب کے قابل

سنین کلام بھی موسی کی طرح گھر بیٹھے
بنائین آپکو پہلے خطاب کے قابل

جہاں کی ہستی موہوم تو ہے موجِ فنا — یہ سیر خواب ہے چشم حباب کے قابل

ترا قدم ہے سرِ عرش عالم بالا — یہ کیا ہلال خدنگ ہر رکاب کے قابل

جہاں بھر میں جو دیکھو تو قابلیت ہی میں — مرے ہے سوئے نہیں پیالۂ آب کے قابل

جہاں میں کس کی ہے توحید اکمل واصلے — یہی ہے مسئلہ اہل کتاب کے قابل

یہ رسم پردہ نہ تھی عہدِ رسول میں کہ نہیں — یہی سوال ہے میرا جواب کے قابل

نہیں ہے قابل ہشیار یہ جہان خراب — مگر ہے مستی رند خراب کے قابل

جو دیکھنا ہے محب دل میں دیکھ صورتِ یار
یہ آئینہ ہے رخ آفتاب کے قابل

بڑھا ہے ہجر میں اضطراب اوّل اوّل — بہے ہے چشم سے سیل آب اوّل اوّل

ہوئے عشق ترا مصحف رخ جو دیکھا — پڑھی عشق کی یہ کتاب اوّل اوّل

انا الحق نہ کہہ جام وحدت کو پی کر — کہ کرتی ہے تیزی شراب اوّل اوّل

مری خواہش وصل پر مسکرا کر — دیا صاف اس نے جواب اوّل اوّل

یہ خامی ہے سوزِ تپ غم سے رونا — بہاتا ہے آنسو کباب اوّل اوّل

سنبھل کر قدم رکھ کہ لغزش ہے پا میں — مے آتشیں ہو شباب اوّل اوّل

ثباتِ قدم ہے تو چل راہِ الفت — کہ آتا ہے قہر و عتاب اوّل اوّل

نظر کو جمائے رہو رخ پہ ہر دم — اٹھتے نہیں وہ نقاب اوّل اوّل

مصیبت کے دن بھی گزر جائیں گے یہ — کہ آتا ہے گھر کر سحاب اوّل اوّل

پیئے جا پیا پے مئے عشق وحدت — کہ ہوتی ہے کڑوی شراب اوّل اوّل

کہاں وہ محب ان کی الفت کی باتیں
مزا دے گیا کچھ یہ خواب اوّل اوّل

حسین کا عشق ہے دلکو کہ جیسے باغ کو گل — ہزار صبر سے کیجے ہر ایک داغ کو گل

تمیز ہی نہین جسکو وہ قدر کیا جانے — کہ خار و خس سے زیادہ نہین ہے زاغ کو گل

جو ن عشق مین جنکو کمال حاصل ہے — وہ جانتے ہین جگر کو ہر ایک داغ کو گل

بڑا ہر ایک سے الفت ہو دل مین بغض کو رکھ — کہ خار و دشت کو زیبا مین اور باغ کو گل

جو قابلیت طالب تھی وہ دیا حق نے — حسین عاشق شیدا کو اور باغ کو گل

ہمارے عشق کو وہ اسطرح چھپاتا ہے — کہ جیسے عیب سمجھکر چھپائے داغ کو گل

ہنوگا بلبل شیدا کی طرح عاشق زار — دکھائے جلوہ ہزار اپنا گرچہ زاغ کو گل

ہزار بار فنا ہو کے پھر بھی آتا ہے — کہ پائے اپنی حقیقت کے کچھ سراغ کو گل

جو کچھ ہو معرفت حق تو عقل ہو روشن — ہوا و حرص جہان نے کیا چراغ کو گل

جو چاہتے ہین سخن مین مہک ہو پھولونکی — بنائین فکر سے پہلے دل و دماغ کو گل

یہان ہے فصل خزان اور وہان بہار محب
کرے نہ صبح کے بجھتے ہوئے چراغ کو گل

کوچے مین دیکھ بھال کے اہل دغل کے چل — ہر گام دام مکر و دغا ہے سنبھل کے چل

کر اختیار مرگ ارادی بصد تعب — خوش ہو کے آپ دو قدم آگے اجل کے چل

پستی ہی ہر غرور و تکبر کا ہے مآل — فوارہ کی طرح نہ زمین سے اچھل کے چل

پروانہ وار شمع مین گر کر جلا تو کیا — ثاقب کی طرح راہ محبت مین جل کے چل

آیا جہان سے ہے وہین جانا بھی ہے ضرور — اب اختیار شوق سے چل یا مچل کے چل

یہ لذتین بدن کی ہین دام ہلاک روح — ہر ہر قدم پہ غار فنا ہے سنبھل کے چل

دنیا ہی وصل یار کا اعلے مقام ہے — بھر چوکڑی ہرن کی یہان اور اچھل کے چل

ناسوت سے گذر کے کھلین آسمان کے در — بستی مین کیون کھڑا ہے یہان سے بھی نکل کے چل

دنیا کی خواہشون ہی سے چھٹنا نجات ہے — کب تک رہیگا بند مکان مین نکل کے چل

جسم کثیف و ریاضت سے کر لطیف — پیش حضور یار تو کپڑے بدل کے چل

خود آج وہ بلاتا ہے مجلو زہے نصیب
آنکھوں سے اور سر سے محب اپ چلکے چل

بتوں کے عشق مین مرنے سے کیا ہوا حاصل
خدا کو زیست مین کر بندۂ خدا حاصل

ترا ہے فرض ہدایت نہ چھوڑ کام اپنا
کہ ہو ہی جائے گا کچھ اس سے رہنما حاصل

اِس ایک دل ہی مین دونون جہان کا عکس آئے
جو آئینہ کو ریاضت سے ہو صفا حاصل

ہے اصل مہر ہمارے دل حزین مین چھپا
ہم اپنے آپ سے کرتے ہین یہ ضیا حاصل

یہ جو اہستو نکے برآنے کو چاہتے ہین نجات
کرین جو ترک تو ہو جائے مدعا حاصل

خودی کو چھوڑ کہ پردہ یہی تو حائل ہے
خودی اُٹھی کہ ہوا خود بخود خدا حاصل

جما ہے وہم کہ غیر خدا بھی ہے موجود
جو یہ خیال فنا ہو تو ہو بقا حاصل

غرض کو چھوڑ کہ دنیا غرض کو کہتے ہین
چھٹا جو عالم فانی تو ہے بقا حاصل

خدا ہی جان ہے ہر شے کی اور اصل وجود
سمجھ کا پھیر ہے ورنہ ہی تو خدا حاصل

تم اس پہ مرتے ہو وہ غیر پہ فدا ہی محب
یہ جوش گریہ یہ آہ و فغان ہے لا حاصل

باب المیم

اس بت مغرور سے اب بطکم کرتی ہین ہم
ضبط دل پر صدمۂ کوہ الم کرتے ہین ہم

حج اکبر سے زیادہ ہمکو ملتا ہے ثواب
جب طواف اکبار بھی گرد صنم کرتے ہین ہم

بادشاہون کو بھی ہم کرتے نہین جھک کر سلام
کوچۂ دلدار مین سر کو قدم کرتے ہین ہم

کیا درختِ عقل مین کثرت سے آتے ہین ثمر
شاخ حرص و آرزو کو جب قلم کرتے ہین ہم

مختلف شانین ہماری ہین یہ سب عجب و حیات
پردۂ حادث سے پوشیدہ قدم کرتے ہین ہم

[illegible] صفات
عالم دنیا کو پیدا اور عدم کرتے ہین ہم

مظہر حق ہین ہماری خاکساری پر نہ جا — قوت نازو سے بیدار و رحم کرتے ہین ہم
دل دکھاتے ہین دکھائین روح سبکی پاک ہے — آپ ہی اپنے پہ خود ظلم و ستم کرتے ہین ہم
بھول جاتا ہے قفس مین چھوڑ کر وہ سنگدل — یاد اسکو دل ہی دل مین دمبدم کرتے ہین ہم
ذات حق موجود ہے اور خلق ہے وہم و خیال — صورت وہمی کو مٹ جانے کا غم کرتے ہین ہم

اس سے ملکر اور کر لیتے ہین سوز عشق تیز
جان پر اپنی محب خود یہ ستم کرتے ہین ہم

آئینہ مین عکس ہین تنویر حسن — ہین اسی کی سر سے با تصویر ہم
تاڑ لیتی ہین نگاہین خود بخود — عشق کو کرتے نہین تشہیر ہم
کیا خرابے مین بنائین ہم مکان — کر رہے ہین عرش پر تعمیر ہم
خود بخود کھنچتا ہے دل اسکی طرف — دیکھتے ہین جذب کی تاثیر ہم
وقت جا کر ہاتھ پھر آتا نہین — خیر مین کرتے ہین کیون تاخیر ہم
غیر کو بوسے ہمین کو گالیان — پا رہے ہین عشق کی تقدیر ہم
ہے یہ تقدیر الٰہی کا یقین — چھوڑ بیٹھے یکقلم تدبیر ہم
کیون نہ دنیا کی نظر مین ہون ذلیل — چاہتے ہین خلق سے توقیر ہم
کرکے اظہار تمنائے دلی — آزماتے ہین کبھی تقدیر ہم
بیقراری ہجر مین بڑھتی ہے جب — دیکھتے ہین دمبدم تصویر ہم
جب بغیر سعی بر آئے مراد — کیون نہ ہون پھر قائل تقدیر ہم
آرزوئے دل کسی عنوان سے — کر ہی دیتے ہین انہین تحریر ہم

جذب الفت کو بڑھاتے ہین محب
وصل کی کرتے ہین تدبیر ہم

بڑھتی ہے علم و عقل تمدن سے شان قوم — گھٹتی ہے کاہلی و جہالت سے جان قوم

آئینہ جس نے اُنکو دکھائے ہین اُنکے داغ — لیتے ہین آج عقل مین ہم امتحان قوم

ناقدردانیون کی رہا شکی کب گلا — جوہر شناس ہی نہین ناقدردان قوم

برعکس نفس و روح کی ہین سب ترجمان — وہ ہے زمین قوم تو یہ آسمان قوم

ہوتے ہین خارزار بہت بیچ گلستان — کانٹون کو کاٹتا نہین جب باغبان قوم

کیونکر پڑھین نہ غور سے یورپین رائٹن — اخبار کو سمجھتے ہین عاقل زبان قوم

اصلاح کی غرض سے دکھاتی ہین عیب خلق — ہین جان نثار دوست یہی مصلحان قوم

پژمردہ بود باد مخالف رہین خشک — شاداب کس طرح سے ہو پھر گلستان قوم

قایم ہون مدرسے کہین دارالشفا کہین — بڑھتی ہے فیض عام کے کامون سے شان قوم

کہنے دو بات منہ سے کہ کھلجائے دل کا حال — کسنے کیا ہے بند جہان مین دہان قوم

کیون خادمان قوم کے رتبے نہ ہون بلند — بالا ہے آسمان سے بھی آستان قوم

اہل وطن کے خلق و تواضع کی مین نثار — جاتا ہی پھر یہان سے نہین میہمان قوم

دایم رہے حفاظت اخلاق کا خیال — مٹتا ہے مثل نقش جہان سے نشان قوم

یہ خدمت وطن ہی خدائی کی شان ہے — ہین افتخار قوم یہی خادمان قوم

کیا ہو زبان غیر سے حاصل کمال علم — تعلیم کا ذریعہ ہے اعلی زبان قوم

ہین مصلحان قوم کی دلپر حکومتین
ہے بادشاہ حاکم تن پاسبان قوم

باب النون

فراق یار مین کب دل کو اضطراب نہین — قرار دن کو نہین اور شب کو خواب نہین

ہمین سے پردہ ہے غیرون سے کچھ حجاب نہین — رخ قمر پہ ادھر ہے اُدھر سحاب نہین

یقین ہے شکل پرستون کی بے ثباتی کا — مگر محبت ذاتی کو انقلاب نہین

گلا نہین ہے رقیبون کی کامیابی کا
یہ اپنی خوبی قسمت کہ بار یاب نہین

وصال عشق کو لازم ہے دیر ہو کہ سویر
اسی امید سے اب دل کو اضطراب نہین

لگاوٹین ہین غصب کی بگاڑ ہین اُنکے
کرم ہے مہر ہے در پردہ یہ عتاب نہین

وہ خیر شر ہے جو ہے خلق کو دکھانے کو
کہ شر نفس وجاہت مین ہے ثواب نہین

ذرا تو خواب کی حالت پہ غور کر غافل
یہ بعد موت کے پھر زندگی ہی خواب نہین

جو سوز ہجر سے جلتا ہے دل تو جلنے دو
ہنوز آگ کے ہمرنگ وہ کباب نہین

تمہارے ہجر مین یا مر کے کچھ جیے ابتک
زیادہ صبر و تحمل کی دل کو تاب نہین

محب کتاب محبت ہے انتخاب کتب
جو اس کا درس نہ لے قابلِ خطاب نہین

وہ شوخ پردہ نشین گرچہ بے حجاب نہین
جواب عکس جبین لیکن آفتاب نہین

وہی ہے ہستی مطلق جو ظاہر و باطن
تو ہے یہ عالمِ حق عالم سراب نہین

خودی مٹا کے خدا کو اگر کرین ثابت
تو اہل نفس سے بھی پرسش حساب نہین

حرم کو دیر پہ کس بات مین فضیلت ہے؟
مرے سوال کا اے شیخ کچھ جواب نہین

بنایا پیر کو اُس نوجوان کے عشق نے شاب
شباب روح ہے گر جسم کا شباب نہین

ہر اک حسین مین ہے اظہار حسن کی خواہش
رخ قمر پہ رخ شمس پر نقاب نہین

خفاے یار کا ہے کثرتِ ظہور سبب
وہ بے حجاب ہے اسکو کوئی حجاب نہین

کتاب دلکو پڑہ اُستاد عشق سے جاکر
جہان مین مستند ایسی کوئی کتاب نہین

فراق یار مین ہین اشک و دودِ آہ کے ساتھ
غلط ہے یہ کہ بہم آتش اور آب نہین

وہ کیا نشہ ہے جو چڑہ کر کبھی اُتر جاے
شراب عشق سے بڑہ کر کوئی شراب نہین

یہ حال و قال یہ رنگین لباس سب ہے ریا
جو فقر و علم نہین زہد و اکتساب نہین

گھٹا بدن تو بڑہی دل کی عشق سے قوت
یہ کون کہتا ہے پیری مین بھی شباب نہین

ترے محب کو ملی ترے عشق سے راحت
ہزار رنج و مصائب کا پیچ و تاب نہین

قوم جب اچھی غذا پاتی نہین
محنتون مین زور دکھلاتی نہین

بڑھ گئے محنت سے سب لیکن یہ قوم
کاہلی سے اپنی شرماتی نہین

وعدہ کر کے کیجیے کچھ تو وفا
آبرو کیا جھوٹ سے جاتی نہین

اپنے وعدے کی تمھین کچھ یاد ہے
یا کبھی بھولے سے بھی آتی نہین

آپکے آنے کا ہے کسکو یقین
موت بھی تو ہجر مین آتی نہین

تیرے آنے سے صبا کیا فائدہ
بوے زلف یار بھی لاتی نہین

غیر سے الفت ہے اپنون سے بگاڑ
ہمکو تیری یہ ادا بھاتی نہین

اسقدر یہ قوم ہے کیون ناتوان
سیر ہوکر کیا غذا کھاتی نہین

ہے محب تصویر جانان غمگسار
وہ بھی چپ ہے دلکو سمجھاتی نہین

قوم سے غفلت کی خو جاتی نہین
شرم اپنے حال پر آتی نہین

اسکے کوچے سے تو آتی ہے صبا
بوے پیراہن مگر لاتی نہین

نامہ و پیغام بھی ہو جاے بند
تار دل سے کیا خبر آتی نہین

مفلسی کے رنج یہ سہتی ہے قوم
مدرسے صنعت کے بنواتی نہین

رہ گئی غیرون سے پیچھے علم مین
قوم اس غفلت پہ پچھتاتی نہین

پستی و نکبت کی عادت پڑ گئی
اب طبیعت بھی تو گھبراتی نہین

کیا بڑھین ہر فن مین یورپ کی طرح
وہ کلیجا ان مین وہ چھاتی نہین

دل لگی ہو غیر سے کیونکر محب
اس کی صورت جب نظر آتی نہین

نہیں جو یار تو دل بستگی چمن میں نہیں
جو وہ ہے پاس تو وحشت بھی کچھ بن میں نہیں

ہمارے ملک میں زرخیزیاں ہیں کثرت سے
مگر محبت اہل وطن وطن میں نہیں

الٹ پلٹ کے جو آتے ہیں مبتدل مضمون
تو کوئی بات نہیں تازگی سخن میں نہیں

ہر ایک فن کی ترقی کو لازمی ہے مدد
مگر یہاں تو محبت ہی اہل فن میں نہیں

جو تیرے در کے گداؤں میں ہیں کراماتیں
حرم میں دیر میں وہ شیخ و برہمن میں نہیں

بجز ریاض گل فکر صاحب توحید
ہمیشہ فصل بہاری کسی چمن میں نہیں

خیال یار ہے دل میں کلام یار ازبر
مری زبان ہی گویا مرے دہن میں نہیں

خلیق خود ہمہ تن زندگی میں نافہ ہے
یہ بوئے مشک کسی آہوئے ختن میں نہیں

بغیر صنعت و حرفت ہوئی یہ حالت ہند
کہ جان دل میں نہیں اور لہو بدن میں نہیں

خدا کو شرم سے کیا جا کے منہ دکھائیں گے
ہمارے ملک کا کپڑا کوئی کفن میں نہیں

علوم و خلق سے ہوتے ہیں فتح ملک و قلوب
بجز خرابی دنیا کچھ اور رن میں نہیں

گھروں میں ملک میں ہر جا ہے اب تو تاریکی
کوئی چراغ ہدایت اس انجمن میں نہیں

علوم و خلق و خیالات ہی میں قوت ہے
دلوں کا زور بدن اور پیرہن میں نہیں

خدا کے فضل سے آسودگی ہے علم و ہنر
یہ سب ہیں جہل و تعصب مگر دکن میں نہیں

وطن کی یاد اسے غربت میں خاک آئے گی
کہ جسکا دوست محب ایک بھی وطن میں نہیں

قناعت سے جہاں کے لعل و گوہر مول لیتے ہیں
ترے در کے گدا اتنا ہوں سو افسر مول لیتے ہیں

تمہارے ذکر سے ہوتی ہیں راتوں کو جو دل روشن
فلک ساتوں انہیں سے ماہ و اختر مول لیتے ہیں

ہے فرق اتنا ہی اہل اللہ میں اور اہل دنیا میں
وہ لیتے ہیں براق عرش یہ خر مول لیتے ہیں

ترا کعبہ نظر میں اہل دل کے کیا جچے زاہد
دو عالم جسکے کونے میں ہیں وہ گھر مول لیتے ہیں

جو کانٹا بو پلکے دشمن سے بھی کرتے ہیں سلوک اچھا
بہت ارزاں وہی قاتل سے خنجر مول لیتے ہیں

شہنشاہون کے سر بھی ٹھوکرین کھاتے ہین دنیا مین
مگر ہر جا ترے عشاق کو سر مول لیتے ہین

رضائے حق سے بڑھکر اور کیا ہے دار دنیا مین
یہ وہ گوہر ہے جسکو جان دیکر مول لیتے ہین

حظوظ نفس کو جو چھوڑتے ہین روح کی خاطر
وہی تو کوڑیان دیدیکے گوہر مول لیتے ہین

جو حق دنیا کی رکھتی ہے ہزارون رنج پنہانی
جہان کی آفتین ہم آپ اکثر مول لیتے ہین

نہین ہے وجہ کوئی خدمت پیر مغان واعظ
فلک پر اڑ کے جا نکلے لئے پر مول لیتے ہین

رفاہ خلق پر کرتے ہین جان و مال سب قربان
ہزارون ذلتین پیرو ہمیشہ مول لیتے ہین

ترقی ہند کی جب منحصر ہے علم و صنعت پر
تو کیون جنگ و جدل سے فتنہ و شر مول لیتے ہین

ہماری دولت و عزت انہین کا ہی تشکار آخر
جو علم و عقل سے شہباز کو پر مول لیتے ہین

دلون سے رنگ عصیان گریہ و زاری سے مٹتا ہے
گہر دیکر کبھی ہم یہ دیدۂ تر مول لیتے ہین

وظیفہ بھی تو کم پاتے ہین اہل سیف خدمت کا
بہت ارزان ہمارے ملک مین سر مول لیتے ہین

محب جذب محبت سے نہین بڑھ کر کوئی دولت
اگر بیچے کوئی ہم جان دیکر مول لیتے ہین

سودا ہے وطن نہین جو سر مین
کیا فرق ہے آدمی مین خر مین

بے علم و ہنر ہے قوم مردہ
دین آب تو پھل لگین شجر مین

تاریکی جہل جب ہو اندر
کیا لطف ملے کسیکو گھر مین

بے عیب خدا کی ایک ہے ذات
ہین داغ تو شمس مین قمر مین

دونون ہین سفر حضر برابر
وسعت نہین کوئی جب نظر مین

ہے علم غذائے روح انسان
آتی ہے اسی سے جان سر مین

گر کام نہ آسکے کچھ وطن کے
کیا فرق ہے سنگ اور زر مین

ہوتے ہین وہی جہان سے واقف
رہتے ہین جو سالہا سفر مین

اخبار پڑھین تو ہو سے معلوم
کیا فرق ہے راہی مین خبر مین

عاقل ہے تو کر نہ راز افشا
ہے تخم یہان محب ثمر مین

آئے وہ کبھی ہمارے گھر مین | ہو ایک خوشی تو عمر بھر مین
کیا پوچھتے ہو غم جدائی | سوزش ہے غضب دل و جگر مین
پھرتے ہین تری گلی مین دن رات | لگتا نہین جی ہمارا گھر مین
دروازے کو دیکھتے ہین پہرون | دیکھا تھا تجھے کبھی جو در مین
ہے حسن مین بڑھ کے ایک سے ایک | سب تجھسے ہین کم مری نظر مین
ہر جا ہے خیال صورت یار | دل تو ہے وطن مین تن سفر مین
در تک جو نہ ہوگی اب رسائی | بیٹھینگے ہم اسکی رہ گذر مین
بہلاتے ہین دل کو ہجر مین ہم | لکھتے ہین غزل اکیلے گھر مین

اس پردہ نشین سے خواہش وصل
سودا ہے محب یہ تیرے سر مین

کہان وطن کی محبت ہے خود پسندون مین | ہے درد قوم کا ادراک درد مندون مین
گیا ہے سلسلۂ علم تا بہ عرش برین | ہے زور دست ید اقتدار کمندون مین
ہے علم و فضل پہ انسان کو فخر و ناز مگر | کہان وہ عفت و عصمت جو ہے پرندون مین
یہ منہ کہان ہے کہین ہم بھی تیرے عاشق ہین | یہ مار ہے کہ ہین تیرے نیازمندون مین
ہے قوم و ملک کی حالت کا بھی کسیکو خیال | پڑے ہوئے ہین جو ہم سب گھرونکے دھندون مین
احدیت کو جو سمجھے ہین غیر مشرک ہین | ملین گے عارف کامل صنم پرستون مین
رواج و رسم سے چھوٹین تو کچھ ترقی ہو | پھنسے ہوئے ہین یہ دام بلا کے پھندون مین
خدا کے دل مین تھی پہلی ہمارے بت کی شبیہ | تو کیون شریک نہ ہون ہم تو انکے بندون مین

محب یہ عاشق و معشوق اعتباری ہین

کھلے ہین خود وہی الفت کے آپ پھندن ہین

رات دن تیرے تصور میں بسر کرتے ہین
دل سے ہم ذکر ترا آٹھ پہر کرتے ہین

دخل انجم کو ہے کیا فطرت انسانی میں
کام ہم کرتے ہین کیا شمس و قمر کرتے ہین

یار جب پاس نہو خاک ہے جینے کا مزا
زندہ در گور ہین ہم خاک بسر کرتے ہین

ٹھوکرین کھاتے ہین گو راہ عقیدت مین مگر
عقل کی سمت نہین مڑکے نظر کرتے ہین

عشق مین نامہ و پیغام کی حاجت ہی نہین
ایک دو دل ہون بہم دونون خبر کرتے ہین

کاذب محض نجومی ہین غلط علم نجوم
شمس کرتے ہین نہ کچھ اور نہ قمر کرتے ہین

کوئی چلتی نہین تدبیر تو ہو کر مجبور
تیرے ملنے کی دعا شام و سحر کرتے ہین

مہ و خورشید سے تنویر مین بڑھ کر ہین علوم
سنگ ریزون کو بھی یہ لعل و گہر کرتے ہین

کیا کہین تم سے محب عشق مین کیا کیا گزرا
اب تو صحت سے حسینون کی حذر کرتے ہین

برا جہان مین اگر ہم کہین تو کسکو کہین
نظر کو اپنی نہ ہم کم کہین تو کسکو کہین

تمہارے پاس ہے وہ دل بھی تھا جو پہلو مین
ہم اپنا مونس و ہمدم کہین تو کسکو کہین

بشکل آدم و حوا تو جانور ہین بہت
تمیز و عقل مین آدم کہین تو کسکو کہین

نہ مانا عشق سے دل کو ہزار سمجھایا
برا بھلا نہ اسے ہم کہین تو کسکو کہین

اثر ہے کذب و خوشامد مین زہر سے بڑھکر
پھر اس پہ بھی انہین سم کہین تو کسکو کہین

نثار غیر پہ کرتے ہین جان مرد ہین وہ
اگر ہم ان کو نہ رستم کہین تو کسکو کہین

جو انکو فکر ہے دنیا کی اس کو عقبیٰ کی
ہم ان مین سے خوش و خرم کہین تو کسکو کہین

امید ہجر مین خوف فراق وصل مین ہے
کسے سرور کہین غم کہین تو کسکو کہین

وہی تو نور ہے ذرے مین مہر تابان مین
زیادہ کسکو کہین کم کہین تو کسکو کہین

حیات و مرگ کی دو حالتین محب ہین جدا

حرا ات ان مین سے گر ہم کہین تو کسکو کہین

شاعری سے کیا ملا از تنگ دستی مین ہمین
غم کیا ہے حرز جان اس حس پرستی مین ہمین

پست قومون کو فلک تک علم نے پہنچا دیا
جہل نے پھینکا بلندی سے ہے پستی مین ہمین

ان بتون کی دید سے آیا خدا کا بھی خیال
مل گیا مقصود عابد بت پرستی مین ہمین

نیستی ہستی سے بہتر ہے کہ اسمین غم نہین
کیا ملا جز رنج و غم اس ملک ہستی مین ہمین

دیکھ لین چل پھر کے ان آنکھون سے گلشن کی بہار
بھول کر لے آئی ہے تقدیر پستی مین ہمین

ہے زبردستی سے بچنا حکم الٰہی مین محال
شکر ہے رکھا خدا نے زیر دستی مین ہمین

قدر غیرون کی یہان ہے اور اپنون کی نہین
اٹھو لیچل اے فلک تو اور بستی مین ہمین

اس عبادت مین کہان وہ لطف جنت مین نہین
جو مزا ملتا ہے زاہد بت پرستی مین ہمین

سامنے فطرت کے ہے سب صنعت انسان ہیچ
لطف ویرانہ مین ہے وہ کب ہے بستی مین ہمین

ہاتھ کھینچا پاؤن پھیلائے عجب راحت ملی
دی قناعت نے فراغت تنگدستی مین ہمین

دین و دنیا کے بکھیڑون سے ملی ہمکو نجات
خوب رکھا اس شراب عشق مستی مین ہمین

کیا کہین تم سے کہ اس دل سے بہت مجبور ہین
عشق سوجھا ہے محب اس فاقہ مستی مین ہمین

کام آئین مفلسون کے وہ تونگر اور ہین
اہل دولت اور سے ہین بندۂ زر اور ہین

تربیت تعلیم سے کرتے ہین وحشت کو ہلاک
وہ بہادر اور ہین وہ تیغ و خنجر اور ہین

صادقون کے سامنے بے قدر ہین لعل و گہر
سنگ ریزے اور ہین انمول گوہر اور ہین

اہل یورپ جان دیتے ہین غیرون کے لئے
یہ شجاعت اور ہے یہ شیر صفدر اور ہین

کیا شعاع شمس سے ہو دور تاریکی جہل
جن سے روشن ہے زمین وہ مہر و اختر اور ہین

بے غرض کرتے ہین چپکے قوم کی جو خدمتین
رہنما وہ اور ہین سب بے اصل رہبر اور ہین

خاندان و نسل ہین کیا چیز بے علم و عمل
ناز ہے انسان کو جنپر وہ جواہر اور ہین

سر اتارا شمع کا قاتل نے تو اترا کے محب ۔ جو شرارہ ہے سر پہ وہ احسان سر پہ اور نہیں

تیرتا گھر سے مرے رہن بھی آسماں ہے محب

یہ الفت ہیں جو میرے تھیں وہ تمنا اور اور نہیں

چھیں دل کو کسی پہلو سے ہجران میں نہیں ۔ یہ تو سیماب ہے دل سینۂ سوزاں میں نہیں

اس حلیے کی ہمارے سب ہجران میں نہیں ۔ دل ہی پہلو میں نہیں جان بھی اب تن میں نہیں

میں تو مجبور ہوں ہر بات میں تو ہے مختار ۔ بات جو سہل ہے تجھ کو مرے امکان میں نہیں

گل نے بلبل سے کہا کون ہے اس لطف میں شاد ۔ خار حسرت کے سوا کچھ مرے دامان میں نہیں

حسرت و یاس تمنا نے بھی چھوڑا دل کو ۔ مہمان ایک بھی اس خانۂ ویران میں نہیں

لائق مہر نہیں قہر کے قابل ہی سہی ۔ تیری بیداد کا لطف اور کی احسان میں نہیں

حسن و انداز و ادا علم و ہنر خلق و کرم ۔ تجھ میں جو بات ہے دلبر کسی انسان میں نہیں

خود بخود کھنچتا ہے دل تیرے ہی جانب قاتل ۔ اپنے دل پر بھی تو قابو مرے امکان میں نہیں

دل ہی سینہ میں رہا خون کی کچھ بوند نہیں ۔ قطرۂ خون کے سوا تیر کے پیکان میں نہیں

کس سے ہر بار الجھتا ہے تمہارا شانہ ۔ دل عاشق تو کوئی گیسوئے پیچاں میں نہیں

گل یہ دو دن کی بہار اپنی دکھائیں کس کو ۔ ایک بلبل بھی تو صیاد گلستان میں نہیں

بزدلی ہے جو نہیں کرتے ہیں نفسوں پہ جہاد ۔ سب یہ گیدڑ ہیں کوئی شیر نیستان میں نہیں

روزنِ در سے بھی دیکھے نہ کوئی ستے عورت ۔ مجرموں پر بھی یہ سختی کسی زندان میں نہیں

اس کی تصویر ہی ہم دیکھتے رہتے ہیں محب

جس کی صورت کو کبھی دیکھنا امکان میں نہیں

یہ حسن و آب و تاب کہاں ہے گلاب میں ۔ چھپتا نہیں ہے رنگ گلابی نقاب میں

دم بھر میں آسمان سے کرتا ہے ہمسری ۔ قوس قزح کے رنگ ہیں پیدا حباب میں

مدہوشی و ندامت و نقصان جان و مال ۔ کچھ نفع جز ضرر نہیں دیکھا شراب میں

فطرت کتاب حق ہے معلم ہے عقل و ہوش
ہر مسئلہ کو دیکھ خدا کی کتاب میں

ہر علم و فن کی علم ریاضی تو ہے بنا
افضل ہیں وہ نہیں ہیں جو کامل حساب میں

دو دل جو ایک ہوں تو جدائی محال ہے
دن کو خیال میں ہیں وہی شب کو خواب میں

پہلے سرور اور ہے آخر میں پھر خمار
[illegible] دیکھئے دور شراب میں

ہوتا ہے جسم غسل و وضو سے تو پاک و صاف
[illegible] سے صاف ہو وہ نہیں بات آب میں

گیسو ہوا سے آتے ہیں چہرے پہ بار بار
دو مار گرد ماہ ہیں کھایا پیچ و تاب میں

محسوس عورتیں ہیں تو ہیں مرد بھی غلام
آئی ہوئی ہے قوم خدا کے عتاب میں

پوچھے گا روز عدل جو اللہ جرم جس
پھر کیا کہے گا حامی پردہ جواب میں

بے دیکھے بھالے ہوتی ہیں افسوس شادیاں
دولہا دلہن ہمیشہ ہیں دونوں عذاب میں

چھپنے سے اور بڑھتی ہے دیدار کی ہوس
[illegible] کرشمہ نقاب میں

وہم و خیال ہی تو ہیں یہ سب خوشی و غم
پاسے ہزار لطف حقیقت سراب میں

یہ بے خودی یہ جوش کوئی بے سبب نہیں
خون شہید عشق ملا ہے شراب میں

اوراق چاٹنے سے نہ ہوگا کبھی حکیم
چھوڑے اگرچہ حرف بھی کیڑا کتاب میں

لکھتا ہے روز کاتب اعمال کیا گناہ
آئیں گے کب گناہ ہمارے حساب میں

ہوتے کہیں ہیں عاشق و معشوق بھی جدا
کر دے فلک جدا بھی تو ملتے ہیں خواب میں

مارا محب جو نفس تو پھر زندہ دل ہوا
پیری میں ہم جوان ہوئے بوڑھے شباب میں

شہروں میں اہل یورپ بستیاں آباد کرتے ہیں
مگر آباد گھر کو اپنے ہم برباد کرتے ہیں

اثر تو دیکھئے صیاد کے دام محبت کا
رہائی پر اسیران قفس فریاد کرتے ہیں

ہمارے سرو کو دیکھیں تو کٹ جائیں خجالت سے
قد بالا پہ اپنے ناز کیا شمشاد کرتے [illegible]

زباں غیر میں رکھتے ہیں جو سرمایۂ علمی
وہ اپنے گھر کی دولت غیر پر [illegible]

خدا ملتا تو ہے معشوق کا وعدہ ہے جنت میں
جناب شیخ لیکن ترک کا ارشاد کرتے ہیں

ہماری بیقراری سے نکلے بھیجواتے ہیں قاصد کو
غنیمت ہے کہ وہ پاس دل ناشاد کرتے ہیں

چمن میں بھی نظر آتے ہیں یہ ہم شادی و ماتم
کہیں گل شاد ہیں بلبل کہیں فریاد کرتے ہیں

رہیں کب تک غلامی میں سے ہمکو بھی آزادی
غلاموں کو جہاں میں آجکل آزاد کرتے ہیں

مصیبت میں خیال یار سے دل تو بہلاتے
شب ہجران میں روز وصل کو ہم یاد کرتے ہیں

نہیں اولاد سے جب فائدہ کچھ قوم و ملت کو
خدا جانے تو پھر کیوں خواہش اولاد کرتے ہیں

اٹھاتے ہیں مصیبت غیر کی کلفت مٹانے کو
فرشتوں سے بھی بڑھ کر کام آدم زاد کرتے ہیں

گزر جاتی ہیں نسلیں چھوڑ جاتی ہیں اثر اپنا
کیا اجداد نے جو کچھ وہی احفاد کرتے ہیں

ہر ایک فن کی ترقی منحصر ہے قدردانی پر
ہزاروں صنعتیں یورپ ہی میں ایجاد کرتے ہیں

اٹھاتے ہیں مصیبت نفس امارہ کی طاعت سے
ہم اپنے آپ پر خود آپ ہی بیداد کرتے ہیں

ہمارے عشق صادق کا اثر یہ ہے کہ اب وہ بھی
کلیجہ تھام لیتے ہیں جو ہم فریاد کرتے ہیں

سبق ہمدردئ انسان کا کچھ پڑھ لو محب ان سے
مصیبت میں جو غیر اقوام کی امداد کرتے ہیں

دماغوں پہ محنت جہاں کھینچتے ہیں
خدا کی خدائی وہاں کھینچتے ہیں

برابر وہ ابرو کے افشاں کو چن کر
جبیں پر خط کہکشاں کھینچتے ہیں

نہ ہو خشک کیونکر ہماری زراعت
کہ سب غیر آب رواں کھینچتے ہیں

بہار آتے ہی شاد ہوتے ہیں جو گل
وہی رنج باد خزاں کھینچتے ہیں

نہیں کوئی شے جب یہ شاعر ہمارے
عجب ہیئت آسماں کھینچتے ہیں

جنہوں سے باتیں خوشامد کی کر کے
زر سرخ اہل زماں کھینچتے ہیں

یہ کب نکلتے ہیں نامی وہاں سے
لحد کا نشاں ہم جہاں کھینچتے ہیں

غموں کی لذت نہ پوچھو
جگر سے کہیں ہم سناں کھینچتے ہیں

کہون مین آپ کو عاشق یہ محال نہین | کرم ہو مہر کا ذرے یہ کچھ محال نہین
ظہر کا اپنے ہی سارا قصور ہے ورنہ | جہان مین کون ہے ایسا جسے کمال نہین
برے کو بھی مین بھلا ہی کہونگا اے واعظ | کہ وہ ہے شان جلالی اگر جمال نہین
یہ باد و برق یہ طوفان یہ زلزلے بھونچال | خدائے پاک کے کیا مظہر جلال نہین
کمال روح کو حاصل ہوا گھٹے جو بدن | خمیدہ پشت ہے سالک خم ہلال نہین
وجود حشر کا ناحق ہے فلسفی منکر | طلسم خواب کا خلاق کیا خیال نہین
یہ لہو و لعب یہ عیش و طرب مین سب بیکار | جو کار خانہ ہستی کے یہ مآل نہین
گلون کو چھوڑ کے جو باغبان کا دوست ہوا | وہ اس چمن مین کبھی غم سے پائمال نہین
ادھر سے آتی ہی جو وہ آپ بے طلب ہر شے | کسی سے شکر ہے کچھ حاجت سوال نہین
وہی تو کرتا ہے مردون کو دم بدم زندہ | گواہ باغ مین کیا تخم کیا نہال نہین
ہر ایک گام پہ بچ بچ کے رکھہ قدم سالک | یہ دیکھ لے کہ کہیں نفس کا تو جال نہین

محب کو تیری محبت نے کر دیا ہے فنا
وہ اس کا جسم نہین اور وہ خیال نہین

نہین کون ہے جسکو کوئی ملال نہین | مگر یہ عاشق شیدا کا تیرے حال نہین
و نور دل عشاق کا یہ پرتو ہے | جبین رخ یہ تمہارے سیاہ خال نہین
دیکھین گی لڑائیان لڑ نہین | کہ جسکو نفس سے اپنے یہان جدال نہین
ٹھا ہے یہ مذہبی جھگڑے | ہماری قوم پہ کیا آج کل وبال نہین
سے مردون کو کیا بعید اس سے | کہ خواب ہمکو بتاتا ہے یہ محال نہین
ہر سن تو لے زاہد | کہ احتیاج سے زاہد یہان حلال نہین
کی مختلف عمرین | کہ حس مین سب کے برابر یہ ماہ و سال نہین
عشار ہو رہے | ضرر ہو کہا ہے جو کہتا ہے برہو شال نہین

جو روح اور اثرِ حق ہیں دونون ایک ہی تھے — تو فلسفی کو بھی مذہب میں قیل و قال نہین

فراق و وصل یہ دونون ہیں ایک عشق کی رُخ — یہ درد ہجر ہی کیا کم ہے گر وصال نہیں

وہ آدمی تو ہے حیوان سے بھی پست ذلیل — کہ جسکو اپنے گناہون سے انفعال نہیں

خدا کے واسطے کرتے ہین جب یہ خدمتِ قوم — تو ہمکو خلق کے دشنام سے ملال نہیں

کہان وہ ہم مین ہے یورپین کی ہمدردی — لباس و قال تو سب مین ہین مگر وہ حال نہین

ذرا سے وجد میں کیوں ناچتے ہین ڈھولک پر — یہ پاک مجلس رندان ہے کوئی بال نہیں

یہ قیل و قال سے ہوتی نہین ہے منزل طے — وہ ہیچ پوچ ہے مرشد کہ جسکو حال نہین

محب کو دیا ہو جو کچھ وہ بے طلب دیدی
گدا کو تیرے کوئی حاجت سوال نہین

قایم بس دیوار نہ ہونا تھا ہوا ہوں — ہان طالب دیدار نہ ہونا تھا ہوا ہون

اب لب پہ ہے جان اور مسیحا نہیں آتا — اس حسن کا بیمار نہ ہونا تھا ہوا ہون

پھرتا ہے تری راہ مین سر ٹھوکرین کھاتا — اتنا بھی مجھے خوار نہ ہونا تھا ہوا ہون

اظہار محبت جو کیا ظرف ہی کم تھا — اک جام میں سرشار نہ ہونا تھا ہوا ہون

آسان تھا مجھے درد کے افسانون کا لکھنا — اس عشق میں بیکار نہ ہونا تھا ہوا ہوں

چھوٹن گا ابد تک نہ کبھی دام بلا سے — الفت کا گرفتار نہ ہونا تھا ہوا ہون

کب تجھکو گوارا ہے کہ مین ہون گلے میں — گردن کا ترے ہار نہ ہونا تھا ہوا ہون

اظہار محبت کا تھا انجام جدائی — خود طالب دیدار نہ ہونا تھا ہوا ہوں

غفلت سے جو چونکا تو خرابی ہوئی ظاہر — اس دہر مین ہشیار نہ ہونا تھا ہوا ہون

پردے سے محب یار نے خود شکل دکھائی
کیا عاشقِ رخسار نہونا تھا ہوا ہون

دل پژمردہ کو دلدار سے کچھ کام نہین — بلبل مردہ کو گلزار سے کچھ کام نہین

وصل تھا غیر کی قسمت مین جو ہونا تھا ہوا
ہو چکا عشق بس اب یار سے کچھ کام نہین

یہ تجرد ہے کسی سے بھی تعلق نہ رہے
گھر مین رہتے تو ہیں گھر بار سے کچھ کام نہین

دلکو دیتے ہیں جو ہے دونون جہان سے بہتر
آپکو پھر بھی خریدار سے کچھ کام نہین

ہم تو عاشق ہین تری خوبی رعنائی کے
حسن سے بوسۂ رخسار سے کچھ کام نہین

مین فنا ہو گیا دلدار مین مدت گذری
اب مجھے وصل سے دیدار سے کچھ کام نہین

خاطر یار سے رکھتے ہین رقیبون کو بھی پاس
ورنہ دنیا مین تو اغیار سے کچھ کام نہین

خبر یار کے مشتاق تو رہتے ہین یہ گوش
قصۂ غیر سے اخبار سے کچھ کام نہین

قتل کیجے مجھے ابرو سے کبھی مژگان سے
خنجر و نیزہ و تلوار سے کچھ کام نہین

وحشیون کو ترے ہے وحشت صحرائے حبیب
فرش و بام و در و دیوار سے کچھ کام نہین

حافظ یار سے کہتے ہیں **محب** اب تو غزل
دل پژمردہ کو اشعار سے کچھ کام نہین

غم و شادی کو ہم بھولے ہوے ہیں یاد دلبر مین
اسی کے پاس ہے دل اور جسم ناتوان گھر مین

تمھین غیرون سے الفت ہے ہمین تم سے محبت ہے
جو جذب دل قوی ہوگا تو لائیگا تمھین بر مین

جو چاہو تم تو ہر جا جلوۂ رخسار دکھلاؤ
کھڑے ہو جاؤ کھڑکی مین کبھی محراب در مین

نہین ہوتا ہے کچھ بے قابلیت کی یہان ظاہر
ہوا ہے عشق تو ہے وصل جانان بھی مقدر مین

مرے رونے سے موسیٰ مین ابھی سیلاب آئینگے
بھرا ہے بحر ناپیدا کنار اس دیدۂ تر مین

مجسم ہے خدا وحدت مکان یار کعبہ ہے
دھرا کیا خاک ہے زاہد ترے جو کوہ پتھر مین

زمین سے تا فلک کس جا نہین اس شوخ کا جلوہ
جو ذرہ مین چمکتا ہے وہی تابان ہے اختر مین

تو اے ظاہری و باطنی سب ہین لباس اسکے
وہی دل مین جگر مین ہے وہی ہے عقل مین سر مین

خدا کو ڈھونڈھتا ہے آسمانون پر عبث زاہد
خبر ہی یہ نہین موجود ہے وہ ہر جگہ گھر مین

کہان کرتا ہے کوئی قتل خود اپنے ارادہ سے
نہ قابو ہے خیالون پر نہ طاقت دست خنجر مین

کبھی ہوتا ہے پیدا ذرّہ کی کان میں ہیرا
کہاں سے شکل و رنگ آتی نہیں کر روح پیکر مین

ہمیں ہین جانشیں حق ہمیں مسجود عالم ہیں
کہ ہم پیدا ہوئے ہیں روح مارو ہے کہاں جبریل کے پیکر مین

کہاں سے مادہ مین عقل و دانش اعلیٰ قوت
بناتا ہے کوئی تو شکل و صورت بطن مادر میں

سا ہے علم و ہنر سب ہے استعداد اُمت کی
نہین ہوتی ہے یکسان قابلیت ہر بشر میں

خدا کا شکر زاہد افتخار حشر سے چھوٹے
نظر آیا ہمیں تو چہرۂ حق روئے دلبر مین

وہ کہتے ہین محبؔ مجھکو بلاتی تم تو ہم آتے
کہاں ایسے مقدر تھے کہ وہ آتے مرے گھر مین

آج وہ غیر کے پہلو مین کہاں بیٹھے ہین
آکے دل مین مرے سو اس کے گماں بیٹھے ہین

دیکھئے کسکو کریں ابرو و مژگان سے شکار
لیکے وہ بزم مین یہ تیر و کمان بیٹھے ہین

بدگمانی مرے دل سے نہیں جاتی یارب
نقش کی طرح نگینہ پہ گمان بیٹھے ہین

صحبت اہل خرابات کب آئیگی پسند
تیری محفل مین تو اب اہل جہان بیٹھے ہین

صفحۂ دہر سے مٹ جاتے ہین نقش باطل
اس نگینہ پہ کہاں نام و نشان بیٹھے ہین

دشت میں شہر میں ہر جا ہے تصور تیرا
دل ہمارا ہے کہاں اور کہاں بیٹھے ہین

کبھی فرصت ہو رقیبوں سے تو آجا باہر
تیری کوچہ مین سر راہ یہان بیٹھے ہین

بے خودی کا یہ ہے عالم کہ نہین ہوش ذرا
ہم وہاں سے نہین اُٹھتے ہین جہان بیٹھے ہین

دل سوزی مین چھپا تھا مرا طوفان سرشک
ایک ساعت مین ہزاروں ہی مکان بیٹھے ہین

چومتے ہیں کبھی ملتے ہین انہین آنکھوں سے
تیرے پاؤں کی جو تربت پہ نشان بیٹھے ہین

ساتھ یاروں کے بڑے لطف سے باتین کرتے
ہم ہیں حیرت میں اے جان جہان بیٹھے ہین

شاہ صاحب نے کیا ایک ہے تیر جو شکار
اُسکو کھاتے ہوئے خیمہ مین یہان بیٹھے ہین

شہر ہو دشت ہو یا باغ و بیابان ہو محبؔ
جس جگہ اسنے بٹھایا ہے وہان بیٹھے ہین

روز دیکھیں اُن کے جلوے کیا نصیب اور ہی کے ہین
تھے کبھی پہلو مین میرے اب قریب اور ہی نکلے ہین

بات بھی کرنی ہمین مشکل ہے جیسے وہ گھڑی
رات دن خلوت مین بیٹھین یہ نصیب اور ہی نکلے ہین

ایسے ہی عیبون کو دیکھیں گر تو خود ہون بادب
نکتہ چین و عیب جو لیکن ادیب اور ہی نکلے ہین

چھوڑ کر ہم کو کبھی دم بھر جاتے تھے کہین
وہ ہمارے پاس تھے یا اب قریب اور ہی نکلے ہین

جان دیتے ہم ہیں اُس پر غیر پر مرتے ہین وہ
خود مریض عشق ہین لیکن طبیب اور ہی نکلے ہین

منہ چھپائین ہم سے تا غیر سے ہون پر حجاب
غیر سے بدتر ہین ہمکو وہ حبیب اور ہی نکلے ہین

منہ سے کہتے ہین مگر کرتے ہین کچھ بھی عمل
اپنے واعظ ہم ہین لیکن خطیب اور ہی نکلے ہین

آنے والی نسل پردے کو اُٹھائیگی ضرور
پوچھتے ہو کیا محبؔ ہمو نقیب اور ہی نکلے ہین

سب صفات اس ست مین راہ حضرت باری کو ہین
بت پرستی سے عیان آثار دینداری کی ہین

جان بھی دیتے ہین ملک و مال و زر کیا چیز ہے
عاشقان بے غرض لایق فقط یاری کی ہین

یہ اثر تعلیم یورپ کا جو انسان پر ہوا
نفس کی پابندیان مین شغل بیچاری کی ہین

عورتین کہتی ہین تا ہم کو ملک و دین سے کیا غرض
ہم تو قیدی عمر بھر اس چار دیواری کی ہین

آگ مین پانی نہان ہے اور پانی مین ہے آگ
یہ ثبوت اضداد باہم قدرت باری کی ہین

یاد مین تیری ہین خاموش بیٹھے اک طرف
کام سب دنیا و دین کے شغل بیکاری کی ہین

قید مین اطلاق سے بڑھ کر کوئی تو لطف ہے
عاشق صادق بہت کم حسن بازاری کی ہین

طالب دنیا کمیا ہی کی نظرون مین ذلیل
یہ غرور و فخر سامان ذلت و خواری کی ہین

سبز ہوتی ہے و دور درد سے کشت امید
پھل نہال وصل مین سب گریہ و زاری کی ہین

روح کو ہوتی ہے درد و رنج سے صحت نصیب
سب جہان مین آدمی محتاج بیماری کی ہین

کس طرح پہنچون محبؔ محبوب تک مین ناتوان
راستے سب کوچۂ الفت مین دشواری کی ہین

طلائی تیر سے سینے پر کئے والی غضب کے ہین
تیر کانون مین دونون سمت دو والی غضب کے ہین

ترے در تک تو پہونچے ہین اب آگے دیکھئے کیا ہو
پھرے عالم مین تیرے چاہنے والے غضب کے ہین

دل نازک پر اسکے ہو نہ جائے کچھ اثر یارب
ہمارے ضبط پر بھی ہم شب نالے غضب کے ہین

غرور و حرص وہ موذی ہین جن کا زہر قاتل ہے
یہ دونون اژدہے جو آستین پالے غضب کے ہین

جو پردے دل سے اٹھ جائین تو وہ ہر جا نظر آئے
خودی کے جہل کی آنکھون مین جالے غضب کے ہین

نہ کر شیخ و برہمن کی نمائش کو کبھی باور
یہ لمبی ڈاڑھیان ہاتھون مین یہ مالے غضب کے ہین

گریگی بجلیان عاشق کے دل پر وقت نظارہ
یہ کانون مین تمہارے جھلملی بالے غضب کے ہین

نہین آسان حجاب باطنی کا دل سے اٹھ جانا
یہ پردے گرد اسکے یار نے ڈالے غضب کے ہین

جو وعدہ کر بھی لیتے ہو کبھی پورا نہین کرتے
تمہارے یہ بہانے اور یہ ٹالے غضب کے ہین

خدا سے مانگتے ہین موت ایسی زندگی اسکی
محب دنیا مین اسکے چاہنے والے غضب کے ہین

باب الواو

گل ہے بلبل کے لئے شمع ہے پروانے کو
یاد تیری دل وحشی کو ہے بہلانے کو

شعلہ خیز آگ کے نزدیک بھٹکتا ہے کوئی
آئین کیا حسرت ناصح مرے سمجھانے کو

مکتب عشق سمجھ دار نہ کو غافل
جان استاد جہان یار کے دیوانے کو

یہ طلسمات ہین دنیا کے فقط خواب خیال
آئے ہین اپنی حقیقت کے یہان پانے کو

ماسوا اللہ نہ باقی رہے دل مین ساقی
مے عرفان سے تو بھر دو مرے پیمانے کو

جز مے و مہ ہے خرابات جہان مین سب ہیچ
رکھے آباد خدا دہر مین میخانے کو

بندۂ نفس سمجھتا ہی نہین عقل کی بات
مرد کامل ہو کوئی طفل کے سمجھانے کو

اہل دنیا کی عجب طرح کی الٹی ہے سمجھ
عاقل دہر سمجھتے ہین سمجھ دیوانے کو

قتل دے کے مٹا ہستی موہوم کا نام
تو یہاں آیا ہے رہنے کو نہیں جانے کو

گھر میں آنے سے علاقہ ہے اگر مجھ کو حجاب
کون مانع ہے مرے دل میں ترے آنے کو

عقل حیرت زدہ ہیں ہوتے عاقل
دل میں بیٹھا ہوا شیطان بھی ہے بہکانے کو

اہل دنیا کو ہے حیوان کی طرح فکر معاش
عقل کہتے ہیں جسے ہے تری دیوانے کو

آسمان سے جنہیں آتی ہے غذائے روحی
غم نہیں اُن کو نہ ہو گھر میں اگر کھانے کو

حلق میں آتا ہے قطعیں سے دم میں اُڑ کر
حکم ہوتا ہے پہنچنے کا اگر دانے کو

مرگ عشاق ہے دنیا میں حیات ابدی
جل کے مرجانے کا کیا شوق ہے پروانے کو

بات ہم قوم کی سنتے نہیں دیتا ہے غرور
عرش سے آئے فرشتہ کوئی سمجھانے کو

چھوڑ کر اصل کو جو سایہ کے پیچھے ہے دوان
خواب پڑھتے ہیں پریشاں اُسی دیوانے کو

یاد اس شوخ کی ہر آن رہے دل میں محب
کیجیے آباد اسی شغل سے ویرانے کو

جو ناکامی میں گزرے عمر کیا دل میں تمنا ہو
بڑی مشکل ہے اسیری کہ ہم سے ترک دنیا ہو

وہ سوز عشق ہے یہ دل تو کیا پانی ہو پتھر بھی
محبت میں بڑی مشکل ہے صبر و ضبط و اخفا ہو

خوشی کے بعد دور غم جو دیکھا یہ کہا دل نے
کہ خلوت ہو نہ ساقی ہو نہ ساغر ہو نہ مینا ہو

مجھے وحشت میں آہو چشم کی الفت نے مارا ہے
شگاف گور تربت ہو کفن دامان صحرا ہو

اسے کہتے ہیں محرومی قسمت نارسا کامی
جو بھیجوں تا لب ساحل تو سارا خشک دریا ہو

خدا سے کیا شکایت اس بت مغرور کی کیجے
وہ خود آئیگا جذب دل میں گر تاثیر پیدا ہو

خیال کفر و ایمان بھی نہ آئے اے خدا دل میں
حریم خلوت دل میں مرے وہ مست تنہا ہو

سمجھتا ہی نہیں تو عشق کے زور طبیعت کو
تجھے معلوم ہو اے شیخ کسی پہ تو جو شیدا ہو

خموشی سے عیاں مجھ سے ہے راز عشق کا چھپنا
مری تصویر بھی دیکھیں تو درد دل ہویدا ہو

وصال یار کی شب روز ہجران سے نہ کچھ کم تھی
یہی دھڑکا رہا مجھ کو سحر تک دیکھئے کیا ہو

عجب تاثیر دیکھی اس محبت میں محب ہم نے
یہ وہ چلتا ہوا جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو

زمانے میں ستم کا تیرے گر انداز پیدا ہو
زمین و چرخ سے فریاد کی آواز پیدا ہو

جو گوش دل سے کھنڈروں کی سنیں افسانۂ عبرت
تو ہر سنگ در و دیوار سے آواز پیدا ہو

کمال حسن پر پڑتی ہیں نظریں عیب بینوں کی
سمجھ کچھ تو بھی ہے تیرا اگر غماز پیدا ہو

بہشت اُن کشتگان ناز کے ہمونیہ ای زاہد
مزا اُس وقت ہے حوروں میں بھی گر ناز پیدا ہو

زبان و فعل و دل تیرے اگر باہم مطابق ہوں
تو اے ناصح سری ہر بات میں اعجاز پیدا ہو

بغیر امتحان ثابت نہیں ہوتی ہے جانبازی
جو ہونا ہے یہ دنیا سے تو پھر جانباز پیدا ہو

اگر سوز و گداز عشق گھر کر لے تری دل میں
تو رگ رگ سے تری آواز تار ساز پیدا ہو

الٰہی شمع کے تو گرد ہیں لاکھوں ہی پروانے
شب فرقت میں میرا بھی کوئی دمساز پیدا ہو

جو کھولیں کان دل کے اور اُس بت سے مخاطب ہوں
خدا ہی کی ہر اک پتھر سے پھر آواز پیدا ہو

بتوں کو چھوڑ کر زاہد خدا کو ہم بھی پوجیں گے
حسینوں کا اگر حوروں میں بھی انداز پیدا ہو

کہیں کس سے الٰہی عشق کے اسرار پنہاں کو
ہماری بات تو سمجھے کوئی ہمراز پیدا ہو

قناعت سے محب افلاس میں بھی ہم ہیں آسودہ
نہیں رکھتے ہیں وہ دل جس میں حرص و آز پیدا ہو

بے خطا مجھ پہ خفا ہوتے ہو انصاف کرو
قتل کرتے بھی ہو اور روتے ہو انصاف کرو

پھر یگانہ کوئی ہمسا وفادار کوئی
دل کو پا کر بھی جو تم کھوتے ہو انصاف کرو

مجھ سے نفرت کی یہ باتیں نہیں کچھ خار سے کم
حق میں کانٹے مرے تم بوتے ہو انصاف کرو

ہم تڑپتے ہیں سر بستر غم راتوں کو
سیج پر پھولوں کی تم سوتے ہو انصاف کرو

ہم جو کرتے ہیں کبھی ظلم و ستم کا شکوہ
اور تم ہم پہ خفا ہوتے ہو انصاف کرو

ہم جو مرتے ہیں تو مر جانے دو افسوس ہے کیا
مارتے بھی ہو تمہیں روتے ہو انصاف کرو

سالے سب عاشق شیدا کو کیا قتل پھر اب　　سہ کو اب کون ہے بھی تم دہوتی ہو انصاف کرو

کیوں یہ محبت سے ضرورت کو ہی تھوڑا کافی　　مار خر بیٹھ یہ خود ٹہوتے ہو انصاف کرو

کل تو تم ستو حیان کرتے تھے محب سے ہر بار

آج یا سد حیا ہوتے ہو انصاف کرو

فیض و الطاف سے محروم نہ رکھہ یارون کو　　گھر سے جو کچھ کہ بیچے دے اسی نادارون کو

کبھی غصہ ہی کی آنکھوں سے اٹھا کر چلمن　　دیکھ لے ایک نظر چشم کے بیمارون کو

اپنے دامن سے چھپا لے تیں لاغر کو مرے　　دامن گل بھی تو لیتے ہین چھپا خارون کو

یاد نے تری بھلائے ہیں دونون عالم　　عیش دایم ہو مبارک تری غمخوارون کو

مست الست تو ہیں ہر حال ہین آسودہ و خوش　　حزن غم و درد میسر نہیں ہشیارون کو

جان دے کر تجھے لینا بھی بہت ارزان ہی　　رخ دکھادے سر بازار خریدارون کو

تیرے دیدار سے مطلب ہے نہ کچھ وصل سی کام　　لذت غم ہی فقط چاہیے غمخوارون کو

ابروون نے ہی تو کشتون کے لگائے پشتے　　میان مین کیجئے ان برہنہ تلوارون کو

بیٹھتے تھے کبھی جب بام پہ ہم پاس ترے　　اسکی ہم دیکھتے ہین یاس سہی دیوارون کو

یاس و محرومی و حرمان و دوامی حسرت　　بانٹ دیجیے مری امید کو ان چارون کو

تا کہ اس طرح سے ہو خط و کتابت جاری　　شایع کرتے رہے ہم سیکڑون اخبارون کو

ان دواؤن سے علاج تپ فرقت معلوم　　موت آئے تو شفا ہو ترے بیمارون کو

چھوڑ بیٹھے گا محب تو تو دو عالم لیکن

وا نہ چھوڑے گا کبھی تیرے لئے یارون کو

جہالت دور ہو یا رب لواے علم برپا ہو　　ہماری قوم کا تعلیم سے ادنی بھی اعلی ہو

امید و بیم کا دل سے مٹانا ہی تو راحت ہے　　اگر مٹ جائیں یہ جنت سی بڑھ کر دل ہمارا ہو

خوشی ہو لودی کیا ہے خلقت جینا خلقت نکلی　　وہ بیٹا ہی نہ پیدا ہو کبھی جو ننگ آبا ہو

بے مجھے بھی دے الٰہی وہ دل آسودہ پہلو میں | کہ جس میں جذب عشقی ہو نہ دنیا کی تمنا ہو

ہماری حسرت ترقی سے ہے اب ہم میں بھی ہو ایسا | کوئی ہمدرد پیدا ہو کوئی غمخوار پیدا ہو

اگر تجھکو ہوس ہے رہبری قوم و ملت کی | تو پہلے قوم پر تو مال و جان و دل سے شیدا ہو

تقاضے نام و عزت کی اگر خواہش ہے کچھ دل میں | تو تیرے سر میں بھی بہبودئے ملت کا سودا ہو

وہی رہبر ہے جو ثابت قدم ہو سخت ہیبت میں | مخالف ہوں ادھر لاکھوں ادھر یہ ایک تنہا ہو

بڑی پہچان ہے یہ عاشق جانباز ملت کی | ذلیل و خوار ہو نظروں میں دنیا بھر میں رسوا ہو

عجب حیرت فزا ہے اختلاف رسم و مذہب بھی | جو نازیبا انہیں ہے وہ انہیں افسوس زیبا ہو

نکال اس قوم بیکس کو الٰہی کس مپرسی سے | کسی کے دل میں تو ہمدردئ اسلام پیدا ہو

محب کی ہے تمنائے دلی یارب وہ دن آئے
نہ گھر میں قید عورت ہو نہ یہ منحوس پردا ہو

باب الہاے

ہیں بت کے ساتھ دیر میں بھی ہم خدا کے ساتھ | مست شراب عشق ہے دائم فنا کے ساتھ

بے ترک خواہشات نمازوں سے کیا حصول | پرہیز بھی ضرور ہے کڑوی دوا کے ساتھ

دنیا کی کاوشوں میں پھنساتی ہیں خواہشیں | ہر دم جدال چاہیے حرص و ہوا کے ساتھ

اُسکے ستم کا آئے نہ لب تک کبھی گلا | دریردہ ہیں ہزار وفائیں جفا کے ساتھ

اسکے خیال کی ہے یہ قوت کہ آن میں | پیدا جہان ہو گیا کن کی صدا کے ساتھ

اللہ رے شوق کوچۂ قاتل کا بعد مرگ | جاتی ہے اڑ کے خاک ہماری صبا کے ساتھ

دل کی کھلی جو آنکھ تو دیکھے کچھ اور رنگ | ظلمت میں اک جہان نظر آیا ضیا کے ساتھ

بننے سے پہلے اسکی تباہی کا ہے یقین | رکھتے ہیں یادگار جو سنگ بنا کے ساتھ

آئینہ رنگ جو وہ ہے لب یا دید کی امید | آتا ہے عکس یار دلوں میں صفا کے ساتھ

ہمراہ ظلم و جور ہے قہر و عتاب حق — رحمت سرور قلب ہی مہر و وفا کی ساتھ

دل کو بچا گناہ سے صاف آئینہ ہے یہ — آتا ہے زنگ اڑ کے خیال خطا کی ساتھ

کوشش سے اور اپنے بچاتی ہین دست و پا — لڑتے ہین جو لڑائیان نادان قضا کی ساتھ

خواہش ہے عیش کی تو عدو سے بھی کر وہی — کرتے ہین جو سلوک کہ یار آشنا کی ساتھ

اس شوخ دلربا نے محب کو کیا تباہ
دل لے لیا غریب کا ناز و ادا کے ساتھ

ردیف ی

پیری الفت کی شراب مست کیو درکار ہے — دونون عالم مین ہمین تو ایک تو درکار ہے

بھاگ اہل نفس سے اور اہل دل سے جا کے مل — جاہلون سے دوستی کر کر عدو درکار ہے

وصل روحانی تو ہے لیکن ہے خاموشی غضب — دل مین ہے تصویر جانان گفتگو درکار ہے

کون سی قوت ہے عالم مین جو انسان مین نہین — قابلیت کے لئے لیکن نمو درکار ہے

بے طلب اللہ بھی دیتا نہین بندے کو کچھ — بے قراری جس سے ہو وہ آرزو درکار ہے

زاہدو! منہ ہاتھ دہو لینے سے ہی نہین پاکی نفس — خبث باطن کے لئے دل کا وضو درکار ہے

جو مقید مین مراسم وہ کہان اطلاق مین — گل کو بھر سے بلبل نالہ و بو درکار ہے

شکل و صورت رنگ اوکی ہے محبت کا ثبات — پختگی عشق کو خلق نکو درکار ہے

زاہدو! یہ خود کشی کیون ہے جس کے بازی کیلئے — ایک ساقی ایک ساغر اک سبو درکار ہے

ہے خیال یار کا باندھا ہوا یہ سب طلسم — دونون عالم کی فنا کو ایک ہو درکار ہے

ہے محب محبوب دونون مین جو باہم اتحاد
تجھکو مین دونون جہان ہین مجھکو تو درکار ہے

ام الفت سے تو اب وہ دلربا میرا ہے — عاشقون کے دل کا لیکن پھیرنا دشوار ہے

کس کو کہتے ہین مُراسب ہین حقیقت مین بھلے — دیکھ چشم دل سے وشت خار بھی گلزار ہے

مرضی حق پر جو ستی سے جھکا دیتا ہون سر — کند ہے پھر تو قضا کی تیر گو تلوار ہے

وہ دل پر درد رہتا ہے ملاؤں ہیں کبھی خوش — جو ہر اک حالت میں صبر و شکر پر تیار ہے

کیا مریض عشق کا ہوگا مسیحا سے علاج — وہ ادھر پہلو سے اُٹھا جان لبِ بیمار ہے

نامہ و پیغام کی کچھ عشق مین حاجت نہیں — میرے اُسکے دل مین قایم ایک برقی تار ہے

تیری صورت کے سوا کچھ بھی نظر آتا نہیں — اس سے بڑھ کر کیا تجلی اور کیا دیدار ہے

وائے حسرت وصل مین بھی ہجر کا ہی کچھ سمان — یار پردے مین ہی عاشق طالب دیدار ہے

بدگمانی کیوں نہ ہو عالم ہے جب اسیر خدا — اور اسیر یہ عصب ہی جو دنما وہ یار ہے

خلق کیون محجوب ہے حق کی سوا جب کچھ نہین — بھید ہے کیا اس مین یارب اور کیا اسرار ہے

ہوش تھا جب تک تو پڑھ لیتے تھے بھولی سی نماز — اب تو دل دائم شراب عشق سی سرشار ہے

قوم کی اصلاح اہل نفس سے ممکن نہین — انکی اصلاحین نہین ادبار پر ادبار ہے

بے محبت کے محب کیا دولت و ثروت سے لطف

فقر مین بھی وہ غنی ہے جسکا کوئی یار ہے

جسکو دیکھو اس حسین کا طالب دیدار ہے — عشق مین ثابت قدم رہنا مگر دشوار ہے

بے وسیلے رات دن آتی ہین خبرین یار کی — دل نہین میرا یہ روزانہ کوئی اخبار ہے

بے جہاد نفس ممکن ہی نہین دیدار یار — یہ نماز و روزہ و تسبیح سب بیکار ہے

عیش دنیا ہی اگر کافی ہے دل کے چین کو — کیون دوامی عیش سے پھر آدمی بیزار ہے

دل کی معموری و ویرانی فقط ہے عشق پر — ہے وہی آباد گھر جس گھر مین وہ دلدار ہے

یاد اُس بت کی ہر اک حالت مین دیتی ہے مزا — ہے خوشی مین ہمنشین اور رنج مین غمخوار ہے

درد عشق لا دوا ہے جملہ دردون کی دوا — ہے وہی صحت مین کامل جسکو یہ آزار ہے

خاک مین ملنے پہ بھی باقی رہا ملنے کا شوق — میری روح نازنین اُس کے گلے کا ہار ہے

لاکھ طوفان اور گرداب بلا ہو ڈر نہین — گر خیال یار پختہ ہے تو بیڑا پار ہے

مل نہین سکتے ہیں دو دل دل ملے بھی نہم — ہے کوئی مختار دیگر آدمی ناچار ہے

سینکڑون منصور لیتے ہیں انا الحق ہر طرف — اب نہ وہ دور جہالت ہے نہ وہ دار ہے

وصل و ہجر یار سے ہم ہو گا کامل یقین — وہ سب آرام جنان اور یہ عذاب نار ہے

علم ظاہر سے ہمارا مقصود ہے ایصال حق — سر پہ روح نازنین ہے کے لعادمرون مار ہے

ایک دم کی راحت ہے اس جہان مین بھی عیان — گل کھلے کا بار ہے آتش مقام حار ہے

عاشقون کو ہین محبت ہی جہان دار الجنان
گر نہین عشق حقیقی آدمی کی اسنار ہے

مل گئی ہر روح وادت سے جو صورت تیری — اور کمند ہی سی دیکھے لگی رنگت تیری

منہ ہے کیا حور و پری کا جو مقابل ہو ترے — آئینہ دنگ ہے جو دیکھ کے صورت تیری

کس قیامت کی ادا تھی وہ غضب کی چتون — میری آنکھون مین پھرا کرتی ہے صورت تیری

کافر عشق ہین ہم دیر و حرم سے کیا کام — عین اللہ کی صورت ہے یہ صورت تیری

خانہ کعبہ مین رہا ہے کہ رکھ کر پوجین — دل مین اللہ کے موجود ہے صورت تیری

بات جو دل مین گزرتی ہے وہی ہوتی ہے — خاصیت روح کی رکھتی ہے طبیعت تیری

رحمت حق کو سمجھے تھے مگر اب سمجھے — حال عشاق پہ دیکھی جو عنایت تیری

سونگھتا ہون جو کبھی باغ مین خوشبوئے گلاب — یاد آتی ہے پسینہ کی وہ نکہت تیری

کیا ہوا موت سے کیا میرے محب کا بگڑا
دل تو موجود ہے اور دل مین محبت تیری

جو خوشی سے ہوئی عشق مہ جبین مین رہے — فنا کے بعد بھی ہم پہلوئے حسین مین رہے

فنا ہوئے تو ہوا دل مین یار کے مسکن — نہ آسمان مین رہے ہم نہ ہم زمین مین رہے

رقیب خوب سمجھتے تھے دونو پہلو کو — مگر نہین تری ہان ہان نہین نہین مین رہے

نہیں ہے اسکے سوا اور کچھ صلہ کی ہوس — کہ یہ کتاب مری دست نازنیں میں رہے

وہ میرے دل میں ہیں اور میں آنکھوں میں رہتا ہوں — حسین کیوں نہ ہو وہ جو دل حسیں میں رہے

ہم اسکی خاک قدم ہو کے بعد مردن بھی — برنگ کحل بصر چشم سرگیں میں رہے

محب خموش کہ ہے کار عشق پردہ دری

کھلے یہ راز یہی وقت کہ دوربیں میں رہے

تمام عمر محبت کے عشق و دیں میں رہے — لی یہ راہ حقیقت جہاں یقیں میں رہے

خیال یار تھا اس زندگی میں پیش نظر — فنا کے بعد جو ہم چشم حور عیں میں رہے

ہوئی یہ زہد سے حرمت عشق دور سبھی قلب — ذری سے ہے گرم جو دل آہ آتشیں میں رہے

زمیں سے تا بہ فلک جسکو عمر بھر ڈھونڈا — کھلا یہ بعد فنا راز وہ ہمیں میں رہے

ہمارے ہی غضب و کینہ و حسد سے تھے عدو — اٹھے زمانہ سے یہ مار آستیں میں رہے

سحر ہمارا رخ زرد تھا مقابل مہر — و شب تصور رخسار مہ جبیں میں رہے

خیال یار سے ہر نقش غیر دل سے مٹا — کہ اس کا نام دل آرام اس نگیں میں رہے

یہ آب و گل کے محل دوسروں کو زیبا ہیں — وہ کیا مکان میں رہے جو دل مکیں میں رہے

بغیر عشق نہیں زاہدوں کو آزادی — چھٹے جو بندش دنیا سے قید دیں میں رہے

شراب عشق سے اتنی تو بیخودی ہو محب

کہ کوئی فرق نہ دشنام و آفریں میں رہے

دل میں ہر دم وہ نظر آتے ہیں اٹھتے بیٹھتے — وصل دایم کا مزہ پاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

یاد اُن کو بھی ہماری آ ہی جائے گی کبھی — نام اُن کا ہم لئے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

تیرے عاشق کو تو ہر لحظہ جہاں میں ہی سرور — اہل دنیا رنج و غم کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

شیخ جائے کعبہ کو مندر کو جائے برہمن — یار کو ہمراہ ہم پاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

یار پہلو سے اٹھا جاتے رہے ہوش و حواس — جی نہیں لگتا ہے گھبراتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

ڈر ہے یہ جور حیا کی خو نہ پڑ جائے کہیں — عاشقوں پر آپ جھنجھلاتی ہیں اٹھتے بیٹھتے
بے تکلف ہم سے باتیں ہوں الٰہی دن وہ آئے — اب تو خلوت میں بھی شرماتی ہیں اٹھتے بیٹھتے
چھوڑتا ہے عشق کب دامن جو بھاگیں ہم سے یار — دل میں اُن کو کھینچ ہی لاتی ہیں اٹھتے بیٹھتے

راز الفت تم سے بھی ہم کہہ نہیں سکتے محب
دل کو اپنے آپ سمجھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

باغ جنت میں ترے چاہنے والے نہ گئے — تیرے کوچے سے پس از مرگ بھی ٹالے نہ گئے
عمر بھر حرص و ہوس ہی نے کیا خوار و ذلیل — ہم سے نادان یہ بچے بھی سنبھالے نہ گئے
صلح کل کی ہوئی مجلس بھی جو یورپ میں تو کیا — یہ رسالے نہ گئے اور یہ بھالے نہ گئے
چاہیے یہ کہ یہ چھٹے قوم سے ہر رسم فضول — رسم چوتھی کی اُٹھی اور یہ چالے نہ گئے
ہم نے چاہا تھا کریں پیش خیالات جدید — بیچ بھولوں سے کئے گر سنگ یہ ڈالے نہ گئے
ہند میں گرچہ ہے پر زور حکومت قائم — اس زمانے میں بھی ننگوں کے دوالے نہ گئے
خواہشیں نفس کی افلاس میں پوری نہ ہوئیں — شکر عقرب یہ زر و مال سے پالے نہ گئے
عمر بھر گرد سرابوں کے پھرے سرگردان — دل سے وحشت نہ گئی پاؤں سے چھالے نہ گئے
بنکے انگریز بھی ہیں ذات پہ پردے نثار — اس جنم میں بھی یہ دستور نرالے نہ گئے
لاکھ تخفیف ہو لیکن کسی دفتر سے کبھی — عہدہ داروں کے پسر بھانجے سالے نہ گئے

کیا ہوا فائدہ طول شب فرقت سے محب
سرد آہیں نہ گئیں گرم یہ نالے نہ گئے

بھولتی جاتی ہے غربت میں وطن کی یاد بھی — کیا مزہ ہے قفس بھی دام بھی صیاد بھی
غیرت نے چشم بینا کو بھی احول کر دیا — ایک تھا ورنہ یہاں تو دین بھی الحاد بھی
اہل دنیا کو ہے دوزخ اہل تقویٰ کو بہشت — یہ جہاں پُر دغل ویران بھی ہے آباد بھی
تیرے دیوانے ہیں عاقل اور سب ناداں ہیں — شاد بھی ہیں اہل جہاں میں رنج سے آزاد بھی

آئیگا اُسدم مجھے حدب محبت کا یقین — اُسکو بھولے سے اگر آجائے میری یاد بھی

عشق کی دولت ہے کیا کم وصل اگر ممکن نہین — نغمہ ساز و طرب سے کم نہیں فریاد بھی

وہ ملے جس راہ سے میتک شہی رستہ ہے ٹھیک — گمرہی ورنہ ہے دین بھی بستر معتاد بھی

نازک دنیا کو بھی غم سے نہین ملتی نجات — دل ہے جسکا نک ہر نشتر بیداد بھی

دولت و ثروت گئی تھی خلق احمد بھی گیا — پڑ گئی ان ہاتون پر اب یہ اُفتاد بھی

علم بھی دولت ہے پھر اسپر عبث گرتے ہین لوگ — چاہتے ہین آپ ساہوکار سے داماد بھی

تقوی و صوم و صلوٰۃ و حج فقط کافی نہین — فرض زر دارون پہ ہے کچھ قوم کی امداد بھی

اس مجرد حسن کی کسطرح اُتریگی شبیہ — صورت تصویر ہین خود مانی و بہزاد بھی

جسنے پایا ہے سمجھے اسکا نرالا ہے طریق — ایک ہی اُسکی نظر مین دین بھی الحاد بھی

خون کا دعوی کرے عاشق تو پھر کسپر کرے — ہے حقیقت مین وہی خود صید بھی صیاد بھی

نوکری مین تھین محب سو طرح کی پابندیان
فقر مین لیکن ہین اب خوشحال ہی آزاد بھی

تمہارے عشق کی برچھی جگر پہ کھائے ہوئے — رہینگے تا بہ ابد لطف زیست پائے ہوئے

ہمیں تو کاہ ہے دنیا کی ہر گران باری — کہ ہم ہین عشق کا کوہ گران اُٹھائے ہوئے

جو دیکھتے ہو علوم و فنون یورپ مین — ہمارے باغ کے پودے ہین سب لگائے ہوئے

مرے فسانے کو سن چھوڑ دو کہ وامق و قیس — ہزار بار کے قصے ہین یہ سنائے ہوئے

اگر نظر ہے تو آثار رفتگان ہے کتاب — عجیب نقش ہین یہ خاک پر مٹائے ہوئے

ہزار منزل مقصود تک ہون اندیشے — پھرینگے راہ سے کیونکر نشان پائے ہوئے

اگرچہ بیٹھے ہین احباب مین مگر دل مین — ہم اُسکے در پہ کھڑے ہین نظر جمائے ہوئے

بڑھیگی اور بھی مدت عنب کے حسن کی قدر — بہت ہین ملک مین لندن سے پڑھ کر آئے ہوئے

ثبات و صبر و طلب محنت و ریاض مدام — یہ علم و فضل کے رستے ہین سب بتائے ہوئے

یہ کس تماشہ مین ہے حشر برپا اسے زاہد ‌ ‌ بہت سے فتنے ہیں اس شوخ کی اٹھائے ہوئے

برنگ کشتہ سیماب ہر مرض کی دوا ‌ ‌ دہن مین عشق کی آتش مین دل جلائے ہوئے

نظر مین جسکی سلاطین دھر ہین ناچیز ‌ ‌ یہان گدا بھی ہین وہ تیر سے سہ لگائے ہوئے

وہی ہے قایم و دایم وہی مکان و مکین ‌ ‌ نگاڑتا ہے جو ہر روز ہ گھر بنائے ہوئے

وہ ہے کرامت تعلیم و تربیت کہ یہان ‌ ‌ ہزار سالہ ہین مردے بہت جلائے ہوئے

ہمین تو مجمع احباب مین بھی خلوت ہے ‌ ‌ کہ ہم ہین رخ پہ کسی کے نظر جمائے ہوئے

ذرا سے دل مین وسعت عجیب قدرت ہے ‌ ‌ کہ آسمان و زمین اس مین ہین سمائے ہوئے

بغیر حکم خدا کب کسیکو دیتے ہین ‌ ‌ یہ اہل دولت و ثروت ہین آزمائے ہوئے

وہ بات کرتے ہین لیکن ہمین ہے دل جاصر ‌ ‌ کسی رقیب سے ہین چشم دل ملائے ہوئے

ہماری یاد ہے اُن کو تو کیا یہ کچھ کم ہے ‌ ‌ ہزار شکر کہ دل سے ہمین بھلائے ہوئے

نئے زمانے مین کچھ باندھیے نئے مضمون ‌ ‌ دکھائیے نہ جواہر وہی دکھائے ہوئے

معیدات بھی ہم صاف کہہ نہیں سکتے
نہ روٹھ جائین محب پھر کہین منائے ہوئے

جو دل کی نہ ہو دل کو تو پھر خالی مکان کیا ہے ‌ ‌ عیان ہے آپ پر سب حال دل پنہان کیا ہے

ذرا تو غور کر دل مین کبھی اس کارخانہ پر ‌ ‌ کہ مین کیا ہون یہ مخلوق خدا کیا ہے جہان کیا ہے

ہم اپنے دل مین جو در حم و کرم ہی لطف پاتے ہین ‌ ‌ یہ تو یقین مین کیا بعد فنا نام و نشان کیا ہے

مخالف ہین بہم لیکن حقیقت ایک ہی سب کی ‌ ‌ یہ خاک و باد کیا ہے آتش و آب روان کیا ہے

فریب چشم دنیا ہے امید جام عقبے ہے ‌ ‌ بتا سے تو ہمین کوئی یہان کیا ہے وہان کیا ہے

حقیقت عشق کی کھلتی نہین کچھ عقل حیران ہے ‌ ‌ سرور وصل رنج ہجر یہ آہ فغان کیا ہے

عجب نیرنگیان ہین باغ عالم کی خدا جانے ‌ ‌ گل و بلبل بہار بوستان فصل خزان کیا ہے

کبھی تو دیکھ قدرت کا تماشہ پوچھ یہ دل سے ‌ ‌ زمین کیا ہے نجم کیا شمس و قمر کیا آسمان کیا ہے

سمجھتے ہیں مُحب ہم تو مکانِ یار کو جنت
خدا جانے کہ فردوس بریں حور و جناں کیا ہے

ہمارے گھر کی طرف آج وہ کدھر سے پھرے
مریض درد جدائی بلا کے گھر سے پھرے

نہ بیٹھے کنج قناعت میں مثل مردم چشم
ہزار ٹھوکریں کھاتے در بدر ہی پھرے

انہیں نے پائی ہے گم ہو کے راہ عشق
ملن جو صدمۂ عام رہ گزر سے پھرے

ترے بیان کی تصدیق کیونکہ ہو واعظ
رہ عدم کے مسافر پھر سفر سے پھرے

بھروسہ کسکو ہے وعدوں پہ بے ثباتوں کے
کبھی ادھر سے پھرے اور کبھی ادھر ہی پھرے

چلے تھے چھوڑ کے تنہا سوئے کعبہ مگر
بتوں کی یاد جو آئی خدا کے گھر ہی پھرے

پھرے ہیں ٹھوکریں کھاتے ہوئے وہی در در
جو بدنصیب تھے علم و فن کے در ہی پھرے

کبھی ملی نہ مُحب راہ اُسکے کوچے کی
تمام عمر یونہیں شام تک سحر سے پھرے

فرقت کا جو ہے دل پر غم کچھ نہیں کہنے کے
سہتے ہیں تو کبھی لیتے ہم کچھ نہیں کہنے کے

خود آپ ہی کہتے ہیں آدمی ہوں عقل میں ہوں
اس سے تو کبھی ہم بھی کم کچھ نہیں کہنے کے

جھکتے ہیں یہ جان کے ملتے ہیں بت دل ہو
ان سخت کمانوں کے خم کچھ نہیں کہنے کے

مصنوع کی ماہیت صانع بھی کیا جانے
گر جام کو ہم پوچھیں جم کچھ نہیں کہنے کے

جنت میں کہ دوزخ میں جی چاہے جہاں رکھیں
مالک وہ ہمارے ہیں ہم کچھ نہیں کہنے کے

گر زہر بھی وہ دے گا امرت اسے سمجھیں گے
مر جائینگے ہم کھا کر سم کچھ نہیں کہنے کے

غیر اُن سے تو کیا کہتے تم سے بھی نہیں ہرگز
جو دل پہ گزرتا ہے غم کچھ نہیں کہنے کے

کیا پوچھتے ہو دل کی حالت کو طبیبو تم
سینے سے نکل جائے دم کچھ نہیں کہنے کے

موسیٰ کی طرح سنتے دیکھے ہیں مُحب جو
رب کی یہ باتیں ہیں ہم کچھ نہیں کہنے کے

مزا ہے چوٹ دلوں پر ہو گر برابر کی — تڑپ ہو دل کی اِدھر اور اُدھر برابر کی
فلک کو ناز ہے باراں پہ ہم کو گریہ پر — یہاں ہے ابر یہاں چشم تر برابر کی
اُدھر ہیں تیر جو اودھر ہے صبر جمیل — خدا نے دی ہے ہمیں بھی سپر برابر کی
ملیں گے عقد سے وہ دل اسیا ہے پھول — کشش ہیں جو اِدھر اور اُدھر برابر کی
مزا ہے زیست کا شادی ہو عمر بھر کی خوشی — زن و در شو میں محبت ہو گر برابر کی
رہا حجاب جو حائل تو کچھ جھلک دیکھی — نگاہ مہر سے کی نے نظر برابر کی
یہ برق عشق ہے جس نے بغیر تار و ستون — اُدھر بھی اور اِدھر بھی خبر برابر کی

محب کے حال پہ کچھ تو کبھی عنایت ہو
نگاہ مہر ہو رشک قمر برابر کی

خار میں گر وہ خوے گل آتی — آبلہ میں بھی بوے گل آتی
موت بلبل کی زیست ہو جاتی — کاش وہ روبروے گل آتی
دل میں بلبل کے وہ اگر بستا — بال و پر سے بھی بوے گل آتی
قابلیت اگر کوئی ہوتی — خار میں کچھ تو خوے گل آتی
گل میں ہوتی اگر نہ بو تیری — کوئی بلبل نہ سوے گل آتی

جب محب غیرت کی بو نہ رہی
یاد کیا گفتگوے گل آتی

گلزار خط کی رخ کی صفائی کی سیر کی — ہر آن ہم نے شان خدائی کی سیر کی
دل جلوہ گاہ یار ہے سینا سے بھی سوا — موسیٰ سے بڑھ کے جلوہ نمائی کی سیر کی
باغ وصال یار تو دیکھا نہ عمر بھر — تا حشر کوہ و دشت جدائی کی سیر کی
جاپان مرے کہ روس مرے اس سے کیا غرض — ہمنے تو خوب ان کی لڑائی کی سیر کی
بنکر گداے قوم پھرے بھیک مانگتے — ثروت میں ہمنے خوب گدائی کی سیر کی

مطلب نکل گیا تو ہوئے آستانا چند | اس عرض کی کارروائی کی سیر کی
ہم مست بوستاں سے دکھائی عجیب بہار | نزہت کی راحت نارہ ہوائی کی سیر کی

آنکھیں کھلیں مراقبہ سے بگی سے عجب
گھر ہی میں بیٹھے ساری خدائی کی سیر کی

جو اس بت سے شان خدائی دکھائی | تو ہندو میں دی کبریائی دکھائی
رسائی ہوئی بھی تو محروم سے ملنے | یہ طالع نے ایسی رسائی دکھائی
کوئی ایک ہو تو کریں اس کا شکوہ | زمانہ ہی نے کج ادائی دکھائی
بہت کی علایق سے چھٹنے کی کوشش | خودی آدمی شکل رہائی دکھائی
ملا ہی دیا دختر رز نے پیالہ | بہت شیخ نے پارسائی دکھائی
دیا کام تو ٹوگرائی کا دل سے | اس آئینہ نے وہ صفائی دکھائی
دکھا کر جھلک سات پردوں میں اس نے | عجب حسن کی خود نمائی دکھائی
خدا کو نہ دیکھا ہوا اس بت کو دیکھو | کہ جس نے خدا کی خدائی دکھائی

عجب کیجیے کیا فلک کی شکایت
کہ ہوتے ہی الفت جدائی دکھائی

جو ختم عمر کوئی اپنی بیس و بیس میں کرے | تو ایک کام بھی شاید وہ سو برس میں کرے
اس عندلیب کو اس باغ کی خبر کیا ہو | تمام عمر جو اپنی بسر قفس میں کرے
اب اسکی رحم و کرم پر ہے زندگی اپنی | خدا کسی کو کسی کے کبھی نہ بس میں کرے
نظام شمس بھی مکڑی کا ایک جالا ہے | خدا جو چاہے تو پیدا اک نفس میں کرے
جو چاہتا ہے کوئی عیش و راحت دنیا | تو اسکو چاہیے تخفیف وہ ہوس میں کرے
کچھ اور حالت ہم قوم دس برس میں ہو | جو اپنے ملک کی خدمت بھی ایک دس میں کرے
غریب کم نہیں عجب حسن میں اسیروں سے | تو فرق کیا کوئی طاؤس او مگس میں کرے

محب کو اس سے محبت کی کیا توقع ہو
جو ایک بار ملاقات دو برس میں کرے

تجھ سے وہ تک جو کبھی میری رسائی ہوتی — آرزوے دل مایوس بر آئی ہوتی
آپ جلوے سے میں اس بت کے تصدق کرتا — میرے قصے میں اگر ساری خدائی ہوتی
چہرہ شمس و قمر سے تو ہیں دیت الشبیہ — رخ انور کی اگر ان میں صفائی ہوتی
بعد مردن تو نکلتی ہوس پابوسی — میری تربت ترے کوچے میں بنائی ہوتی
دانۂ خال کی تھی اس دل ناداں میں ہوس — دام صیاد سے کسطرح رسائی ہوتی
مل گئے خاک میں ہم اور رہا تم کو حجاب — عاشقوں کو کبھی صورت تو دکھائی ہوتی

جذب الفت سے محب دلکو خبر ہو جاتی
یاد میری اگر اس شوخ کو آئی ہوتی

جب ہم قوم دلوں میں جو سمائی ہوتی — مردنی قوم کے چہرے پہ نہ چھائی ہوتی
بدنشین صاف زباں صاف تو جو ہو جاتی — گر دماغوں میں خیالوں کی صفائی ہوتی
مرد و عورت ہی بہم ملکے ہیں سالم انسان — عقل ہوتی تو نہ دونوں میں جدائی ہوتی
قبضۂ غیر میں جاتی نہ فلاکت سے ملتی — خلق کے دل میں تجارت جو سمائی ہوتی
نام کے واسطے لاکھوں ہی کئے صرف تو کیا — بے غرض ایک سخاوت تو دکھائی ہوتی
شب دیجور سے دو چند ہے تاریکی جہل — شمع تعلیم سر راہ جلائی ہوتی
کیا تمدن سے ہمارا کہ نہیں زیست کا لطف — موت آتی تو بلاؤں سے رہائی ہوتی

سر سے پا تک ہوں محب درد و الم کی تصویر
کیا مگر تجھ پہ صورت نہ سمائی ہوتی

پردے میں اس طرف سے کوئی شکل حور کی — پھیلی ہوئی ادھر ہے ضیا کوہ طور کی
گلشن میں اور پھر بھی ہیں پردے کی آڑ میں — ہے ہم کو یار سے نزدیک و دور کی

دیکھا ہے جس سے جلوۂ جاناں کو ایک بار ۔۔۔ بھولیں نہیں ہم کبھی میاں موسیٰ و طور کی

یارب شب فراق کی ہوتی ہے صبح کب ۔۔۔ وحشت سی ہوئی ہے یہ دل ناصبور کی

خلوت میں بھی اٹھاتے ہیں جلوت کے ہم مزے ۔۔۔ دل میں بسی ہوئی ہے جو صورت حضور کی

آتا ہے سوئے گور غریباں وہ مست آج ۔۔۔ حالت ہے ہر مزار میں روز نشور کی

اس شوخ کے وصال کی ہے آرزو محبؔ
حاشا نہیں ہوس مجھے حور و قصور کی

الفت میں کیفیت ہے شراب طہور کی ۔۔۔ زاہد پیئے تو دیکھ لے لذت سرور کی

دوزخ میں ڈال یا مجھے جنت میں بھیج دے ۔۔۔ عاشق کو خوف نار نہ پروا ہے نور کی

دنیا کی سب تماشائیاں آئی ہیں سامنے ۔۔۔ کرتے ہیں ہم کبھی جو زیارت قبور کی

اقبال و سلطنت میں ترقی ہو روز و شب ۔۔۔ ہو عمر خضر عمر ہمارے حضور کی

ساری ترقیوں کی ہے جڑ الفت وطن ۔۔۔ گر سوچیے تو بات بہت ہے یہ دور کی

تعلیم و تربیت سے تو ہر قوم بڑھ گئی ۔۔۔ ہم راہ دیکھتے ہیں گھروں میں نشور کی

کیوں فکر عاقبت ہے محبؔ دل کو شاد رکھ
اسکے کرم کی حد ہے ہمارے قصور کی

اس کی الفت جو محب دل میں چھپا رکھی ہے ۔۔۔ سات پردوں میں شراب ہمنے لنڈھا رکھی ہے

دل میں ہے اس بت کافر کا تصور جو مدام ۔۔۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تصویر خدا رکھی ہے -

چاہتے ہیں انہیں جب دل میں لا لیتے ہیں ۔۔۔ دل لگی کے لیے اک جوہ نگا رکھی ہے

دل کو ان تیر حوادث سے مفر کیونکر ہو ۔۔۔ چرخ گرداں نے کماں اپنی چڑھا رکھی ہے

جلوۂ یار نے اک بار جھلک دکھلا کر ۔۔۔ ایک بجلی مرے سینہ پہ گرا رکھی ہے

ہم سا عاشق کوئی ہووے گا کہیں اے دنیا ۔۔۔ روح اپنی تری خاطر سے مٹا رکھی ہے

چھوڑ کر عشق خدا تیرے ہی خادم سبکو ۔۔۔ عزت اپنی تری نظروں میں گھٹا رکھی ہے

اپنے حلقوں مین اسیرون سے بڑے فخر کی ساتھہ — صنعت غیر کی دوکان لگا رکھی ہے

ہم کو قلاش کیا صنعت و حرفت میٹی — کون سی بات زمانہ سے اُٹھا رکھی ہے

ڈھونڈھتا پھرتا ہے کیا دیر و حرم مین جا کر — دیکھ لے دل ہی مین تصویر خدا رکھی ہے

دام مین جیس کے لی شکر حیات جاوید — [illegible] رکھی ہے

تجھ سے کیا کیجئے اُس سے ہو شکایت تیری — مجھ مین جسنے کہ وفا تجھ مین جفا رکھی ہے

آپ کہتے ہین کہ تجھ سے ہو محبت ہم کو — شکل پھر آپ نے کیون مجھ سے چھپا رکھی ہے

پہنکر جامۂ انگریز ہوئی کیا عزت — کس لیے آپنے صورت یہ بنا رکھی ہے

عرش پر کیا ہے دہرا دیر و حرم مین کیا ہے — دل کے آئینہ مین تصویر خدا رکھی ہے

وقت آتا ہے تو ہوتی ہے مجھے دم مین شفا

ہر مرض کی یہین تیار دوا رکھی ہے

اس شوخ کے ملنے کی تدبیر چلی جاے — برباد ہمین کرتی تقدیر چلی جاے

اصلاح تمدن کا کیا کام ہے دو دن کا — بڑھتی ہوئی ہر ساعت تعمیر چلی جاے

کالون کو بھی کرلین وہ گر بد نہ نصیب ہو — بہبودی ملت کی تقریر چلی جاے

دیکھین کہ نہ دیکھین وہ کیا ہمکو غرض اس سے — کچھ [illegible] اُن کو تحریر چلی جاے

غفلت اسے کہتے ہین شاباش مرے یارو — ہان کار ضروری مین تاخیر چلی جاے

معراج حکومت پر پہنچین بھی تو کیا ممکن — اغیار کی صحبت کی تاثیر چلی جاے

تقدیر کے قائل ہین ہم سست جاہل ہین — یہ راستہ سیدھا ہے تدبیر چلی جاے

یارون کے تصور مین قایم تو رہین گے ہم — اس آئینہ خانہ سے تصویر چلی جاے

کوچے مین محب اسکے ہر دم نہ کرو آہین

ڈر ہے نہ کہین ان کی تاثیر چلی جاے

کون کہتا ہے اُسے ہمنے نہین دیکھا ہے — کی نظر ہمنے جدھر اُس کو وہین دیکھا ہے

نقش ہے دل پہ مرے الفِ محبوب و کن — نام ایسا نہ کہین ایسا نگین دیکھا ہے

دل ہے سینہ مین تو ہے دل مین خیالِ دلبر — پردہ دار ایسا مکان اور نہ مکین دیکھا ہے

زار ایسا ہون مجھے دیکھ کے وہ کہتے ہین — یاد پڑتا ہے کسے ہم نے کہین دیکھا ہے

حسن صورت سے کہین بڑھ کے ہی حسن سیرت — کسنے دنیا مین مہذب سا حسین دیکھا ہے

اپنے ہمسر دیکھیں کھڑے غیر ترقی پائین — انقلاب ایسا کسی نے بھی کہین دیکھا ہے

حلقۂ زلف مین دو ہین عجب ابرو کے ہلال — ماہ ایسا بھی کہین چرخ برین دیکھا ہے

کھینچ لائے گی کشش دل کی اہین اے نادان — تو نے ہر چیز کو مائل بہ زمین دیکھا ہے

وعدہ کر لیتے ہیں کرتے ہین مگر اسکے خلاف — آپ سا وعدہ خلاف ہمنے نہین دیکھا ہے

درد و فرقت سے سراپا ہون مین غم کی صورت
کوئی دنیا مین محب مجھ سا حزین دیکھا ہے

خبر دل کی ہو جسکو دلدار وہ ہے — مصیبت مین کام آئے غمخوار وہ ہے

کرے جو صرف زر بھی خدمت وطن کی — جو پوچھو تو ملت کا سردار وہ ہے

ہمین اب تو ہے وصل سے ناامیدی — جو پابند ہم ہین گرفتار وہ ہے

مرے درد کو کیا دوا سے ہو صحت — نہ آرام ہو جسکو آزار وہ ہے

سخاوت سے ہو جسکی سیراب خلقت — حقیقت مین ابر گہر بار وہ ہے

پئین خم کے خم بھی تو یہ تشنہ کب ہو — مئے عشق پی جس نے سرشار وہ ہے

بغیر غرض قوم کے کام آئے — وطن کا مصیبت مین غمخوار وہ ہے

چلیں بادہ پر بھی ثبات قدم سے — نہ لغزش ہو پاؤن کو رفتار وہ ہے

سبک لاکھ واعظ اثر کیا ہے دل پر — بدل دے خیالون کو گفتار وہ ہے

مہذب کا کھیل اس رنگ مین شعر کہنا — جسے سہل سمجھے ہین دشوار وہ ہے

محب کی جو پوچھے وہ حالت تو کہنا

ہمیشہ سے الفت کا بیمار وہ ہے

ہمارے ظلم سے ہم پر عذاب ایسے ہوئے ہمارا مکان بھی نہ باقی خراب ایسے ہوئے

رہی نہ ایک بھی آنا کی ہم میں جو باقی ہمارے ملک میں کچھ انقلاب ایسے ہوئے

امید ہی ہمیں ہم کو تو کامیابی کی ہر ایک کام میں ناکامیاب ایسے ہوئے

ہمارے ملک کے قاتوں سے مگر کیوں نزاع فرنگی لٹیرے سے کیسے عذاب ایسے ہوئے

دکھایا رخ روشن ہزار پردوں میں وہ عاشقوں سے کبھی بے حجاب ایسے ہوئے

دیا وظیفہ بھی کم اور نوکری جیسی کوئی تو جرم تھا جس پر عذاب ایسے ہوئے

تمہے نہ دین کے لائق نہ قابل دنیا تمہارے عشق میں ہم تو خراب ایسے ہوئے

حقوق ملک خدا نے بھی کر لئے تسلیم بروز عدل سوال و جواب ایسے ہوئے

قفس میں بند ہے عورت یہ پھر بھی گھٹے ہیں

صحب تباہ تو کیسے عذاب ایسے ہوئے

نہ آئینہ میں ہے نہ زمین ٹیڑھی سیدھی زبان ہو نہ جائے کہیں ٹیڑھی سیدھی

وہ جاپان جو سب سے آگے ہوا ہے ہوئی روس کی دوربین ٹیڑھی سیدھی

نہ کیوں منقلب حال اہل زمین ہو کہ چلتی ہے چالیں زمین ٹیڑھی سیدھی

یہ ہستی ہے منزل امید و خطر کی کہیں صاف راہیں کہیں ٹیڑھی سیدھی

بنایا ہے تجربوں میں تربیت نے ہماری طبیعت نہیں ٹیڑھی سیدھی

یہاں آ کے گمراہ کیوں کر نہ ہوتے کہ ہے راہ دنیا و دین ٹیڑھی سیدھی

سیدھی ہمیں حسن گر ہو کسی کی طبیعت زبان اور جبین ٹیڑھی سیدھی

ہم اب پیچ کیوں کر ہو کہکشاں میں کہ ہے راہ چرخ بریں ٹیڑھی سیدھی

صحب تیرے کہنے سے سیدھی نہ ہوگی

کہ ہے طبع اہل زمن ٹیڑھی سیدھی

خود پرستی سے تو اصنام پرستی اچھی — دام تدویر سے میخوار کی مستی اچھی

معت خورشید فلک سب کو ضیا دیتا ہے — جنس تعلیم ہر اک ملک میں سستی اچھی

نگہ یار یہ ابرو کا اشارہ تھا غضب — دل پہ اک اور لگی تیغ دو دستی اچھی

یوں تو بے فائدہ جیتے ہیں ہزاروں انسان — فائدہ جس سے ہو دنیا کو وہ ہستی اچھی

خوب جی بھر کے سب ہجر میں رو لیتے ہیں — لی راتوں ہی کو ساون میں برستی اچھی

گر یہ فیشن ہی ترقی ہے تو ہم بار آئے — اس بلندی سے ہماری یہی پستی اچھی

نہ جہاں علم کا چرچا ہو نہ اخلاق کی قدر — خاک ویرانے سے ہوتی ہے وہ بستی اچھی

جسم کا پست محب روح کا اعلیٰ ہے مقام
ان مدارون سے یہی عشق کی ہستی اچھی

اب عدو ریز کچھ نہیں کرتے — مات بھی تیز کچھ نہیں کرتے

لیے اہل وطن کا پاس و لحاظ — کیا یہ انگریز کچھ نہیں کرتے

وائے قسمت کہ وہ بھی اب باتیں — الفت آمیز کچھ نہیں کرتے

عاقبت زندگی ہے خدمت قوم — حیرت انگیز کچھ نہیں کرتے

خود ہیں پیری میں تیز عمر کے گام — اسکو مہمیز کچھ نہیں کرتے

قتل جوں جتنا جہل کرتی ہے — اتنا خونریز کچھ نہیں کرتے

زہر ہے یہ خوشامد و تعریف — اس سے پرہیز کچھ نہیں کرتے

بڑھ گئیں تم سے دوڑ میں قومیں — اسپ کو تیز کچھ نہیں کرتے

پڑھنے والے زمیں پہ پڑھتے ہیں — صاحب میز کچھ نہیں کرتے

ہے محب سرد عشق کا بازار
آگ کو تیز کچھ نہیں کرتے

خاک سایہ میں دل جلے بیٹھے — جل اٹھا جس شجر تلے بیٹھے

پیدا اک عاشق و معشوق — دیر تک کب ملے جلے بیٹھے

اشک تنہا نہ چشم تر سے گرے — ساتھ اپنے وہ گھر بھی لے بیٹھے

ملتے ہو جائیں گے ہزار ٹکڑے — چھوڑتے ہیں وہ جھٹکلے بیٹھے

خار صحرا اسے پاؤں چوم لیئے — قدم اُٹھے تو آبلے بیٹھے

زیست کس لطف سے گزرتی ہے — یار سے تجھے کبھی ملے بیٹھے

چھپ گیا پردۂ افق میں مہر — شام کو وہ جو سر کھلے بیٹھے

گر کہوں مدے سے کچھ تو ہو تکرار — ہیں وہ کس بات پر سلے بیٹھے

علم وحشت کو دور کرتا ہے — لڑکے مکتب میں چلبلے بیٹھے

اپنے اہل وطن سے نفرت ہے — اور غیروں میں ہیں گھلے بیٹھے

ناز کیا ایک دم کی ہستی پر — اُٹھتے ہی اُٹھتے بلبلے بیٹھے

جسم سے گرچہ دور ہیں وہ محب
ہیں مگر دل میں تو ملے بیٹھے

کبھی پردے سے گھر اگر وہ یار بے نقا نکلے — برائے حسرت دیدار دل کا مدعا نکلے

وہ کعبے سے پھر کر شیخ جائیں کیوں نہ بتخانے — جنھیں ہم بت سمجھتے تھے وہی آخر خدا نکلے

نہ چھوٹے عمر بھر قید محبت سے ترے وحشی — تری زلف رسا کے پیچ و خم دام بلا نکلے

بنایا سنگ دل اُن کو مجھے بھی صبر دے یارب — اُٹھا دن سختیاں انکی تمنا سے جفا نکلے

ہمیں تو ہجر کی شب سے بھی بڑھ کر تھی شب وصلت — رہے خاموش وہ بیٹھے بہت ہم سے خفا نکلے

نہ آئے قبر پر بھی وہ جنھیں دعویٰ تھا الفت کا — پس مردن ہمارے آشنا نا آشنا نکلے

سر و تن کی جدائی سے بھی چھوٹے گا نہ یہ دامن — جو دل سینہ سے بھی نکلو تو کب دل سے جدا نکلے

جو دیکھے اک نظر تو مست ہو گل گریۂ بلبل — ترے دل سے بھی آہ سرد اے باد صبا نکلے

تڑا کر بیڑیاں قیدی تری بھاگی تو کیا بھاگے ۔۔۔ اسیران اجل پھر کوچۂ قاتل میں آ نکلے

زبان عشق اسرار حقیقت کو اگر سمجھیں ۔۔۔ تو ہر بت کی زبان سے صاف آواز خدا آ نکلے

وہ ہوں افتادہ میری خاک بھی اٹھ کر اگر چھو لے ۔۔۔ ترے کوچے سے دامن جھاڑتی باد صبا نکلے

نکالے کس طرح دل سے محب تیری محبت کو

نہیں ممکن خلا کیا جائے دل سے ہوا نکلے

کمسن ہیں اور چاند سا چہرہ ابھی سے ہے ۔۔۔ عالم میں ان کے حسن کا چرچا ابھی سے ہے

وعدہ ہے آئیں گے وہ ہمارے مزار پر ۔۔۔ مل جائیں خاک میں یہ تمنا ابھی سے ہے

رگ رگ پھڑک رہی ہے مری شوق قتل میں ۔۔۔ بسمل کا رقص اور تماشا ابھی سے ہے

روز فراق یار کی سنتے ہیں ہم خبر ۔۔۔ پہلو میں بیقرار دل اپنا ابھی سے ہے

گھر میں خدا کے وہ بت ترسا بھی آئے گا ۔۔۔ رخ عاشقوں کا سوئے کلیسا ابھی سے ہے

ظاہر ہے ابتدا ہی سے انجام کار عشق ۔۔۔ عاشق تمہارا خلق میں رسوا ابھی سے ہے

تیرے خرام ناز نے مردے جلا دیے ۔۔۔ ہنگامہ روز حشر کا برپا ابھی سے ہے

گزرے شب وصال ہماری خوشی سے کیا ۔۔۔ روز فراق یار کا دھڑکا ابھی سے ہے

کیسی شب فراق کہاں کی امید وصل ۔۔۔ پیغام قتل یار نے بھیجا ابھی سے ہے

پہنچے ہیں بال حسینوں کے تا بدوش ۔۔۔ ان عاشقوں کو زلف کا سودا ابھی سے ہے

برپا کریں گے حشر وہ عہد شباب میں ۔۔۔ فتنہ خرام ناز میں پیدا ابھی سے ہے

آغا درد عشق چھپاتے ہو کیا محب

چہرے سے آپ کے یہ ہویدا ابھی سے ہے

رفاہ عام کا ہو کام دل کا مدعا نکلے ۔۔۔ زبان خلق سے برسوں صدائے مرحبا نکلے

زبان پر ہے حکومت دل پہ کس کا زور چلتا ہے ۔۔۔ دل مظلوم سے کس طرح ظالم کو دعا نکلے

عبث تکلیف عورتون کے لیے زاہد اُٹھاتے ہین
جو ڈھونڈین تو بتون کی زیر پا انکا خدا نکلے

دبے ہین خاک مین کتنے حسینان جہان یارب
ہزارون کاسۂ سر ہر قدم پر زیر پا نکلے

نکالین حوصلے دل کے ملے گر خدمت قومی
بہائین خون ناحق خواہش جور و جفا نکلے

تری تدبیر کیا کیا عقل تیری اور کیا قوت
کوئی بچتا بھی ہے ترکش سے جب تیر قضا نکلے

یہ تسبیح و مصلے چھوڑ دے، وہ کام کر جس سے
دل مخلوق سے صدیون تری حق مین دعا نکلے

بتون کا عشق دل مین اور ہے ذکر خدا لب پر
جو میخانہ مین دیکھا رند یہ سب پارسا نکلے

جنون پردہ نسوان نہین جاتا دماغون سے
الٰہی اس مرض کی بھی کوئی اچھی دوا نکلے

حجاب ظاہری سے کیا نگاہین پاک ہوتی ہین
دلون مین شرم پیدا ہو جو مصنوعی حیا نکلے

یہ چھوڑا عمر بھر قید جفا سے بدگمان تو نے
ہوئی تفتیش جب قیدی ترے سب بے خطا نکلے

جو پڑھ لکھکر بھی اپنی عورتون کو قید رکھتے ہین
خلف وہ ناخلف نکلے وہ لایق ناسزا نکلے

رہے ہر دیو سے پردے کی تن پر زخم کھا کھا کر
محب اس جنگ مین تم تو بڑے ہی سورما نکلے

ہم انکا ذکر کیون کر کے یارون مین نکالینگے
زبان کا کام لیکن سب اشارون مین نکالینگے

ہوا نسلون کے باہم میل سے جب حسن خود پیدا
تو پھر داغ نسب کیا ماہ پارون مین نکالینگے

کلام حق جو توریت و زبور انجیل و قرآن ہین
تو پھر کیا اختلاف و فرق چارون مین نکالینگے

نفاق باہمی اس قوم کا معلوم ہے ہمکو
ہم اپنی جان کے دشمن بھی یارون مین نکالینگے

ضرر اس حبس دائم کا محب سمجھین گے جب عاقل
وہ اپنی عورتون کو خود ہزارون مین نکالینگے

کمسن مین ذوق عشق کا پیدا ابھی سے ہے
رنگ بہار تازہ ہویدا ابھی سے ہے

پردے کا عورتون کی تو چرچا ابھی سے ہے
جو ہونیوالا ہے وہ ہویدا ابھی سے ہے

بچپن مین لڑکیون کے تو ہین کھیلنے کے دن   پردہ مین بیٹھنے کا تقاضا ابھی سے ہے

لایکولٹ یہ ہم ہین جو پردے کی سمجھتیان   مجلس مین کچھ فساد سا برپا ابھی سے ہے

کیا کیا خدا ہی جانے اٹھائی ہین ذلتین   ہمدرد قوم خلق مین رسوا ابھی سے ہے

تعلیم و تربیت کا ہے بچون کی کس کو شوق   سہرے کے دیکھنے کی تمنا ابھی سے ہے

ان مجلسون سے کسکو ہے امید اتفاق   کچھ باہمی نفاق سا پیدا ابھی سے ہے

مجنون کو شباب مین دیگا یہ درس عشق   ہر طفل حسن و ناز کا شیدا ابھی سے ہے

چھوڑیگی لیکے جان ہی اب جہل و کاہلی   چہرے سے قوم کے یہ ہویدا ابھی سے ہے

تعلیم قید نفس سے آزاد کیا کرے   سر مین غلام ہونے کا سودا ابھی سے ہے

لاتی ہے رنگ دیکھئے تقلید اور کیا   جلسون مین دور ساغر و مینا ابھی سے ہے

چھوٹین گی قید و بند سے یہ عورتین ضرور
تیرے محب خیال کا چرچا ابھی سے ہے

جانے کا نام منہ سے تیرے نکل نہ جائے   آنکھون سے دیکھ میری چشمہ ابل نہ جائے

ہے دوست وہ ہمارا صحبت ہے دشمنونکی   ڈر ہے مزاج اُسکا ہم سے بدل نہ جائے

دل مین بھڑک رہی ہے کیا آتشِ محبت   دھڑکا یہی ہے ہر دم یہ گھر بھی جل نہ جائے

تیر نظر تو مارا ابرو کا وار بھی ہو   صیاد صید تیرا گر کر سنبھل نہ جائے

بیمار ہجر تیرا کس کی کرے شکایت   سو بار گر بلائے تو بھی اجل نہ جائے

بدبخت اُس غنی سے بڑھ کر کوئی نہ ہوگا   یورپ کے دیکھنے کو جو آجکل نہ جائے

مجلس مین جاہلون کی کیا ہم زبان کھولین   ڈر ہے یہی کہ باہم تلوار چل نہ جائے

ثابت قدم رہے گا پھر کامیاب ہوگا   ڈر ہے تمہارے سائل ٹالے سے ٹل نہ جائے

اس ضعف و لاغری مین کس بل پہ ہین اینٹھے   ہو جائے راکھ جلکر رسی کا بل نہ جائے

میدان حریت مین آگے قدم نہ رکھنا   بیٹھا ہے منہ کو کھولے اژدر نگل نہ جائے

گرچہ ہے سخت پردہ پھر بھی بڑا یہ ڈر ہے
اوڑ کر قفس سے باہر چڑیا نکل نہ آئے

غفلت میں کیا پڑا ہے کر لے جو کچھ ہے کرنا
سر پر رہے گا کب تک شمس شدید ڈھل نہ جائے

پہلو میں میرے دل ہے یا طفل نا سمجھ ہے
سہے خوف ان بتوں پر ناداں مچل نہ جائے

چل راہ سر جھکا کر پامالوں کو بچا کر
پاؤں کے نیچے تیرے چیونٹی کچل نہ جائے

آتش بپا یہاں ہیں تیری محبت عشق کی
پتھر کا پھر کلیجا کیونکر پگھل نہ جائے

بوسے نہیں سیاہ یہ رخ پر نقاب کے
روشن ہیں آفتاب پہ ٹکڑے سحاب کے

حیرت فزا ہیں رنگ جہان خراب کے
ذرے میں انقلاب ہیں سب آفتاب کے

لاتی ہے ہر زمانہ کے عالم کو انکے پاس
ممنون اہل علم نہ ہوں کیوں کتاب کے

اسکے کرم کی حد نہ ہمارے گناہ کی
پھر دغدغے فضول ہیں روز حساب کے

آتا ہے آپ خود ہی بجھانے کو تشنگی
ہوتے ہیں خوب گرم جو پہلو کباب کے

دندان شکن ہی دونگا نکریں کو جواب
موقعے ملیں کہیں تو سوال و جواب کے

تجھ سا کریم اور یہ بندوں سے مار و پرس
عادی ہیں سود خوار حساب و کتاب کے

سیر و شکار سے نہ ہوں کیوں لیڈیاں حسین
بڑھتے ہیں دھوپ ہی میں تو پودے گلاب کے

مشکل پڑے تو صبر و تحمل سے کام لے
پڑتے نہیں ہیں راست قدم اضطراب کے

سینہ میں سوز عشق سے آنکھوں میں اشک گرم
آتش میں پائے جاتے ہیں قطرے بھی آب کے

ملتے ہیں کسکو خبطی و مجنوں کے خطاب
ہوتے ہیں بوالہوس نہیں لائق خطاب کے

نظروں کے سامنے ہی بدلتی ہیں حالتیں
دنیا کے ہست و نیست میں دھوکے سراب کے

اے شیخ بعد مرگ وہاں بھی ہو کوئی بات
وعدے بڑے بڑے تو یہاں ہیں جناب کے

کب کودتے ہیں بل پہ کسی کے زمانہ سنج
پابند شہسوار نہیں ہیں رکاب کے

دنیا میں لطف زیست محبت میں ہے محب

سب ہیچ فائدے ہیں جہان خراب کے

عجب تقریر واعظ ہے کہ ہر عاقل کو سکتا ہے — کسی پاگل کی بڑ ہے یا کوئی ہذیان بکتا ہے

گلا کیا غیر سے اپنے ہی ہوں جب دشمن جانی — سگ دیوانہ گھر والوں ہی پر پہلے لپکتا ہے

ترے مجنون کو کیا ہے تیشۂ فرہاد کی حاجت — در و دیوار زندان سے وہ اپنا سر ٹپکتا ہے

جو اصلاح وطن پر اٹھ کے کستا ہے کمر ایسی — وہی نظروں میں نادانوں کی کانٹا سا کھٹکتا ہے

مے الفت یہ کسکی جوش زن ہے سینۂ دل میں — کہ ہر دم چشم تر سے اشک کا ساغر چھلکتا ہے

کہاں کی سیر گلشن رشک جنت ہے کھنڈر اپنا — بہار آئی در و دیوار پر سبزہ لہکتا ہے

گل مضمون ہزاروں رنگ کے دل سے نکلتے ہیں — بھڑک جاتے ہیں اہل بزم جب بلبل چہکتا ہے

تری تقریر بھی رندوں کی بڑ سے کم نہیں واعظ — مئے طاہر محبت ہی سے ہے جو تو اتنا بہکتا ہے

ترے بیمار فرقت کا خدا ہی حافظ و ناصر — لگی ہیں چھت سے آنکھیں نبض ساقط اور سسکتا ہے

لئے سب عورتوں کے کام بھی ان مرد احمق نے — نہیں غیرت کہ عورت بنکے ناٹک میں مٹکتا ہے

بلندی پر پہنچکر جو اٹھاتا ہے سر نخوت — زمین پر مثل ثاقب آسمان اسکو پٹکتا ہے

نہیں ممکن نہ پہنچیں گوشۂ تاریک میں کرنیں — علوم مغربی کا مہر مشرق میں چمکتا ہے

بڑھے ہے کسطرح سے آگے تمدن قوم جاہل کا — کہ اس گاڑی میں ہر ہر گام پر روڑا اٹکتا ہے

کھلے تھے پھول کچھ علم و عمل کے باغ عالم میں — جہاں اب تک انہیں پھولوں کی خوشبو سے مہکتا ہے

کھڑے ہیں ہم ترقی دیکھتے اسطرح غیروں کی — کہ جیسے کوئی حیرت سے کسی کے منہ کو تکتا ہے

نہ دیکھا تھا کبھی یہ انقلاب دہر آنکھوں سے — فلک کو بھی ہماری پستی و ذلت پہ سکتا ہے

بہار چند روزہ پر نہ بھول اے گل کہ ہے فانی — صدا اے ماسوا دیتا ہے جب غنچہ چٹکتا ہے

جلا جب عشق کی آتش سے عالم کو کیا روشن — فلک پر مہر ہے یا کوئی انگارا دہکتا ہے

خیال پختہ آسانی سے ڈھل جاتا ہے لفظوں میں — ٹپک پڑتا ہے خود شاخ شجر سے پھل جو پکتا ہے

تمہارے ہجر میں یہ ہے دل بیتاب کی حالت — کہ جیسے کوئی گرفتار قفس ہر دم پھڑکتا ہے

محب راز محبت کا چھپانا ہے بڑی مشکل
مے الفت ذرا سی پی کے تو اتنا بہکتا ہے

ترے سوا کوئی ہم آشنا نہیں رکھتے — شریک عشق کوئی دوسرا نہیں رکھتے

خدا کو چھوڑ کے بندوں سے حاجتیں مانگیں — یہ لوگ وہ ہیں جو کوئی خدا نہیں رکھتے

کہیں گے سب یہ کھری بات شاہ ہو کہ گدا — زباں یہ لفظ درست و بجا نہیں رکھتے

جو منہ سے کہتے ہیں اسیر عمل بھی کرتے ہیں — جرس کی طرح سے خالی صدا نہیں رکھتے

درِ سخن ہیں وہ نایاب ہم گداؤں کے پاس — کہ شاہ بھی یہ درِ بے بہا نہیں رکھتے

تمہارے حسن کے جلوے ہیں چاند سورج میں — وگرنہ خود یہ کوئی بھی ضیا نہیں رکھتے

نماز و روزہ و حج و زکات ہیچ ہیں سب — جو ہم قناعت و صبر و رضا نہیں رکھتے

ہر ایک درد کا دنیا میں ہے علاج مگر — مریض عشق امید شفا نہیں رکھتے

متاع علم سے ہے جنکے مالدار جہاں — وہ گھر میں کچھ بھی بجز بوریا نہیں رکھتے

بغیر عشق و محبت نہیں ہے لطف حیات — وہ خاک جیتے ہیں جو آشنا نہیں رکھتے

کیا ہے صبر و قناعت نے اس کو مالا مال — غرض کسی سے بھی تیری گدا نہیں رکھتے

خدا کی دین ہے یہ بھی محبت و الفت — وگرنہ شاہ بھی کچھ وفا نہیں رکھتے

خدا و خلق سے آتی نہیں ہے ان کو شرم — جو اپنے آپ سی شرم و حیا نہیں رکھتے

قلوب زاہدیں کیا عشق یار ہو پیدا — یہ وہ کرے ہیں جو آب و ہوا نہیں رکھتے

جو ہمدل دوست سمجھتے ہیں ظلم بے حد — وہ عورتوں پہ ستم یہ روا نہیں رکھتے

سجائے خاک شفا مل رہا ہے اک شفا — یہ اسپتال غلط ہے دوا نہیں رکھتے

نہیں ہے کام امیروں سے ہم فقیروں کو — خدا نے دی ہو قناعت تو کیا نہیں رکھتے

نفاق و بغض و حسد کے جو جانتے ہیں ضرر — وہ دشمنوں کو بھی اپنے خفا نہیں رکھتے

ترے سوا نہیں دل میں کسی کی گنجائش — ہم اہل قبلہ ہیں ہم دو خدا نہیں رکھتے

بتوں میں زاہدو اب شان کبریائی ہے — خدا کی طرح سے یہ بھی فنا نہیں رکھتے

شب فراق میں مرنے کی آرزو ہے مگر — ہم اپنے بس میں حیات و قضا نہیں رکھتے

بغیر علم چمکتے نہیں ہیں جوہر عقل — وہ سنگ آئینے ہیں جو جلا نہیں رکھتے

محب خدا سے لگا دل کو ان بتوں سے ہٹا
یہ وہ حسین ہیں جو مہر و وفا نہیں رکھتے

سر جو کاٹا شمع کا ہے کیا خطا گلگیر کی — سرکشی ہے جرم تھی وہ مستحق تعزیر کی

ہاتھ میں انسان کے انسان کی قسمت ہے آہ — ملک کے قانون سے چلتی ہے کچھ تقدیر کی

جانتے تھے جس کو ناممکن وہ ہیں اب سہل کام — دیکھ لی آنکھوں سے قوت اب سے تدبیر کی

سب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جائیگی قوم — تربیت میں عورتوں کی اب اگر تاخیر کی

حامیان پردہ کے بھی سخت دل اب نرم ہیں — کچھ تو پتھر میں ہماری آہ نے تاثیر کی

قتل انسان سے بھی بڑھ کر جرم ہے قتل خیال — چھینئے ہرگز نہ آزادی کبھی تحریر کی

جو مریض نفس ہو پیری میں بھی مثل جوان — کیا مریدی کیجئے اس مدعی پیر کی

بادشاہوں کی حکومت ہے ہمارے جسم پر — اور قائم ہے دلوں پر سلطنت تقریر کی

مدرسے بنوا کے قائم ہو بنائے دین حق — کیا ضرورت مقبروں کی آج کل تعمیر کی

قوم وہ لاریب وحشی ہے نہیں ہے جس میں قدر — شاعری کی علم موسیقی کی اور تصویر کی

ہے کمان کے سر جھکانے کا کسی پر کچھ اثر — دل میں کرتی ہے جگہ راستی سے تیر کی

داغ ہوتے ہیں نمایاں بقدر بڑھتا ہے ماہ — ہے کمال اوج مد نقص کے تشہیر کی

ہے زباں کی تیغ میں لاکھوں ہی شمشیر کا کاٹ — جو نہ لٹکا ہے ہو وہ نوبت میں ہو تقریر کی

رسم پردہ کیا ترے ہاتھوں سے ٹوٹے گی محب
ہر کڑی فولاد ہے اس رسم کی زنجیر کی

کون یہ پردے میں ہے کس شوخ کی آواز ہے — جس کی باتوں سے عیاں حسن و ادا [illegible]

روٹھ جاتے ہیں کبھی ملتے ہیں لڑتے ہیں کبھی
ان حسینوں کی محبت کا عجب انداز ہے

کیسی آزادی غلام نفس کی کیا حریت
کون ہے آزاد جب تک دل میں حرص و آز ہے

تیرے کوچے کے نکالے ہیں نئے کچھ راستے
شام کو عاشق گدا ہے صبح کو بزاز ہے

عشق کی سوزش نے پیدا کر دیا سوز و گداز
اب تو رگ رگ میں بھرے آواز تار ساز ہے

قوم مردہ کو جلا دیتے ہیں لینے علم سے
ایک یہ ادنیٰ سا اہل علم کا اعجاز ہے

یاد آئیں گی ہماری بھی کبھی غمخواریاں
گو زمانہ آج کل ایسا بڑا غماز ہے

زاہدوں کی طرح چھپ کر گوشۂ مسجد میں پی
ڈر نہ دوزخ سے ڈر تو یہ تو ہر دم باز ہے

اختر و شمس و قمر کی سیر ہے ادنیٰ سی بات
طائر فکر رسا کی بھی عجب پرواز ہے

دھوم تھی جن کے تمدن اور نظم و نثر کی
وہ کہاں بغداد و بصرہ ہے کہاں شیراز ہے

بے امید نفع کرنا خدمت اہل وطن
سارے اخلاق و مداہنت کا یہی اک راز ہے

بات تو ادنیٰ سی ہے لیکن بتا میں فلسفی
کیا تکلم کیا سماعت اور کیا آواز ہے

خاندان و نسل پہ نادان کو ہے فخر و ناز
اور دانا کو فقط علم و ہنر پہ ناز ہے

فائدہ کیا عہد سے ارواح ہوں جب بے وفا
ان نکاحوں سے تو بہتر ازدواج تار ہے

اتحاد و اتحاد و ہیں اضافی حالتیں
ورنہ ہے انجام کوئی اور نہ کچھ آغاز ہے

خود بخود دل میں خیال یار آتا ہے محب
کنج خلوت میں ہمارا ایک ہمراز ہے

کھلے ہیں پھول گلشن کی ہوا کچھ اور کہتی ہے
گلوں کے کان میں باد صبا کچھ اور کہتی ہے

حقیقت کیا ہے اس عالم کی کچھ کھلتا نہیں یا رب
فنا کچھ اور کہتی ہے بقا کچھ اور کہتی ہے

بنائیں قہر کی صورت تو کب چھپتی محبت ہے
نگہ کچھ اور کہتی ہے ادا کچھ اور کہتی ہے

نہ گھبرا بلبل نالاں گلوں کی خستگی لب سے
ہوا بدلی ہے ساون کی گھٹا کچھ اور کہتی ہے

نہ جا غیروں کے کہنے پہ بغیر تجربہ ہرگز
کبھی اچھوں کو بھی خلق خدا کچھ اور کہتی ہے

بجز صبر و رضا کیا کیجئے اس شوخ کا شکوہ
جفا کچھ اور کہتی ہے وفا کچھ اور کہتی ہے

جہاں بدلا نہ بدلے ہم رہے اک حال پر قایم
مگر اب تو زمانہ کی ہوا کچھ اور کہتی ہے

جدہر دیکھو ادھر ہین علم و فضل و قوم کے چرچے
سماں بدلا ہے مغرب کی ہوا کچھ اور کہتی ہے

ادہر مہر و محبت ہے ادہر قہر و غضب اسکا
حیا کچھ اور کہتی ہے سزا کچھ اور کہتی ہے

ترے بیمار ہجراں کی بیاں کیا کیجئے حالت
دوا کچھ اور کہتی ہے قضا کچھ اور کہتی ہے

زمانہ نے بہت ایسا فلک نے بھی بہت روندا
دل خستہ سے امید جدا کچھ اور کہتی ہے

بہت جھاڑین نہ چھوٹے گا غبار راہ دامن سے
محب کی خاک بھی بعد فنا کچھ اور کہتی ہے

عشق کا اس بت عیار کے دعویٰ کیا ہے
حسرت دل ابھی آفات کو دیکھا کیا ہے

ہے تصور مین وہی دل مین وہی آنکھون مین
اور پھر یار سے ملنے کی تمنا کیا ہے

ہجر مین مرتا ہوں پھر وصل میں جی اٹھتا ہون
موت کا زیست کا اللہ یہ جھگڑا کیا ہے

سجدہ کرتے ہین قدم رکھتا ہے وہ بت جسجا
سجدہ گاہین نہین پھر نقش کف پا کیا ہے

ایسے ہی آپ کے عاشق ہین نہین غیر کوئی
روئے معشوق سے پیا یہ دل شیدا کیا ہے

کون معشوق ہے یہ جلوہ گری ہے کس کی
اتنے اظہار پہ پھر راز کا اخفا کیا ہے

ہجر مین وصل کی امید سے کیون اتنی خوشی
دل ناشاد امیدون کا دلاسا کیا ہے

شادیانے کہین بجتے ہین کہین ہے ماتم
شادی و غم کا یہ دنیا تماشا کیا ہے

جان دین اس پہ تو ہم ہو وہ فدا غیرون پر
ہے مقدر کا گلا یار کا شکوہ کیا ہے

چھپنا عاشق ہی سے ہے خاص ادا یہ بھی ایک
سامنے سب کے ہین پھر آپ کا پردا کیا ہے

آپ سچے سہی اور میرا گماں بھی بیجا
غیر سے آپکی الفت کا یہ چرچا کیا ہے

دونون عالم مین اگر تو نہین ہر شے مین محیط
پھر یہ الفت تری ہر دل مین جدا کیا ہے

تیرے وعدے بھی وہ وعدے ہین نہین جنکو قرار
اور پھر زیست کا خود اپنی بھروسا کیا ہے

چشم تر لب پہ فغان ضعف بدن درد جگر — حال بیمار غم ہجر کا اچھا کیا ہے

تم رقیبوں میں رہو خوش ہمیں مر جانے دو — پرسش حالت بیمار مسیحا کیا ہے

ہم پہ کیا گذری شب ہجر میں کب تمکو خبر — یہ تو پوچھو کہ دم صبح تڑپنا کیا ہے

عشق میں مرضی معشوق مقدم ہے محب

وصل کا یار پہ ہر بار تقاضا کیا ہے

جس بت کی محبت نے ملایا ہے خدا سے — کیوں اُسکی پرستش نہ کریں صدق وصفا سے

اُس بت میں ہے سب شان جمالی و جلالی — سجدہ اُسے کرتے ہیں جو واقف ہیں خدا سے

راحت ہے یہاں درد میں صحت میں مصیبت — نفرت ہے مرض کو یہ ہمیں کام دوا سے

وہ لطف ملا درد محبت میں کہ اب تو — ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے ہیں تدبیر شفا سے

گھبراہ جدائی سے کہ اک دن سحر وصل — ہو جائیگی پیدا شب ہجران کی بلا سے

عالم تہ و بالا دم رفتار ہے قاتل — ہنگامۂ محشر ہے تری ایک ادا سے

ہر بات نکلتی ہے جو منہ سے ہیں سنتی — دی ہوش یہ ثابت ہی یہ گنبد کی صدا سے

جب اسکی جفاؤں میں بھی الطاف و کرم ہیں — خوش کیوں نہ ہوں پھر یار کی ہم جور و جفا سے

آنکھیں مری تلوں سے ملیں خواب میں اتنی — زردی مرے چہرے کی گئی رنگ حنا سے

اتنی ہی تمنا ہے کہ خلوت میں جو پاؤں — آنکھوں کو ملوں آپکے نازک کف پا سے

کب ہوش رہا یار کو بے پردہ جو دیکھا — اچھا ہے کہ پردہ رہے اس ہوش ربا سے

جو ڈر ہے ارادے سے یہ بھی قابو نہیں اپنا — بھاگیں جو کہیں اور ہوں نزدیک قضا سے

اس شوخ کی رنجش بھی نہیں پیار سے خالی — دل میں تو ہیں خوش اور بظاہر ہیں خفا سے

اس گل کے پسینے کی تو خوشبو کبھی لاتی — اتنا بھی ہمارا نہ ہوا کام صبا سے

برسوں میں رہا تھا وہ کیا عشق نے دم میں — ہم چھوٹ گئے نفس کی سب حرص و ہوا سے

ہے عشق تو مذہب مرا معشوق ہے قبلہ — کیا کام کسی شیخ سے اور راہ نما سے

اپنی کوئی خواہش نہین خوش مرضی دلدار — پابند مشیت ہیں ہمین کام وفا سے
ہر رنج مین ہے صبر و تحمل سے ہمین کام — لڑتے ہی لڑائی ہمین تقدیر و قضا سے

ہے کفر محبت مین محب غیر سے الفت
مشرک ہین رکھین جو غرض غیر خدا سے

زیست ہر دم قضا سے لڑتی ہے — شمع روشن ہوا سے لڑتی ہے
کام آتی نہین وفا اس وقت — آنکھ جب بیوفا سے لڑتی ہے
کیا شفا کی مریضِ غم کو امید — جب طبیعت دوا سے لڑتی ہے
دم مین آیا شباب دم مین گیا — عمر باد صبا سے لڑتی ہے
وار ہوتے ہین اور سخت کہ جب — عقل انسان قضا سے لڑتی ہے
ہم لڑاتے ہین بتون سے آنکھ — خود وہ چشم خدا سے لڑتی ہے
دل کے لینے کو چشم عاشق سے — آنکھ کس کس ادا سے لڑتی ہے
صبر ہے انتقام سے بہتر — کیون طبیعت جفا سے لڑتی ہے
خواب مین اسکے دیکھ کر تلوے — آنکھ دزدِ حنا سے لڑتی ہے
تاکہ ملجاے اسکے گھر کا نشان — چشم ہر نقش پا سے لڑتی ہے
مانگے کیا دعا کہ خود تقدیر — نامقدر دعا سے لڑتی ہے
کیا ضرورت ہے ہمکو لڑنے کی — راستی خود دغا سے لڑتی ہے
جس طبیعت مین فطرتاً ہے فساد — وہ تو ناما ہوا سے لڑتی ہے

ہجر مین خواہش وصال محب
آرزو کیا قضا سے لڑتی ہے

بس کسی کا اپنے دل پر گر سے چلے — کوچۂ الفت کو گترا کر سے چلے
چشم سے جاری ہین میرے اشک غم — خود نکلکر سیپ سے گوہر چلے

ہر قدم پر تیرے گھر کی راہ میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے رہبر چلے
بے محبت کے رہیں شعر میں لے کے تکیے بکتے ہوئے شاعر چلے

رنج و غم سے کیا ملے ہم کو نجات زخم پھر تازے ہوئی جب پھر چلے

دونوں عالم کے کئے سیر و سفر عمر بھر ہم اپنے ہی اندر چلے

آرزو یہ ہے کہ قاتل بعدِ قتل تیرے قدموں سے لپٹ کر سر چلے

بادۂ الفت میں ہے دائم سرور دم نکلنے تک یہی ساغر چلے

تیرے عاشق کا مکان لاہوت ہے دونوں عالم سے بھی ہم باہر چلے

عمر کھوئی جمع کر کے مال و زر جب قضا آئی تو خود بے پر چلے

شکر ہے کام آئی اپنی زیست کچھ سنگ آزادی لسوان دہر چلے

دل کی قوت باطنی بڑھنے لگی جب حواسِ ظاہری سب مر چلے

تھا دلِ احمد میں اپنا مقام اس چمن کی سیر کر کے گھر چلے

دونوں عالم کا تماشا ہم میں ہے دیکھئے کس حیر کو باہر چلے

ہجر میں کیا لطف جینے کا محبؔ
زندگی مر مر کے پوری کر چلے

مری نظر میں ہے قاتل کی ہر ادا اچھی وفا سے غیر سے بے انتہا جفا اچھی

ہمارے خط وہ رقیبوں کو دے کے کہتے ہیں خیال خوب ہے طرز بیان ادا اچھی

مریض ہجر کو کیا ہو علاج سے صحت جو موت آئے تو سمجھو کہ ہے دوا اچھی

نہیں ہے قابل برداشت صحبت بد خلق بری ہو شکل تو ہو خوئے آشنا اچھی

تری جفاؤں میں لذت ہمیں کو ملتی ہے یہ دل لگی ہمیں غیروں سے دلربا اچھی

بغیر کفر کے اسلام کا وجود کہاں ہر ایک راہ جہان میں ہے رہنما اچھی

ہمارا خون تمنا گر اس میں شامل ہو تو پھر کھلے کف پا میں ترے حنا اچھی

کہون مین شان جمالی کہین جلالی ہے — ہر ایک رنگ مین ہے صورت خدا اچھی

لقائے یار کا نادان خیال باطل ہے — خودی مٹا کہ یہی سب سے ہے لقا اچھی

کہان نصیب کہ مرنے سے پہلے مر جائین — ہزار عمر سے دم بھر کی یہ فنا اچھی

وہ بے رخی تری گویا کہ آشنا ہی نہ تھا — بری ہے کون سی یہ بھی ہے اک ادا اچھی

بری ہے حرص جو دنیا کے مال و جاہ مین ہو — ترے وصال کی سب حرص سب ہوا اچھی

مصیبتون کو برا جانے جی سے یہ غم ہے — سمجھ یہ دل مین کہ خواہش سے ہو قضا اچھی

بغیر یار کے کیا اس چمن مین دل خوش ہو — ہزار خوب ہون گل اور ہو ہوا اچھی

پڑا ہین مجھ سے رقیبون کے حظ اٹھا ہے — یہ التفات کے پہلو مین ہے جفا اچھی

اگرچہ تلخ بہت ہے محب یاے الفت
غم جہان کے لئے ہے یہی دوا اچھی

تمہارا لطف تو ہے خاص و عام سب کے لئے — ہمین ہین ایک مگر رنجش و غضب کے لئے

وصال کی دل بیتاب نے بھی خواہش کی — مرا حضور ہے اس شوخ بے ادب کے لئے

یہ مال و جاہ یہ حور و قصور سب ہین فضول — بس ایک یار کوئی ہو غم و طرب کے لئے

وہی ہے ہستی مطلق مسبب اور سبب — تصنع ہے مگر فلسفی سبب کے لئے

جو قہر حق سے دو عالم مین چاہتا ہو نجات — تو آب حلم کو رکھ آتش غضب کے لئے

بڑا ہین جو بخل و دنائت مین عیر مجھ سے ہے کیا — بہادری و سخاوت تو ہے عرب کے لئے

غرور و فخر تو ہے ایک امر شیطانی — یہ جان دیتے ہین پھر کیون حسب نسب کے لئے

ربوبیت ہے یہی نیک و بد مین ہو نہ تمیز — خصوصیت نہین زیبا کرم مین رب کے لئے

ہزار ہا ترے در تک ہین مختلف راہین — نہین ہے ایک کوئی خاص راہ سب کے لئے

کچھے جو یار تو کیجے خوشامد اس کی محب
یہی ہے ایک دوا رنج بے سبب کے لئے

چھپے پردے میں سب سے رونمائی کی تو ہمنے کی
گلوں میں رنگ ہو کر دل ربائی کی تو ہمنے کی

پھر سے تم ساتھ غیروں کی تو سب کو چھوڑ ہم بیٹھے
وفا کی آپ نے اور بے وفائی کی تو ہمنے کی

نہ چھوڑا خانۂ دل میں خیال غیر تک باقی
بھرے گھر کی تری خاطر صفائی کی تو ہمنے کی

نہیں کرتا ہے قہر و مہر ہم پر بے سبب کوئی
برائی کی تو ہمنے کی بھلائی کی تو ہمنے کی

ہمیں ہیں پردہ دار حضرت حق ظاہر و باطن
جو سچ پوچھو تو عالم میں خدائی کی تو ہمنے کی

ہمیں ہادی ہمیں شیطان ہمیں ہیں آیۂ رحمت
جو بہکایا تو ہمنے رہنمائی کی تو ہمنے کی

امارت اور نکبت حالتیں دونوں ہماری ہیں
جو شاہی کی تو ہمنے کی گدائی کی تو ہمنے کی

ہمیں مشکل کشا ہیں وقت مشکل کام آتے ہیں
جہاں میں ہر زماں حاجت روائی کی تو ہمنے کی

بہت آسان ہے ترغیبوں سے بچنا کنج عزلت میں
مگر ہر دی میں زاہد پارسائی کی تو ہمنے کی

قناعت وہ غنا ہے جسکے آگے سلطنت کیا ہے
غنی ہو کر ترے در کی گدائی کی تو ہمنے کی

رقیبوں کے گلے میں ہاتھ ہیں اور ہمسے پردہ ہے
بتاؤ تو سہی یہ کج ادائی کی تو ہمنے کی

گلا کیا کیجئے فرقت کی ان کالی بلاؤں کا
تری زلف سیہ سے آشنائی کی تو ہمنے کی

ترے در پرست کا فرہا ہیت خاکساری سے
خدا کا گھر سمجھ کر جبہ سائی کی تو ہمنے کی

ہوا وہ بدگمان اظہار الفت سے محب آخر
محبت میں عبث یہ خود نمائی کی تو ہمنے کی

تجھسے ملنے کی غرض میری نظر میں اور ہے
میری جانب سے گمان کچھ تیرے دل میں اور ہے

جو نہ سمجھے تجھ کو وہ تیرتھ کو یا کعبہ کو جائے
چومنا تیرے قدم کو رہ گزر میں اور ہے

خیر و شر دونوں ہیں اک امر اضافی لازمی
فائدہ ہے خیر میں کچھ اور شر میں اور ہے

اختلاف قابلیت ہے وراثت کی خلاف
ہے پدر میں اور کچھ لیکن پسر میں اور ہے

پھر بھی الفت غیر کو ہوتی نہ ہوتا تندرست
حالت اعضائے تن درد جگر میں اور ہے

میں مرا ہوں غیر کی نظروں میں اسکا غم نہیں
شکر ہے صورت مری اسکی نظر میں اور ہے

ڈرا ہمین کو ہے جو غیر اللہ سے رکھی ہمین کام
لطف عاشق کو ترے خوف و خطر مین اور ہے

مال و دولت جاہ و حشمت مین ہین ناقص طاقتین
زور بازو سے حدیلے بال و پر مین اور ہے

حسن مین ہے دل فریبی جیا دن کی شک نہین
دائمی دلبستگی علم و ہنر مین اور ہے

وہ خوشی وصل وہ رنج جدائی الحذر
شام کو تھا کچھ سمان لیکن سحر مین اور ہے

دید کے قابل ہے وہ عالم جو اپنے دل مین ہے
کچھ سیاحت کا مزا اس بحر و بر مین اور ہے

سیر کے رہنے سے ہوئی تازہ دل پر مردگان
اور ہے بازار مین قوت جسم تر مین اور ہے

اس سراپا حسن کے اعضا ہین سانچے مین ڈھلے
کچھ تناسب اعتدال اسکی کمر مین اور ہے

وصل کے وعدہ سے کر دیتے ہین دل کو خوش کبھی
نامہ بر تاثیر اس جھوٹی خبر مین اور ہے

یون تو ہر شے دم بدم تسبیح کرتی ہے مگر
قابلیت حمد باری کی بشر مین اور ہے

مین ہون بیمار محبت مرگ ہے میری دوا
سم بظاہر تلخ ہے لیکن اثر مین اور ہے

ہے دوئی مین شرک واعظ توبہ کر اسلام للہ
عرش پر ہے وہ تو کیا دیوار و در مین اور ہے

حشر مین ملنے کی وعدہ پر ہے مرنے کی خوشی
ایک یہ باقی خیال خام سر مین اور ہے

جو ترے پہلو مین ہے اس دل مین بھی ہے وہ رقیب
ہو بہو ایسی ہی صورت میری گھر مین اور ہے

جان جاتی ہے محبت مین تو غم کیا ہے محب
نفع ہم کو سو طرح کا اس ضرر مین اور ہے

تمہاری یاد ہی مین دم نکل جائے عجب کیا ہے
مریض ہجر کی حالت سنبھل جائے عجب کیا ہے

قرار آتا ہے دل کو ہجر مین تیرے تصور سے
تری تصویر ہی سے دل بہل جائے عجب کیا ہے

دل بیتاب سے جھوٹے ہی وعدہ مین ہے کیا نقصان
تمہارے دم دلاسے ہی سنبھل جائے عجب کیا ہے

جسے دیکھو تمہاری موہنی صورت کا ہے عاشق
ہمارا بھی دل نادان مچل جائے عجب کیا ہے

عجب تاثیر ہے نظرون مین تیری ادبت پر فن
دل فولاد بھی دم مین پگھل جائے عجب کیا ہے

شب ہجران کی وہ کالی بھیانک شکل وہ رنگت
دل رستم بھی وحشت سے دہل جائے عجب کیا ہے

کہان تک دیجیے تسکین قرار آتا نہین دل کو
تڑپ کر جان سینہ سے نکل جائے عجب کیا ہے

خوشی وصل سے جب اس دل وداع ہمین جان آئی
غم ہجران سے گر صورت الجھائی عجب کیا ہے

ذرا دیکھو ڈبویا شہر کو سیلاب موسی نے
مری آنکھون کا چشمہ گر ابل جائے عجب کیا ہے

حرارت عشق کی اس آگ سے سو چند ہے بڑھ کر
دل عاشق تپ ہجران سے جل جائے عجب کیا ہے

محبت سے دل وحشی بھی دم مین رام ہوتی ہین
ہمارا سحر الفت تجھ پہ چل جائے عجب کیا ہے

محبت مین محب ہے حضرت محبوب بھی رہین
تری زلف سیہ کا ہم سے الجھائے عجب کیا ہے

کیا مزا ہستی کا تھا جب آپ تنہائی مین تھے
ہم نہ تھے تو آپ بھی گمنام دانائی مین تھے

ہم مکان غیب کے ہوتے تھے صدقے باربار
تم جہان مشغول شب کو محفل آرائی مین تھے

حشر کے دن سکو فکرین ایسی بخشائش کی تھین
عاشقان روے جانان بادہ پیمائی مین تھے

لاکھ سر مارا حقیقت کو نہ سمجھے فلسفی
دور بس وحدہ بین کی نقص بینائی مین تھے

تھی جدائی مین کسی پردہ نشین کی بیقرار
میری ہی نالون کی سب اندار تنہائی مین تھے

تو جدھر بن ٹھن کی نکلا قتل لاکھون ہو گئے
حشر کے فتنے تری ہر طرز زیبائی مین تھے

ہین ہر رنگ آئینہ نکتا رہا صورت مگر
آپ خلوت مین بھی اپنی محو رعنائی مین تھے

انقلاب دہر کو دیکھا تو یہ ہم پر کھلا
رنگ کچھ تیری ادا کے چرخ مینائی مین تھے

کوہ کن فرہاد و مجنون کا مین وارث کیون نہ ہون
عشق کی اسباب سب جاگیر آبائی مین تھے

سہا ادب مانع جو کہنے درد دل ان سے محب
بارہا خوش قسمتی سے پاس تنہائی من تھے

بیٹھے ہیں ترک عالم امکان سے کئے ہوئے
دل مین خیال صورت جانان کئے ہوئے

جاتے ہین آج منزل ہستی سے گور مین
دل مین ہزار وصل کے ارمان کئے ہوئے

بیٹھے ہین رخ دکھا کے وہ پردے کی آڑ مین
عالم کو مثل آئینہ حیران کئے ہوئے

کل پوچھتے نہ تھے جسے مرنے پہ اُسکے آج
بیٹھے ہیں رُخ پہ بال پریشان کیے ہوئے

مجھ سا ملا نہ ایک بھی گل باغ دہر میں
بیٹھے ہیں ہم تو سیر گلستان کیے ہوئے

وحشت اسیر دل سے وہ نکلے گا کس طرح
گزری ہے عمر یار کو مہمان کیے ہوئے

جاتے ہیں پاس غیر کے کس اضطراب سے
میری طرف ہی سمت یہ وہ دامان کیے ہوئے

جاتا ہے کس طرف کو وہ مست خرام ناز
آبادیوں کو دشت و بیابان کیے ہوئے

ہم بھی تو یاد وصل دلاتے رہیں کبھی
مدت ہوئی ہے یار کو پیمان کیے ہوئے

محروم آپ کیجیے مایوس کیجیے
جاتے ہیں ہم وصل کا ارمان کیے ہوئے

بزم رقیب میں وہ بلاتے ہیں مجھ کو آج
بیٹھے ہیں میرے قتل کا سامان کیے ہوئے

جاتے ہیں دیر و کعبہ و مسجد میں ہم محب
دل میں خیال یار کو مہمان کیے ہوئے

ملتے نہیں کہہ دیتے ہیں اب کام بہت ہے
ہاں سلسلۂ نامہ و پیغام بہت ہے

پہنچے جو قریب اُسکے وہ جاتے تئیں مہر
رخسار کا جلوہ بھی تہِ بام بہت ہے

دیدار کی خواہش سے تڑپتے رہے برسوں
چھوڑی یہ تمنا تو اب آرام بہت ہے

تھی وصل کی امید تو تھا جوش غزل میں
ہر کام میں پست اے دل ناکام بہت ہے

بس ہاتھ سے اُس ساقی مہوش کو تب راہ
تھوڑی سی بچی دُرد تہِ جام بہت ہے

لوٹے ہے ہوں جوانوں پہ جو عاشق تو عجب کیا
پیری میں یہ سچ ہے طمع خام بہت ہے

ہو نفس جو آزاد تو خطرے ہیں ہزاروں
آرام کو پوچھو تو تہِ دام بہت ہے

سمجھے تھے ترے عشق کو آسان غلط تھا
ہم کو تو اب اندیشۂ انجام بہت ہے

حیوان قناعت سے چھٹے فکر جہاں سے
انسانوں کو فکر سحر و شام بہت ہے

بدنامی و شہرت ہیں اسی ایک کی شانیں
سمجھو نہ بُرا اُسکو جو بدنام بہت ہے

کیا رشک محب غیر کو جتنی وہ پلائے

ہم کو بھی عنایت ہو تو اک جام بہت ہے

حالت بُری ہے اب تو دل ناصبور کی
مر جائیں گے یہی ہے جو مرضی حضور کی

بُر حق نہیں ہے اور کوئی اس جہان میں
آئی یہ میرے کان میں آواز صور کی

اس شعلہ رو کے عشق میں جب سے جلا ہوں میں
دل میں جو دیکھتا ہوں تجلی ہے طور کی

آئیں کہاں عدم سے جہاں میں یہ صورتیں
ہوتی اگر نہ یار کو خواہش ظہور کی

جِکو امر ہے تو زیست ہی جکوی کی بھی محال
انساں میں کہاں ہے محبت طیور کی

الفت وہی ہے جسمیں کہ دو دل ہوں ملکر ایک
جسموں کی میل جول سے نسبت ہے دور کی

بزم رقیب میں جو گیا دیکھتا ہوں کیا
پردے میں ایک شکل سراپا ہی نور کی

نکلے کبھی تو حسرت پابوسیٔ رکاب
آجائے میرے گھر میں سواری حضور کی

کیوں دل تڑپ رہا ہے میرا آج بے سبب
بھولے سے یاد آپ نے میری ضرور کی

معیار حسن ایک نہیں ہے نظر میں فرق
دل جسپہ ہو فدا وہی صورت ہے حور کی

تھا وعدۂ وصال بھی اک دل لگی محب
آئیگا وہ سمجھ میں کسی ذی شعور کی

دم آخر ہی جو صورت کا نظارا کرتے
صحبت حور نہ جنت میں گوارا کرتے

کشتۂ چشم سے منہ پھیر کے وہ جاتے ہیں
اس طرف بھی نگہ ناز خدارا کرتے

بوسۂ پاے حنائی بھی جو ملتا تو رقیب
تیرے قدموں پہ وہیں خون ہمارا کرتے

خاطر غیر سے محفل میں نہ دی راہ مجھے
کچھ تو دربانِ محبت کا مدارا کرتے

جانتے گر کہ نکل جائیگی اسکی الفت
تجھکو ہم اے دل ناشاد دو بارا کرتے

تمکو زیبا تھا کیا راز ہمارا افشا
شکوہ ہم غیر سے کسطرح تمہارا کرتے

آپ دیتے تو ہیں یہ حکم قناعت کا ہمیں
ایک بوسہ ہی جو ملتا تو گزارا کرتے

خواہش وصل کو چھوڑا جو خفا آپ ہوئے
خاطر یار سے مرنا بھی گوارا کرتے

جا سے پہلے ہی گر آخر کار الفت مجھ سے ہم اور بت عیار کنارا کرتے
میری صورت کو ترستی ہیں ہماری آنکھیں تو جو آتا تو کبھی ہم بھی نظارا کرتے
مرض میں چھوڑ کے جاتے ہیں محب کو اپنے
کچھ علاج دل بیمار خدارا کرتے

دل آپ پہ آیا پڑی اس کی خطا ہے جو چاہو کرو ظلم یہی اسکی سزا ہے
پھرتا ہی نہیں اس بت کافر سے مرا دل بت خانہ کی جانب ہی رخ قبلہ نما ہے
وہ دل میں مرے بیٹھ کے کرتا ہے یہ باتیں جو شعر نکلتا ہے وہ گنبد کی صدا ہے
ملتی ہے کہاں نفس پرستوں کو یہ دولت سمجھے ہیں محبت جسے وہ حرص و ہوا ہے
فتنے دم رفتار ہر ایک گام سے اٹھیں برپا ہو قیامت وہ تری ایک ادا ہے
ہے عشق اگر غیر سے اسکو تو مبارک کیوں عاشق بیچارہ سے ناحق وہ خفا ہے
غیروں پہ یہ الطاف یہ شفقت یہ عنایت ہر آن مگر ہم پہ نئی ایک جفا ہے
عاشق ہیں صنم پر یہ کسی حور و پری پر معشوق ہمارا تو وہی ایک خدا ہے
معشوق کا لب پر بھی نہ آئے کبھی شکوہ جو چاہے کرے ظلم وہ عاشق پہ روا ہے
جی بھر کے کریں آپ جفائیں نہیں شکوہ دل آپ پہ آیا تو یہی اسکی سزا ہے
ہے عشق ہوا اللہ نہ چھوڑو محب اسکو
پردے میں چھپا اس بت کافر کے خدا ہے

ترے عشق کی آگ دل میں نہاں ہے مری آہ کے ساتھ اٹھتا دھواں ہے
تصور میں رہتا ہے تو میرے ہر دم دل عاشق زار تیرا مکان ہے
دلی دوست تھا ایک وہ بھی تو بگڑا مخالف مرا اب تو سارا جہان ہے
جو کچھ کام یاروں کے آئے تو لیں نہیں پاس دولت مگر ایک جان ہے
غلامی کریں گے تری بے غرض ہم ہماری محبت کا اب امتحان ہے

رقیبوں سے ملتے ہی ہم سے ہی نفرت | ہماری محبت کا دعوے کہاں ہے

بڑھاپا جوانی سمجھ اہل دل کا | خمیدہ ہو جتنی کڑی وہ کمان ہے

چھپائے سے چھپتی ہے الفت کہیں بھی | بھڑکنے سے شعلہ کے پہلے دھواں ہے

زبان پر یہ آئے کبھی نام الفت | کہ ہے گنج محفوظ جب تک نہاں ہے

یہاں تک بڑھا فکر خاموش ہو کر | نہ معلوم ہو تیرے منہ میں زباں ہے

چھٹے خواہشوں سے تو ہے راحت دل | در خلد و دوزخ ہمارا دہاں ہے

نہیں عشق وہ تو ہے خواہش پرستی | کہ کوئی غرض جسکے اندر نہاں ہے

عبادت بھی ہوتی ہے وہ بت پرستی | ہماری غرض کوئی گر درمیاں ہے

وہ پھر جائے مجھ سے محب کچھ نہیں غم
نہ چھوڑیں گے الفت کو جب تک کہ جاں ہے

پھر آج مہربان عزیزوں پہ یار ہے | قہر و عتاب کا بھی تو کل انتظار ہے

پھر پیجئے شراب محبت کا ایک جام | جاتا رہے گا آپ کو جو کچھ خمار ہے

آتی نہیں ہے عاشق شیدا کو فربہی | پہلو میں گل کے بھی وہی جسکی خار ہے

قسمت ہے اپنی اپنی نہیں یار کا گلا | کوئی ہے زیر پا کوئی گردن کا ہار ہے

اس زخم کا علاج ہی ممکن نہیں مسیح | تیر نگاہ یار کلیجے کے پار ہے

آسان نہیں ہے عشق کی منزل خدا بچائے | ہر ہر قدم پہ خون ہے سولی ہے دار ہے

دانے کو چگ کے بھاگتے ہیں وحشیان دشت | قسمت سے کوئی دام میں آتا شکار ہے

ہم کو بھی باغ حسن سے کچھ دیجئے ثمر | یہ اور چند روز کی فصل بہار ہے

اس شعلہ رو کے جذب کا بیشک ہی کچھ اثر | سیماب کی طرح سے جو دل بیقرار ہے

وعدہ تھا پانچ لحظے میں آئیں گے پھر کے ہم | چھ ماہ گزرے اور وہی انتظار ہے

کس سے کہیں جو دل پہ گزرتا ہے ہجر میں

کوئی مصاحب ہے اور نہ کوئی غمگسار ہے

یارس ہے وہ جو عاشق بت پیدا کہین جسے
کچھ ہے وہی عوام نہ اچھا کہین جسے

دل آئے جس پہ لاکھ برا ہو تو خوب ہے
اچھا وہی ہے آپ بھی اچھا کہین جسے

ممکن نہین کہ عشق ترا دل سے دور ہو
لاؤں کہان سے اور کہ تجھسا کہین جسے

دی جان جس پہ ہم نے رہا غیر ہی وہ حیف
ایسا ملا نہ ایک بھی اپنا کہین جسے

آباد آرزو و تمنا سے ہے جو دل
اتنا تو ہو خراب کہ صحرا کہین جسے

دے بے حساب اور نہ رکھے صلہ کی امید
مرد کریم وہ ہے کہ دریا کہین جسے

دل صاف کر کہ جس مین نظر آئے ہر جہان
صوفی نہ ہین کہ لوگ تماشا کہین جسے

اک آرزوئے وصل تھی وہ بھی تو مٹ گئی
اب کیا رہا ہے دل مین تمنا کہین جسے

تو ہر جگہ ہے دیر و حرم ہو کہ بت کدہ
وہ کون سا مکان ہے نہ کعبہ کہین جسے

کیا جانے کس سے فائدہ ہو کس سے ہو ضرر
قاتل وہی نہ ہو کہ مسیحا کہین جسے

سب سے برا ہوں آپ کا لیکن مصاحب تو ہوں
وہ سگ بھی خوب ہے کہ تمہارا کہین جسے

ہر ایک بات مین اسکی ادا نکلتی ہے
وفا جفا مین جفا مین وفا نکلتی ہے

مرض بھی خوب ہے کرتا ہے روح کو پاک
ہر ایک درد مین دل کی دوا نکلتی ہے

تمہارا عشق مرے دل سے جائے یہ ہی محال
نکالنے سے کہین بھی ہوا نکلتی ہے

ہوئی جو زیست کی خواہش تو ہو گئے پیدا
جو چاہین مرگ ہمین مین قضا نکلتی ہے

مین ایک نے ہون نہین مجھ مین تو کوئی آواز
جو میرے دل مین ہے اسکی صدا نکلتی ہے

یہ ایک دم کی تو صحبت کی دیکھئے تاثیر
چمن سے عطر مین ڈوبی صبا نکلتی ہے

وہ کعبہ مین ہے کہان بتکدہ مین ہی جو بات
بتون کے منہ سے صدائے خدا نکلتی ہے

یہ مہربانیان عاشق پہ رنگ لائین گی
تمہارے مہر مین بوئے جفا نکلتی ہے

لگے وہ پاؤں میں تیرے کبھی تو پیس پیس کر
اس آرزو میں زمیں سے حنا نکلتی ہے

سمجھ میں آیا یہ اب تک مزاج یار سے کیا
کہ بے وفائی میں بوئے وفا نکلتی ہے

محب جو بیٹھے تو صحبت میں اہل دل کی بیٹھ
مثال شمس دلوں سے صبا نکلتی ہے

شب تاریک تنہائی ہے ہم ہیں یاد جاناں ہے
یہ وہ خلوت ہے جس پر بزم شاہانہ بھی قرباں ہے

بہت مشکل ہے راہ عشق میں ثابت قدم رہنا
زباں سے عاشقی کا نام لے لینا تو آساں ہے

بہشت و دوزخ و کرسی و عرش و لوح و حشر و نشر
اسی عالم میں سب کچھ ہے تری نظروں سے پنہاں ہے

جو ہستی ہے میں خیمہ رنج کا اس باغ ہستی میں
کوئی دم میں ہے زیر خاک وہ گل جو کہ خنداں ہے

نہیں گر دل کو راحت مال و دولت سے تو کیا حاصل
زر و گوہر ہیں پتھر منزل راحت بھی ویراں ہے

نکالوں تو نکل جائے گا دل بھی ساتھ سینہ سے
ترے تیر نگہ کا جو کہ بیٹھا دل میں پیکاں ہے

وصالِ یار ناممکن ہے دنیا میں مگر پھر بھی
تعجب ہے کہ کیوں اس دل میں ناممکن کا ارماں ہے

مثل سچ ہے یہیں دنیا کی باقی نام ہے اس کا
مرا دل شکر ہے اللہ ہو کا ایک میداں ہے

نہیں لائق میں اسکی صحبتوں کے کیا گلا اس کا
جو مل جائے کبھی وہ مجھ سے یہ بھی اسکا احساں ہے

ملک ہو آدمی ہو دیو ہو یا دل ہی اپنا ہو
جو دے ترغیب فعلِ بد کی اسکو وہ شیطاں ہے

محب کو قتل کر کے وہ نکل جائے نہیں ممکن
کہ دست کشتۂ بیداد میں قاتل کا داماں ہے

خاکساری سے محب اب خاک پا ہو جائیے
سرمۂ اہلِ نظر یا کیمیا ہو جائیے

پائے بوسی کی ہوس میں خاک پا ہو جائیے
خوں کر کے دل کو غم سے یا حنا ہو جائیے

کشتگانِ عشق پاتے ہیں حیاتِ لازوال
ہے بقا کی گر تمنا تو فنا ہو جائیے

آپ کے آنے سے جو آ جاتی ہے پھر قالب میں جان
پھر کے گھر سے غیر کے یاں بھی ذرا ہو جائیے

جو جفا کرنے کی پڑ جائیگی کیجے ہم پہ ظلم
آپ ستھے اہلِ وفا اہلِ جفا ہو جائیے

مٹ گئی جب یہ خودی پھر بات حق کی بات ہے
عالمِ ہستی میں گنبد کی صدا ہو جائیے

آپ کے حق میں جو بہتر ہے کہوں گا میں بھی
میری باتوں سے جو ہوتے ہو خفا ہو جائیے

نام آزادی یہ لیجے خواہشیں ہیں گر قوی
نفس کے پنجے سے تو پہلے رہا ہو جائیے

اس بتِ رعنا کی پابوسی کی خواہش ہے اگر
پتھر کے صدموں سے پس کر حنا ہو جائیے

اہلِ دنیا مائلِ پستی ہیں اہلِ دل باوج
ہمتِ عالی اگر کچھ ہے جدا ہو جائیے

صحبتِ اہلِ دغا سے کنجِ خلوت خوب ہے
خود غرض لوگوں سے بہتر ہے جدا ہو جائیے

جس جگہ غصہ کی آتش شعلہ زن ہو پھر وہاں
یا تو رہیے خاک ہو کر یا ہوا ہو جائیے

رہ گئی اے یار بدتر موت سے ہی اب محب
قیدِ ہستی ہی سے بہتر ہے رہا ہو جائیے

فرقت نصیب کو نہیں مرنے سے باک ہے
پہلو میں دل نہیں ہے تو جینے پہ خاک ہے

غصہ کو مار تاکہ نہ دیکھے خدا کا قہر
وہ موردِ عتاب ہے جو خشمناک ہے

خوف و رجا اسی سے ہے دنیا سے ہے غلط
ڈرتا اگر خدا سے ہے پھر کس سے باک ہے

اندر ہے زہر اور بظاہر ہے خوشنما
یہ اژدہائے نفس بڑا خوفناک ہے

رازِ ازل سے تا بہ ابد سب ہے آئینہ
دل آئینہ کی طرح اگر صاف پاک ہے

آتے ہیں عرش سے مجھے اخبار و واقعات
قائم ہر ایک عالمِ بالا یہ ڈاک ہے

کر خواہشوں کو ترک کہ ہو رنج سے نجات
لذت میں نفس کے جو پڑا وہ ہلاک ہے

کس کو خوشی ہے باغِ جہاں میں بغیر رنج
دستِ خزاں سے گل کا گریباں بھی چاک ہے

تن پروری کا دیکھ لو انجام بعد مرگ
کچھ تو سمجھ کہ جسم ترا مشتِ خاک ہے

قائم ہے روح اس کی تو پروا ہی کچھ نہیں
محوِ خیالِ جسم ہے جو مشتِ خاک ہے

اہلِ غرض کا عشق بھی ہوتا ہے کچھ محب
الفت ہے وہ جو نفس کی خواہش سے پاک ہے

خواب میں طالعِ بیدار جگاتا ہے مجھے — دل میں عکسِ رخِ جانان نظر آتا ہے مجھے

ہجر میں نیند جو آتی ہے تو ہوتا ہے وصال — وصلِ دائم کا مزہ ہجر چکھاتا ہے مجھے

دردِ دل ہو تو ہر اک درد کا ہوتا ہے اثر — غیر کے ہجر کا صدمہ بھی رُلاتا ہے مجھے

کیا کہوں شوخیاں اُس شوخ کی حد سے گذریں — جی میں آتا ہے جو کچھ وہ کہے جاتا ہے مجھے

دوست بنتا ہے کبھی اور کبھی بیگانہ — ان اداؤں سے وہ دیوانہ بناتا ہے مجھے

تیری صورت کے تصور میں ہے کیا راحتِ دل — جنگِ ہستی میں شب و روز سُلاتا ہے مجھے

پائے بوسی ہی کا ہے شوق کہ ہم رنگِ حنا — سیکڑوں بار زمین سے جو لگاتا ہے مجھے

تنِ بے جان کو نہیں حاجتِ تابوت و لحد — چشمِ پُرآب کا سیلاب بہاتا ہے مجھے

اس خرابی سے بھی چونکا نہ دلِ خانہ خراب — کوچۂ یار میں پھر یہ لیے جاتا ہے مجھے

بزمِ اغیار میں وہ چہچہے کرتے ہیں جو ہاں — اور فرقت میں یہاں غش پہ غش آتا ہے مجھے

تم جواں اور کہیں سالِ عدو کا پہلو — یہ سماں بھی فلکِ پیر دکھاتا ہے مجھے

کر کے ظاہر رہِ لطف و کرم عشقِ رقیب — آتشِ رشک سے ہر آن جلاتا ہے مجھے

وہ ستمگر کبھی خلوت میں جو ملتا ہے محب

قصۂ عاشقیِ غیر سناتا ہے مجھے

الٰہی بیقراری جائے کیونکر دل سے غم نکلے — یہی بہتر ہے سینہ سے شبِ فرقت میں دم نکلے

اثر ہوتا نہیں دل پر زباں سے کچھ کہے کوئی — ہوا حسن کا اثر دل پر وہ جو ہوئے چھوٹ کر نکلے

وہی کعبہ میں ہے زاہد جو بت خانہ میں بستا ہے — دوئی جب اُٹھ گئی تو ایک سب دیر و حرم نکلے

ہمارے دل ہی کا پرتو ہے یہ عالم سمجھ زاہد — ہمیں سے مہر و ماہ و کوکب و لوح و قلم نکلے

ہمیں گر ابتدا ہی تو پھر کیا انتہا ہوگی — کیا جب غور بے معنی یہ موجود و عدم نکلے

جنہیں سمجھے تھے ہم ظلم و ستم اس دارِ فانی میں — کیا جب غور وہ بھی آپ کے رحم و کرم نکلے

کہاں تک دردِ دل سے مرغِ بسمل کی طرح تڑپیں — شبِ فرقت میں نیند آجائے سینہ سے جو دم نکلے

سمجھے تھے حسین دل کی تسلی واوری قسمت فلک سے بھی وہ بڑھ کر مائل جور و ستم نکلے
تماشا ہر دو عالم کا دلِ صد چاک میں دیکھا ہمارے ایک سینہ میں ہزاروں جام جم نکلے
رہ اسلام ہی ہے اک خدا تک راستہ سیدھا مگر اس کے سوا سب راستوں میں پیچ و خم نکلے

محب صابر وہی ہے جو بلاؤں میں مصائب میں
بہت سختی سہے حرف شکایت منھ سے کم نکلے

اب آپ سے ظاہر کبھی الفت نہ کریں گے درد و غم ہجراں کی شکایت نہ کریں گے
عاشق ہی سے چھپتے ہیں مگر تے بھی ہیں ہم میں ایسی وہ کبھی ترک یہ عادت نہ کریں گے
جز آپ کے ہے کفر مجھے اور سے الفت کیا آپ بھی غیروں سے محبت نہ کریں گے
آئیں گے سر حشر تو کس ایسی ادا سے برپا وہ قیامت میں قیامت نہ کریں گے
دیتے ہیں وہ غیروں کو جو دینے کے ہیں لائق بوسہ بھی کبھی ہم کو عنایت نہ کریں گے
اے بت تری الفت ہی سے کھینچے ہیں خدا تک ہم شیخ سے ظاہر یہ کرامت نہ کریں گے
جس بات کو ٹوکا وہ ہمیں میں نظر آئی ہم اب سے کسی کو بھی ملامت نہ کریں گے
حوروں کی تمنا ہے نہ میووں کی ہے خواہش ہم حور کی اور سگ کی عبادت نہ کریں گے
اِن نفس پرستوں کی یہ شہوات ہی رہیں حق بھی جو کہے ترک یہ شہوت نہ کریں گے
راحت سے ہے محبت میں عداوت میں ہے کلفت ہم دشمنِ جاں سے بھی عداوت نہ کریں گے

مر جائیں گے چپ چاپ محب ہجر میں لیکن
غیروں سے مسیحا کی شکایت نہ کریں گے

کہاں جہاں میں ہے جانثار آشنا کوئی نہیں ہے دوست بجز تیری ای خدا کوئی
کسی کا دوست کوئی ہے نہ آشنا کوئی غرض کا یار کوئی ہے تو آشنا کوئی
ملا ہمیں تو ہے حامی بار آشنا کوئی ہزار شکر کہ ہے یار با وفا کوئی
یہ دردِ دل نہیں جانے کا ان دواؤں سے بجز وصال کے اس کی نہیں دوا کوئی

آٹھا دیا مجھے بستر سے جو ام وصل لیا
ملی رقیب کو لیکن نہیں بسرا کوئی

جفائے یار میں پاتے ہیں لطف و مہر و وفا
اثر ہی دل پہ نہیں لاکھ ہو جفا کوئی

رقیب ڈھونڈھتا پھرتا ہے تجھکو راہوں میں
کبھی تو دیکھی ہے اس نے تری ادا کوئی

جو خواب میں بھی یہ چومے ترے قدم اکبا
تو دیکھ سکتا ہے یا لوسی جفا کوئی

ہزار دل کو پھرایا مگر نہ تجھ سے پھرا
تو ہی بتا کہ ہے اس میں مری خطا کوئی

شبِ وصال بھی پردہ ہے واہ ری قسمت
اب اس سے بڑھ کے جہاں میں ہے جفا کوئی

غم فراق زمانہ سے کم نہیں ہوتا
ملا ہے تجھ سے بڑھکر نہیں ملا کوئی

رہی ہو اچھی عدالت سے گر کوئی مجرم
تو مل ہی جاتی ہے دنیا ہی میں سزا کوئی

نہیں ہے صبر بلاؤں پر اس جہان کی گر
تو ڈھونڈھ لے نئی دنیا بنا جدا کوئی

عبودیت میں ہے معبودیت نہاں در اصل
برائے نام ہے بندہ کوئی خدا کوئی

جو آسکے قید میں زاہد وہ کیونکہ مطلق ہو
نہیں سا عرش پہ ہوگا ترا خدا کوئی

محب وہی ہے جو الفت میں تیری مٹ جائے
غرض کا یہی تو ہر جا ہے آشنا کوئی۔

اُس بُت میں عجب شان دکھائی ہے خدا نے
دل لے لیا زاہد کا بھی نقشِ کفِ پا نے •

دیدار کی حسرت بھی نکلنے نہیں دیتا
بے رحم کے بس میں مجھے ڈالا ہے خدا نے

تھا پاس مسیحا کے مرے درد کا درمان
ناحق مجھے مارا ہے طبیبوں کی دوا نے

مجھکو یہ تمنا تھی کہ چوموں ترے تلوے
آنکھوں سے مری خوں رلایا ہے حنا نے

ملتے تو ہیں لیکن نہیں صورت وہ دکھاتے
انداز نیا خوب سکھایا ہے حیا نے

بوسہ ترے تلوے کا جو مانگا تو خطا کی
اب بحر ندامت میں ڈبویا ہے خطا نے

مرتا ہے کوئی چشم پہ قد پر کوئی رخ پر
کس کس کو کیا ذبح ترے حسن و ادا نے

تو سیر کو نکلا بھی تو منہ ہم سے چھپا کر
چومے گلِ رخسار ترے بادِ صبا نے

تھا روزِ ازل ہی میں معین جو ترا عشق — بھیجا دیا سچ تک مجھے دنیا میں قضا

گستاخیٔ دل کی مجھے دیتے ہیں سزائیں — مانگا تھا جو بوسہ کبھی اس شوخ لد

محبوب کی ہستی ہی سے ہستی ہے محب کی
باقی ہی رہا وہ جو کیا نیست صالے

اچھا یا دعا کرے کوئی — دل کو کیونکر جدا کرے کوئی
تلخ باتیں بھی اس کی شیریں ہیں — پھر سب مجھے کیا حیا کرے کوئی
ہم نہ چونکیں گے خواب غفلت سے — حشر سر پر بپا کرے کوئی
چھوڑدے احتیاج جو ، ابی — کس کی حاجت روا کرے کوئی
صبر کرلے سے کام ہے ہم کو — دوست دشمن ہوا کرے کوئی
مرض عشق جا نہیں سکتا — عمر بھر گر دوا کرے کوئی
عقل اس کے دماغ ہی میں نہیں — جان کر گر خطا کرے کوئی۔
ہم تو سجدے میں بیٹھے بت ہیں مدام — جا کے مسجد میں کیا کرے کوئی
اپنی بھی پڑا ہے قصوں میں — ان سے کب تک گلہ کرے کوئی
دامِ یار چھوٹتا ہے کہیں — لاکھ اس کو خفا کرے کوئی

درد ہی دل میں جب نہیں ہے محب
اس سے کیا التجا کرے کوئی

گذری یہ عمر جب بھی کوئی انتظار کی — صورت جدا دکھائے تو دیکھیں گے یار کی
وعدہ کیا تھا حسن نے کہ آئیں گے پھر کے ہم — ہم دیکھتے ہیں راہ اُسی شہسوار کی
منظور تھا کہ عشق کا کچھ کھیل کھیلئے — میری اور اُس کی شکل یہاں اختیار کی
ہم مٹ گئے جہاں بھی مٹا حسن ہو گیا — پروا ہی اب نہیں ہمیں روزِ شمار کی
عاشق ہیں ہم تو ایک اُسی یار غار کے — بارہ کی یا بیچ کی محبت ہے چار کی

اب اس سے بڑھ کے اور ہو کیا آرزوئے وصل — ہر آن پیش چشم ہے تصویر یار کی

ہر چیز میں عیاں ہے وہی ایک ذاتِ حق — جیسے ہر ایک سنگ میں ہستی شرار کی

اس غم کدہ میں آ کے سے عشق پھر سہی — ہے بعد مرگ بھی وہی لیسی خمار کی

تن پہ دوری سے روح یہ پژمردہ ہی رہی — دیکھی یہ اس گلاب نے صورت بہار کی

حالت بدل بدل کے پھرے تجھ کو ڈھونڈتے — صورت کبھی نور کی تو کبھی شکل نار کی

اب تو وہ تیرے عشق سے بیزار ہے محب
کیا کیجئے یہ بات نہیں اختیار کی

یہ زورِ عشق ہے پیری میں ورنہ دم کیا ہے — بہت ہے موسم سرما میں آگ کم کیا ہے

خمیدہ پشت ہی بارِ الم اٹھاتے ہیں — جو بوالہوس ہیں جوانی میں ان میں دم کیا ہے

جوان کا عشق ضعیفی میں ہے شراب کہن — شباب سے یہ بڑھاپا ہمارا کم کیا ہے

خلل دماغ کا ہرگز نہیں ہے پیر کا عشق — جو عیب راستی تیغ ہے تو خم کیا ہے

خدا کو ڈھونڈھ کہ ہے جان دونوں عالم کی — یہ ملک و مال یہ اولاد یہ حشم کیا ہے

نظر جو آسکے وہ موجود جو نہ آسکے عدم — حدوث دہر ہے کیا اور یہ قدم کیا ہے

ظہورِ حضرتِ حق ہے یہ عالمِ محسوس — وجود خلق ہے کیا اور یہ عدم کیا ہے

نہ التماس کی حد ہے نہ انبساط کی حد — جو وا ہو چشم کھلے بود کیا ہے یم کیا ہے

کیا تھا ظلم کسی پر تو پھر شکایت کیا — خدا کا عدل ہے تجھ پر بنا ستم کیا ہے

بندھا ہوا ہے سرِ زلف سے یہ تار کہاں — ذرا سمجھ تو کہ سینہ میں تیرے دم کیا ہے

سرورِ عشق پہ قربان ہزار لذتِ نفس — نہیں وصال جو ممکن تو اس کا غم کیا ہے

ملے جو دوست تو دنیا ہی آخرت ہے محب
بہشت و کوثر و حور و جنان ارم کیا ہے

خراب عمر نہ کر دولتِ جہان کے لئے — یہ زندگی ہے تری عمر جاودان کے لئے

شب فراق مین مرتے تو غم سے چھوٹ جاتے قرار صبح ہے تنہائی مین ایک جان کے لئے

ہمارے دل مین ہے تو تیرے سوا نہیں اور کوئی نہیں چاہیئے کوئی تو ہم مکان کے لئے

کبھی گلے سے لگاتے رہے تری تصویر کبھی خیال مین بوسے ترے دہان کے لئے

تری نظر کو بتا کر خراب چھپتے ہین بہانہ چاہیئے کوئی تو بدگمان کے لئے

ہمارا ظلم ہمین پر پلٹ کے آتا ہے نہیں ہے اور سبب جور آسمان کے لئے

نہیں ہوں مین وہی کہتا ہے مجھ مین بیٹھ کے مین زبان چاہیئے اس راز کے بیان کے لئے

بتون مین ظاہر و باطن خدا کا جلوہ ہے عیان نہان کے لئے ہے نہان عیان کے لئے

کہون مین صاف نہیں ابتک کہ آئینہ ہے جہان تیرے لئے اور تو جہان کے لئے

بوقت ذکر ہیں ہر دو یک ذاکر و مذکور خدا کا ذکر ہی نعمت ہے ہر زبان کے لئے

ملے جو یار تو دنیا ہی ہے بہشت محب
جو وہ نہین تو عبث فکر ہے جہان کے لئے

امیدوار ہی رہے ہم وصل یار کے لوٹے مزے رقیب نے وصل بہار کے

خواہش ترے وصال کی کرتا ہے دل مگر قابو مین کر لیا ہے اُسے مار مار کے

غیرون کے ساتھ رات کو پی ہے کہین ضرور چہرے پہ چھپے ہوئے ہین رنگ خمار کے

آہٹ پہ کان در پہ نظر دل مین اضطراب ہوتے ہین کچھ عجب مزے انتظار کے

ہر چال مین ہوئی ہمین آخر کو برد مات ہاری ہمین تو عشق کی بیٹھے ہین ہار کے

کہدو یہ بوالہوس سے کہ آسان نہیں ہے عشق چلتے ہین سرفروش ہی سایہ مین دار کے

ہے میل جول غیر سے اس کا ہمین گلا لائق ہمین نہین تری الفت کے پیار کے

سوز غم فراق سے جلتے ہین رات دن دوزخ سے کیا ڈرین گے کہ پتلے ہین نار کے

تن کو گھٹا کہ دامن گل تک ہو دسترس بلبل اگر گلاب ہے پہلو مین خار کے

وہ غیر پر فدا ہو تو ہو کیا ہے اختیار ہم تو ہزار جان سے قربان ہین یار کے

پوچھو محبؔ حبیب سے کیا ہیں یہی شعار
اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

نظر وہ سوچ تغافل سے گر ادھر کر دے
ہماری چشم بھی کوتاہی نظر نہ کرے

قفس میں کس کو ہوا امیدِ سیرِ صحنِ صبا
وہ تا حشر تمنائے بال و پر نہ کرے

وہ خاک عاشق صادق کا مرتبہ پائے
جو تیرے نقش قدم پر نثار سر نہ کرے

شب وصال ہو کیا دید یار سے وہ خنک
شب فراق جو بستر کو چشم تر نہ کرے

کبھی جو آ گیا رونا تو پی سکے گر آنسو
کہ ہم نشیں تجھے اس حال کی خبر نہ کرے

خوشی وصل ہو کیا اس کو تا ابد حاصل
جو ایک عمر غم ہجر میں بسر نہ کرے

جسے نصیب ہوا اک بار بھی ترا دیدار
پری و حور پہ بھی وہ کبھی نظر نہ کرے

شب وصال یہ مانگا کئے دعا دل میں
کہ رات ہی رہے پیدا خدا سحر نہ کرے

نظر کے سامنے تصویر اور دل میں خیال
نہ ہو یہ حال تو عاشق کبھی سفر نہ کرے

وہ ہوگا خاک مقامات عشق سے واقف
تری گلی میں جو دو روز بھی گذر نہ کرے

خدا کا نام بھی عقبیٰ سے ڈر کے ہو معدوم
بتوں کے سامنے سجدہ اگر بشر نہ کرے

خیال یہ ہے ہمارے حدودِ وحشت
تو جبر ہی کرے انسان اور صبر نہ کرے

جسے نصیب ہوا اک بار بھی حضوریؐ
مقیم دل وہ رہے کعبہ کا سفر نہ کرے

طیور صبح کی اس کو خوشی نصیب ہو کیا
جو یاد یار کو اٹھ کر دم سحر نہ کرے

محبؔ ثبات قدم سے کھڑے رہو در پہ
محال ہے وہ کبھی سوئے در نظر نہ کرے

دل پر ہزار صدمۂ ہجراں اٹھائیے
سر پر نہ بار منتِ جاناں اٹھائیے

مہماں نواز مظہر رزاق ہے یہاں
خوش ہو کے بار خاطر مہماں اٹھائیے

کیا انقلاب دہر یہ قابو کسی کا ہے
سر پر خوشی سے گردش دوراں اٹھائیے

وقت میں مرگ کے بھی تو شہادت سے کم نہیں | دل پر ہزار صدمۂ ہجران اٹھائیے
تھا عشق کا بھی وقت ہوا اور گذر گیا | کیوں دل پہ رنجِ حوادث پریشان اٹھائیے
آدم ہیں آپ ہمتِ آدم بھی ہے ضرور | بارِ وفائے وعدہ و پیمان اٹھائیے
ہے کیا کمال پردۂ نسوان اگر اٹھا | واجب ہے گر رخ سے پردۂ امکان اٹھائیے
اب چھوڑیئے امیدِ وصال آرزوئے دید | مر جائیے کسی کا نہ احسان اٹھائیے
اب تو دلِ حسین میں ہے الفت رقیب کی | مہمان سرائے یار سے سامان اٹھائیے
ملیے بہت ہی سوچ کر ان گلرخوں سے آپ | کانٹے بھی گلستان میں ہیں دامان اٹھائیے

حکمِ قضا سے جب نہیں سرکشی محب
خوش ہو کے ہر مصیبتِ زندان اٹھائیے

صنم کو پوج کہ دل کی صفا اسی میں ہے | خدا کا گھر ہے یہی اور خدا اسی میں ہے
نہ چھوٹا جہد سے بھی عشق بے وفا ہم سے | یقیں ہو گیا اپنی قضا اسی میں ہے
رہے تصورِ رخسارِ یار دل میں مدام | کہ آفتابِ فلک کی ضیا اسی میں ہے
ملیں وہ غیر سے بے پردہ لاکھ بار مگر | چھپائیں آپ کو ہم سے ادا اسی میں ہے
سمجھ نہ حضرتِ آدم کو خاک کا پتلا | خدا و خلقِ خدا سب چھپا اسی میں ہے
ہزار بار بھی دیکھی جو بے وفائی یار | تو سمجھا عاشقِ شیدا وفا اسی میں ہے
ہزار شغل سے بہتر ہے ایک خدمتِ خلق | کدورتوں سے دلوں کی جلا اسی میں ہے
سمجھ نہ عالمِ امکان کو غیرِ ذاتِ الٰہ | یہی مکاں جدا ہے خدا اسی میں ہے
جو دامِ نفس سے چھوٹا وہ ہو گیا آزاد | کہ مال و جاہ کی حرص و ہوا اسی میں ہے
مریضِ عشق کا دل ہے عجب دوا خانہ | ہر ایک دردِ جہاں کی دوا اسی میں ہے

لفافہ یار کا آیا ہزار شکر محب
ہمارے دردِ جگر کی دوا اسی میں ہے

ہے بعد ان کو بڑی رسوائی
دل لگا لینے کی یہ سزا پائی

علم وہ ہے کہ اس کو پہچانیں
ایک کوری ہے ورنہ بینائی

عقل قربانِ عشق کر ڈالے
حکمت و انکشاف و دانائی

عیش میں بھی ہزار کلفت ہے
دار گون ہے یہ چرخ مینائی

وہ خدا ہی کی کچھ مشیت ہے
لوگ کہتے ہیں جس کو خود رائی

مجھکو بھی یاد خطبے کرتے ہیں
یہ بھی ہے ایک عزت افزائی

غیر سے سُنلے حجابیاں افسوس
مجھکو دیکھا تو ان کو شرم آئی

اس پہ مرا ہی جرم کیا کم تھا
خوب ہم نے بھی تو سزا پائی

وصل کی آرزو یہ کرتی تھی
ایک یہ لاکھ آفتیں لائی

زیب و زینت کی کیا ضرورت ہے
ہے سراپا وہ شکل زیبائی

نہ ہوئی عمر بھر محب کو نصیب
در جانان پہ جبہ فرسائی

جو آئی کسی پر طبیعت ہماری
تو پوری ہوئی سب ریاضت ہماری

وہ پہلوئے دشمن سے گھبرا کے اُٹھے
عجب رنگ لائی ہے وحشت ہماری

گیا غیر کے ساتھ ہم کو نہ پوچھا
ہیں سب لے وفا کو مروت ہماری

اُٹھایا ہمیں اور عدو کو بٹھایا
نہیں کوئی نظروں میں عزت ہماری

بچایا ہمیں نفس کی فربہی سے
خدا داد نعمت ہے عسرت ہماری

کہا ہے پیمبر نے الفقر فخری
فقیری میں ہے شان و شوکت ہماری

لڑیں نفس سے ہم کہ کافر یہی ہے
اسی جنگ میں ہے شہادت ہماری

نشاں سب لے نشانِ اہل فنا ہے
زمیں سے برابر ہے تربت ہماری

شکستیں اُٹھا کر بھی لڑ نفس سے پھر
لڑائی سے بڑھتی ہے قوت ہماری

نہیں ہم سا عالم میں ہے اور نہ ہوگا — یہ کثرت میں ثابت ہے وحدت ہماری

خودی ہی سے قائم ہیں ہم اور عالم — فنا سے خودی ہے قیامت ہماری

محب اے شبِ ہجر تا صبحِ محشر
رہے گی تڑپ تا قیامت ہماری

پی شرابِ عشق راہِ پارسائی ہو چکی — عبدیت قائم ہے یہ جب تک خدائی ہو چکی

تیری تدبیروں سے کیا حاصل بجز ضیعِ وقت — چھوڑ فکرِ دہر قسمت آزمائی ہو چکی

جسم ہوتے ہیں جدا روحیں نہیں ہوتیں الگ — دل جو مل جائیں بہم ان میں جدائی ہو چکی

کافری پھیلی ہے زاہد اور ایمان بعد کفر — راہ سے بھٹکے نہ جب تک رہنمائی ہو چکی

خیر و شر کرتا وہی ہے تو عبث ملزم نہ بن — وہ نہ چاہے گر تو شیطان سے برائی ہو چکی

امتحانِ جنگ میں ہم ہی رہے ثابت قدم — صلح کی ٹھہرائیے اب تو لڑائی ہو چکی

جاں نکل سکتی ہے تن سے جاں سے کب جاتا ہے عشق — تا ابد اس دامِ الفت سے رہائی ہو چکی

عاشق و معشوق کا آخر میں ہے برعکس حال — بندگی اب آپ بھی کیجے خدائی ہو چکی

تجھکو عشق اس سے ہے اسکو تجھ سے یہ نفرت دلی — آئینہ ہی جب مکدر ہے صفائی ہو چکی

خواہشاتِ نفس میں بھی بعد مدت کے ہے جزر — دشمنی کا دور آیا آشنائی ہو چکی

غیر سے ملنے کی کوشش ہم سے استغنا محب
ہو چکی نا آشنا سے آشنائی ہو چکی

آنکھوں میں اور دل میں ہے تصویر یار کی — تسکین فقط یہی ہے دلِ بیقرار کی

وعدہ خلافیوں سے تری جان پر بنی — بھولیں گے سختیاں نہ کبھی انتظار کی

پیری میں تو جوانوں کا ممکن نہیں وصال — صحبت کہاں خزاں سے ہے وصلِ بہار کی

بچ ارتکابِ جرم سے انجام کو سمجھ — ہوتی نہیں معاف خطا بار بار کی

جی چاہتا ہے وہ کوئی دم بھی نہ ہو جدا — کیا کیجیے کہ بات نہیں اختیار کی

پیتے ہیں دستِ یار سے ہم وہ مئے طہور — تلخی نہیں ہے جس میں نہ پستی خمار کی

برسات میں ہے دیدۂ گریاں کا کچھ اثر — کچھ برق میں تڑپ ہے دلِ بیقرار کی

پہنچی نظر نہ اُس کفِ پا تک جو زیست میں — بعدِ فنا پہنچ تو ہے میرے غبار کی

دل سے گئی نہ خواہشِ دیدارِ روئے یار — سو بار ترک ہی نہیں کی لاکھ بار کی

تو اور اُس کا وصل کدھر ہے ترا خیال — تجھکو امید بھی نہیں دیدارِ یار کی

ترکِ مراد میں ہے بر آنے سے بڑھ کے لطف — کر دل میں آرزو نہ کبھی وصلِ یار کی

کیا اس کے قول و فعل کا دل کو یقین ہو — کہتا نہیں وہ بات کبھی اعتبار کی

جلتا ہوں اُس کو دیکھ کے پہلوئے غیر میں — حالت ہے زندگی ہی میں اصحابِ نار کی

محرومیِ وصال کا شکوہ نہیں محب
اپنی وہی رضا ہے جو مرضی ہے یار کی

بشر کیا وہ جو کوئی شعر نکالے — زبان سے فتنۂ محشر نکالے

معادن سے ہماری شاعروں نے — نکالے بھی تو کیا پتھر نکالے

بروزِ عدل کوئی پیش داور — ہمارے جرم کا محضر نکالے

کھلے اس وقت لوگوں کی حقیقت — کوئی جب ڈھونڈھ کر دفتر نکالے

تعصب نے جہالت سے ہمیشہ — ذرا سی بات میں خنجر نکالے

جلا دیتی ہے ہر قوت کو تعلیم — اسی سے تیغ میں جوہر نکالے

اس اُردو شاعری میں کیا دھرا تھا — ہمیں نے خاک سے گوہر نکالے

قفس میں بھی ہے ہم سے بدگمانی — کتر ڈالے جو بال و پر نکالے

سمایا ہو جو دل میں صورتِ جان
محب اس کو کوئی کیونکر نکالے

قصائد

صداقت

ہے صداقت میں عجب زور خدائی یہاں — جس کے آگے ہے سبک کاہ سے بھی کوہ گراں
کوئی قوت نہیں اس زور پہ غالب آتی — سامنے اس کے ہیں سب تیغ و تفنگ اور سناں
جھوٹ کا گرچہ ہو بازار کبھی گرم تو کیا — کیا کثیف ابر سے دب جائے گا مہر تاباں
صدق کے سامنے کب کذب کو ہوتا ہے فروغ — رخ خورشید کو دیکھا کہ ہوئی رات نہاں
جھوٹ چھپتا ہی نہیں لاکھ چھپائے کوئی — شب کے پردے میں جو گذرا تھا ہوا دن کو عیاں
دل میں رکھ لیتے ہیں حق بات کی ہر جا ہے وہ قدر — گوہر صدق کی ہیرے سے بھی قیمت ہے گراں
صدق کے سامنے کیا کذب ٹھہر سکتا ہے — روبرو ماہ کے سالم نہیں رہتا ہے کتاں
صدق ہے منزلِ مقصود کی اک سیدھی راہ — کذب ہے وادیِ پرپیچ و خم و بے پایاں
راست بازی ہی سے انسان کو ملائک پہ ہے فضل — مکر و حیلے ہی سے ہوتا ہے فرشتہ شیطاں
کذب میں صدق میں دانا ہی کو ہوتی ہے تمیز — جھوٹے سچے کو نہیں جانچتا ہرگز ناداں
سایہ کی طرح سے سچوں کے رہو ساتھ مدام — اور جھوٹوں سے گریزاں رہو مانند دخاں

حب ملت و دین

ہے محبت جہاں میں نور خدا — اس سے روشن ہے ارض اور سما
الفتِ ہم وطن ہے سب پر فرض — کوئی عالم ہو شاہ ہو کہ گدا
اہل یورپ ہیں قابلِ تعریف — جان و زر سے جو ہیں وطن پہ فدا
جن کے دل میں نہیں محبتِ قوم — ان کو انسان کہیں تو ہے بے جا

جانور کو بھی ہے وطن سے لگاؤ | کوئی بستی ہو یا کوئی صحرا

چھوڑتے خوفِ جان سے بھی تو ہیں | ہے بسیرے کا جو مقام ان کا

اُڑ کے آتے ہیں پھر وہ بسنے وہیں | ہے جہاں ان کا مسکن و ملجا

جانور سے بھی پست ہے وہ بشر | جس میں الفت نہ ہو وطن کی ذرا

حبِ قومی ہے جانِ ملت و دیں | جاں ہی جب نہ ہو تو جسم ہے کیا

قوتِ برق

کچھ عجب علم نے دنیا کی پلٹ دی کایا | ہیں خیالات نئے اور تمدن ہے نیا

سحر سے اور کرامات جنھیں سمجھے تھے | آج وہ علمِ جدیدہ کی ہیں باتیں ادنا

سہل ہیں آج وہی کام جو کل تھے مشکل | علم نے کر دیئے اسباب ترقی پیدا

سو برس پہلے کسی کو بھی یہ آتا تھا خیال | دم میں پہنچے گی خبر ہند سے تا امریکا

برق کے علم نے دنیا میں کئے ہیں وہ کام | کہ فرشتوں سے بھی ہوتا نہیں ممکن جس کا

قوتِ برق سے کر لیتے ہیں باتیں دونوں | غرب میں دوست ہو گر شرق میں اس کا شیدا

تار برقی ہے عجب اور عجب ٹیلیفون | ان کی ایجاد سے ہے فصل جدائی عنقا

چاند سی روشنیٔ برق سے ہوتی ہے محل | چشمۂ مہر نظر آتا ہے شب کو دیا

گر کوئی پوچھے کہ یہ برق کی قوت ہے کہاں | تو کہا جائے گا ہر جسم میں ہے پوشیدا

ذرہ ذرہ میں ہے پنہاں یہی برقی قوت | جب ابھرتی ہے تو ہوتا ہے وہی خود تارا

آسماں میں جو گرجتے ہیں باہم وہ بادل | تو تصادم سے وہیں ہوتی ہے بجلی پیدا

کششِ جذب تصادم کی ہے علت اصلی | ہیں اسی قوتِ برقی سے یہاں نار و ضیا

نار سے ہوتے ہیں اجسام سیہ نورانی | شمس در اصل ہے جلتا ہوا کالا گولا

برق میں نور و حرارت میں ہم نسبت ہے | اور ان تینوں میں ہے ایک خدا کا جلوا

آگے جرأت نہیں اماؔ تو کہیں گے عاشق عشق باقی ہے فقط اور ہے ہر تیرے کو سا

قصیدہ

در تہنیت جشن چہل سالہ سالگرہ مبارک اعلیٰ حضرت بندگان عالی حضور پر نور

سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک نظام الدولہ آصف جاہ جی سی۔ ایس۔ ای۔ جی سی بی

خلد اللہ ملکہ والی ریاست حیدرآباد دکن

پھر باغ عالم میں کس جشن کی ہے تیاری کہ خار و خس بھی ہیں جوش طرب سے گلباری

کہا یہ مجھ سے کسی نے یہ اسکی جبلی ہے کہ جس کا سکہ و فرمان دکن میں ہے جاری

خدیو ملک دکن بادشاہ ملک نہاد کہ جس کو اپنی رعایا ہے جان سے پیاری

محب ملک ہے محبوب خاص و عام ہے وہ فدا ہیں جان سے اس پر شریف و بازاری

بھری ہے اس کی محبت کی یہ دلوں میں شراب کہ مسجدوں میں عبادت ہے اب تو میخواری

زبان اس کی ثنا و صفت میں ہے قاصر مبالغہ سے ہر اک وصف اسکا ہے عاری

وہ عدل و داد میں رحم و کرم میں یکتا ہے گواہ اس کی رعایائے ملک ہے ساری

صفائے قلب سے ہیں ایک ظاہر و باطن سنے زمانہ کی اس میں نہیں ہے مکاری

فقیر دوست گدا پرور و غریب نواز نہ کچھ غرور ہے اس میں نہ کوئی خودداری

وہ جانتا ہے کہ ہے راستی ہی پالیٹکس جہان میں قابل نفرت ہے مکر و عیاری

لکھوں وہ مطلع ثانی اک مدح حاضرین کہ جس میں مہر درخشاں کی ہو نمودداری

مطلع

وہ تیرا عدل وہ تیرا کرم وہ بیداری | رہیں گے تا بہ قیامت یہ فیض سب جاری

ترے عتاب میں بھی رحم کے ہیں سو پہلو | ہر ایک حکم سے تیرے عیاں ہے دلداری

تری خوشی و غضب کی نہیں کسی کو خبر | مجال ہے کہ کہے راز کوئی اخباری

کرے جو حد سے سوا تری حضوری میں | تو گل کے سر پہ چلے رگ کی وہیں آری

ترا ہی دل ہے جو بار گران اٹھاتا ہے | ہے سلطنت میں وگرنہ بڑی گران باری

ترے ثبات کے آگے ہی کیا ثبات جبال | صعوبتوں میں بھی ہمت کبھی نہیں ہاری

اٹھا نہ خاک سے تیرا عدو کبھی گر کر | وہ اسپ چرخ نے لات اسکو زور سے ماری

ترے زمانہ کا نظم و نسق ہو کس سے بیان | مدبروں کو بھی اس کام میں ہے دشواری

ترا وزیر ہے وہ نوجوان با تدبیر | کہ جس کے سامنے ہے دست بستہ ہشیاری

یمین سلطنت و دست و بازوے سلطان | ہر ایک کام سے جسکے عیاں ہے بیداری

وہ کار رکن ریاست معین نظم و نسق | کہ جن پہ ختم ہے انصاف اور بیداری

ترا ہے فکر کا تیرے وہ کیبنٹ کونسل | کہ جس کا رعب ہے حکام وقت پر طاری

ترے ہی عہد میں قائم ہوئی لیجسلیٹو | کہ جس سے ہوتے ہیں قانون ملک میں جاری

حساب و مال کا ہے انتظام وہ اعلے | کہ ایک پائی کے اصراف میں ہے دشواری

یہ کشت کاری کی اس عہد میں ترقی ہے | کہ آسمان کی طرح ہے زمین بھی زرنگاری

ہوی ہے باغ و چمن کی دکن میں وہ کثرت | کہ بن کے بن نظر آتے ہیں پھولوں کی کیاری

ہر ایک قسم کے میوے وہاں بھی ملتے ہیں | جہاں نصیب نہ تھی اس سے پہلے ترکاری

جبال و دشت میں جو در و تر پیدا ہوتے ہیں | کہ جن کے سامنے ہے گرد انار قندہاری

گدا بھی تیرے زمانے کے عیش کرتے ہیں | نظر نہیں کہیں آتی ہے کوئی دکھیاری

ترے زمانہ میں ہے اہل ملک کی یہ قدر | کہ ہر جگہ یہی کرتے ہیں کار سرکاری

بحسب مرتبہ دیتا ہے خدمتیں ملکی — حسد کی آگ سے جلتے ہیں میں اساری

نہ تھا خیال لیاقت کا اگلے وقتوں میں — ملی ہے عہد میں تیرے ہنر کو سرداری

ترے زمانہ میں اس درجہ ہے پولس بیدار — کہ بند در نہیں کرتے ہیں شب کو بیوپاری

محال ہے کوئی چور و دغا کا نام تو لے — مٹی ہے حرف غلط کی طرح جفاکاری

ترے زمانہ میں عنقا کی طرح سے ہے سم بر — سنا ہے نام پہ دیکھا نہیں ہے بیگاری

ترے زمانہ میں تعلیم کی پڑی بنیاد — وگرنہ شہر میں تھے چند حافظ و قاری

ترے ہی عہد میں قائم ہوا یہ دار العلوم — کہ جس سے علم و ادب کی ہے گرم بازاری

ترے ہی دور میں رائج ہوئے علوم و فنون — کہ جن سے جہل کی گھٹنے لگی ہے بیماری

ترے ہی عہد کا کالج ہے یہ بنام نظام — کہ جس سے علم کی نہریں ہیں ہر طرف جاری

بنایا تو نے عشریون کے واسطے مکتب — ہے نام جس کا اعزا اعمل وفاداری

یہ تیرے عہد کی سب سے بڑی ترقی ہے — کہ عورتوں کے مدارس بھی ہو گئے جاری

ترے زمانہ میں نکلا معلم نسواں — کہ جس نے کھول دیئے پڑھ کے بند دشواری

ترے ہی عہد میں جاری ہوئے ہیں اخبارات — کہ جس کا کام ہے اہل وطن کی غمخواری

ترے زمانہ میں نکلا بھی اور بند ہوا — وہ حیف علم و عمل جس میں تھی وفاداری

اگرچہ ملک کو تو نے تو دی ہے آزادی — اٹھائیں فائدہ کیونکر کہ بوجھ ہے بھاری

ترے زمانہ میں یہ طب کا مدرسہ بھی کھلا — کہ جس سے طب کی دکن میں ہے گرم بازاری

ترے طبیبوں سے بقراط کو ہے کیا نسبت — یہ سرجری میں ہیں کامل وہ اس سے تھا عاری

یہ تیرے ملک میں کثرت سے ہیں دواخانے — کہ بے دوا نہیں کوئی غریب آزاری

وہ اسپتالوں میں ہوتے ہیں دور دور مرض — کہ تھی علاجوں میں جن کے ہزار دشواری

ترے ہی عہد میں قائم ہوا زچہ خانہ — بغیر جس کے تھی زچہ پہ زندگی بھاری

بنایا تو نے ہے بچوں کا وہ شفاخانہ — کہ ننھی جانوں پہ نازل ہے رحمت باری

ترقیاں تو بہت ہیں برسے زمانہ کی ۔۔۔ بیاں سے ڈر ہے کہ سامع کو ہو گراں باری
محبت دعا یہ کر اب ختم اس قصیدے کو ۔۔۔ کہ اہل بزم کو ہے اور کار سرکاری

بلند مرتبہ تیرا عجب ہو دنیا میں
ترے عدو کو جہان میں رہے نگوساری

قصیدہ در مدح مسٹر جے سی گلوریا ہیڈ ماسٹر نامی اسکول حیدر آباد دکن

[illegible]

عجیب گردش افلاک بھی ہے ناہموار ۔۔۔ کہ جس سے دور تغیر کا گرم ہے بازار
کبھی وصال کی شادی کبھی ہے ہجر کا رنج ۔۔۔ بدلتے رہتے ہیں احوال مثل لیل و نہار
ہمیں جو سنی بھی کہ استاد فن تعلیمات ۔۔۔ ہمارے سر پہ تھا مانند شمس نصف نہار
وہ کون یعنی کہ مسٹر گلوریا صاحب ۔۔۔ کہ جن کے فیض سے جاری ہیں علم کی انہار
انہیں کی کوشش و محنت سے ہو گئے سرسبز ۔۔۔ دکن کے ملک میں یہ مردہ علم کے اشجار
ہے جا نفشانیوں کا ان کی یہ اثر ظاہر ۔۔۔ کہ خشک پودوں میں اس سرزمین کی آیا بار
یہ انکے درس و تعلم کے فیض کی ہے دلیل ۔۔۔ ہزاروں آج ہیں ملک دکن میں سرکار
سنا ہے تو کوئی ایسا معلم مشفق ۔۔۔ کہ ہو دے درس و تعلم پہ اپنی جان سے نثار
ہزاروں اور مدرس ہوئے مدارس میں ۔۔۔ نہ دیکھا ہو گا زمانے ان سا کار گزار
ہمیں ہے اس میں تعلی کہ جانتے سب ہیں ۔۔۔ گلوریا سا نہیں بابرکت کوئی رہبر
انہیں تھا کام نہ دعوت سے اور جلسوں سے ۔۔۔ تھا مدرسہ ہی سے اپنے انہیں فقط سروکار
ہوئی ہے مدرسے کو ان کی ذات سے رونق ۔۔۔ یہ سچ ہے اس میں کسی کو نہیں ذرا انکار
وظیفہ پاکے بہت نیک نام جاتے ہیں ۔۔۔ خدا انہیں کی طرح دے سبھو کو نیک اطوار

دعا ہے میری کہ یارب انہیں سلامت رکھ
یہ مہر و ماہ ہیں جب تک فلک پہ لیل و نہار

قصیدہ در مدح لارڈ منٹو ویسرائے و گورنر جنرل ہند

آپ سے ہے آج ہندوستان کو فخر و اعتبار
ذات عالی سے بڑھا ہے دہر کا وقار

یوں تو آئے ہیں گئے بہت سے ویسرائے
آپ سا آیا نہ کوئی ایک عصر روزگار

تھے مصاحب آپکے اکے گرو دادا مرے
آپکا حق نمکی سے میں بھی ہوں شکر گزار

میرے دادا نے کئے ہیں جو نمایاں کارزار
ہو نہیں سکتا ہے اس اشعار میں اُن کا شمار

حالت تمہاری کا بھی اس سے کوئی ٹھہرا تو ہی
جان پر کھیلے ہوئے اکثر اجل سے وہ دوچار

تخلکمہ میں پڑ کے جیوں سے ہوئے وہ چور چور
پھر بھی بیہوشی میں لب پر یہ صدا تھی "مار مار"

مرگ تک بھی خدمت سرکار ان کا فرض عین
افسروں کا حکم وہ سمجھے تھے حکم کردگار

خیرخواہی کا سبق ہمکو بھی ہے ان سے ملا
ہم بھی ہیں ان کی طرح سرکار پر ہر دم نثار

امتحان کے وقت ہو جائے گا ظاہر جوش دل
یوں تو کہنے سے نہ آئے گا کسی کو اعتبار

ہے گلا قسمت کا گمنامی جو ہے ہم کو نصیب
ورنہ ہوتے آج ہم بھی صاحب عزت و وقار

آپکے رحم و کرم سے ہم کو یہ امید ہے
آئے گی پھر اس چمن میں جھومتی فصل بہار

محبت

ہے محبت میں عجب سر خدائی پنہاں
سارے عالم کی بھی ایک محبت تو ہی جان

کشش جذب سے اجرام فلک پھرتے ہیں
گرد خورشید کے عاشق کی طرح طوف کناں

ڈھونڈھتا پھرتا ہے کس زہرہ جبین کو مہتاب
شعلہ رو کون ہے وہ مہر ہے جسپر قرباں

ہے کوئی شمع تو اس پر وہ نگاری میں
جیسے پروانہ صفت گرتے ہیں اجسام جہاں

ہے زمین پر بھی اسی ایک محبت کا ظہور
ذرے ذرے کو ہے دلمیں کشش مہر نہاں

ہوتا ذروں میں نہ گر جذب محبت کا وجود
تو کسی جسم کا ہوتا نہ کہیں نام و نشان

جذبِ الفت سے ہم ایک ہین اجزائے بدن
جب جدائی ہوئی ان مین تو فنا ہے انسان

بے محبت ہمیں کچھ زیست کا دنیا مین مزا
یہ ہے سامنے سب اسکے زر و مال جہان

جان دینے سے بھی ملتی نہین سچی الفت
اور ملجائے تو پورے ہٹئے سارے ارمان

خوش نصیب اس سے تو بڑھ کر ہین دنیا مین کوئی
جسکے ہاتھ آئے کہین عشق کا گنج پنہان

علم و دولت کا سیدھا راستہ محنت ہے

محنت ہے اصل دولت اور جان تندرستی
افلاس اور نکبت ہے کاہلی و سستی

محنت سے آج اپنی یورپ تو آسمان ہے
ہے کاہلی سے اپنی ہندوستان کو پستی

جاپان کو تو دیکھو محنت سے کیا ہوا ہے
کیا آگے روس کی تھی اسکی بھی کوئی ہستی

لیکن ہے آج رستم وہ رد رو پست قامت
ماننے ہوئے ہین روسی خود اپنی زیر دستی

صنعت مین آج کچھ وہ یورپ سے کم نہین ہے
بکتی ہین اسکی چیزین دنیا مین سب سے سستی

غیروں سے سیکھتا ہے علم و ہنر کو دایم
ہم سی ہیں ہے اسمین شیخی و خود پرستی

ہے مرکز تجارت چھوٹا سا یہ جزیرہ
حسین جہاں کی دولت ہے ابر سان برستی

وہ انتظام ملکی وہ نظم خانہ داری
یورپ بھی سیکھتا ہے اب اس سی گھر گرستی

تعلیم و تربیت سے حاصل ہوا ہے عالم
ہے عزم مین بلندی ہے راے مین درستی

اس کاہلی سے لیکن افسوس ہم کو مارا
ہے ملک مین ہمارے افلاس و تنگدستی

ہم تو یہی کہین گے گر کوئی ہم سے پوچھے
دولت کا راستہ ہے چالاکی اور چستی

ہے حب ذات ہی سے عالم عجب رچایا
ویران کیون نہ ہو پھر بے عشق دل کی بستی۔

حقیقت آدم

قصیدہ در مدح انسان کامل

سر بارع قدم اصل وجود آدم ۔۔۔ اصل خلق ہے تو اور ہے جان عالم

تیرا باطن ہے جو اللہ تو ظاہر ہے خلق ۔۔۔ ہے تو ہی سر حدوث اور تو ہی سر قدم

بت پرستی ہے کہوں تجکو اگر غیر خدا ۔۔۔ کہ ازل ہی سے ہے مسجود ملائک آدم

کور ہے وہ جو اللہ کی دیکھے صورت ۔۔۔ شان میں اسکی ہے قرآن میں اصم ابکم

چشم یہ کسکی ہے یہ نور نظر کسکا ہے ۔۔۔ دیکھتا کون ہے آنکھوں سے جہان کو پیہم

حضرت حق ہی ہیں دنیا میں سمیع اور بصیر ۔۔۔ حصر نے کر دیا آئینہ یہ امر مبہم

یہ سماعت یہ بصارت ہے اسی کی تجھ میں ۔۔۔ پڑھکے قرآں کو نہ سمجھیں گے جو ہیں عقل میں کم

حکم ابرو کا اشارہ ہے جھکا دو گردن ۔۔۔ واسجدوا واقترب او صاف ہے قرآن میں حکم

جسم ہے خلق ترا روح تری حضرت حق ۔۔۔ سینہ کرسی ہے ترا دل ترا عرش اعظم

تو ہی اول تو ہی آخر ازلی ہے ابدی ۔۔۔ تیرا ظاہر ہے حدوث اور ترا باطن ہے قدم

ایسی نسبت سے تو ہر بات میں تو ہے مجبور ۔۔۔ نسبت حق سے ہے مختار و قدیر عالم

تیرے ہی تابع فرمان ہیں یہ سب ملک و ملک ۔۔۔ دیکھتے روز ملائک ہیں ترا خادم و حشم

ہے تو ہی ذرہ کبری تو ہی عالم ہے کبیر ۔۔۔ تجھ میں خلق اور خدا دونوں ہیں موجود بہم

کفر و ایمان ہیں ادائیں تری غمزے تیرے ۔۔۔ تو ہی کعبہ میں ہے اللہ تو مندر میں صنم

لامکاں کہتے ہیں جسکو وہ ہے شان تنزیہ ۔۔۔ شان تشبیہ سے سب گھر ہیں ترے دیر و حرم

جانشین کون ہے اللہ کا جز تیرے یہاں ۔۔۔ نہ فرشتہ نہ پری اور نہ کوئی حور ارم

تیرے قبضے میں ہیں سب جن و ملائک یکجا ۔۔۔ عقل و فہم و غضب و کینہ و نفس [illegible]

غیرت کا یہ نتیجہ تھا کہ مردود ہوا ۔۔۔ سر جھکایا جو نہ ابلیس نے پیش آدم

مردم دیدۂ حق کیون نہ کہون مین تجھکو | دیکھتا ہے تری آنکھون ہی سے حق یہ عالم
تیرے ہی ذات سے ہے حفظ جہان ناسوت | تو ہے عالم کے خزانہ پہ خدا کی خاتم
ستان مین تیری پڑہون مطلع روشن کوئی اب | کہ ہو تاریک دلون مین بھی اُجالا اسدم

مطلع

تو سراپا ہے خدا گرچہ ہی شکل آدم | تجھ مین اطلاق و مقید کے ہین جلوے باہم
تیری بیداری و غفلت کی عجب شان مین ہین | زندگی چونکنا تیرا ہے تو ہے خواب عدم
دل اللہ مین واللہ ہے مسکن تیرا | کہ ہے قرآں مین اللہ محیطؔ بھی رقم
تجھ مین اللہ کے موجود ہین سب ذات صفات | نقل کعبہ ہے تو ہی اصل مین ہے بیت حرم
ترے گھر کا نہین کرتے ہین وہی لوگ طواف | کور جنکی ہے نظر اور سمجھ جنکی ہے کم
چشم احول ہے جو دیکھے تجھے اور حق کو دو | عین کو غیر سمجھنا ہی ہے کفر اعظم
تجھکو اور حق کو سمجھتے ہیں جو نافہم جدا | مہر ہے انکے دلون پر وہ ہین کفار اثم
جامعیت ہے وہ تجھ مین کہ ملائک مین نہین | احدیت کی طبیعت کی ہے تکمیل بہم
قوت و علم و خوشی سب ترے اندر ہین نہان | ذات مین تیری ہین اسما و صفات عالم
حق کو اطلاق کی حالت مین نہ دیکھے گا کوئی | دیکھنا تیرا ہے دیدار خدا اے اکرم
تیرے افعال ترے وصف ترا حسن و جمال | بحر وحدت کی ہین دنیا مین یہ موجین پیہم
کعبہ و دیر و کلیسہ مین ہین تیرے جلوے | سجدہ گاہ دل عشاق ہے ہر نقش قدم
ہر نفس دہر مین جاری ہے بقا اور فنا | متحرک جو ترا تار نفس ہے ہر دم
گردش چشم سے ظاہر ہے جمال اور جلال | جام امرت کا اُسے اور اسے ساغر سم
زاہد خشک نے باندھا ہے خیال باطل | ترے کوچے مین ہین سب جنت فردوس ارم
تو مقید بھی ہے مطلق بھی ہے بندہ بھی خدا | سب نسب ہین یہ ترے تو تو ہے موجود اتم
ترے ہی فیض قدم سے ہے یہ آباد جہان | ورنہ بے جان تھا بے روح تھا جسم عالم

لوح محفوظ ہے دل تیرا قلم تیرا خیال — دفتر ہے حقائق ازل یہ ہیں تیرے لوح و قلم
دم عیسیٰ دم میں دونوں ہیں تیری شان میں — شوق و قربت ہے کہیں اور کہیں تیغ و علم
کبھی یوسف ہوا شان سے ہے حالت تیری — کبھی آنچل سے ہے ڈوپٹے کا علم کا پرچم
لکھوں وہ مطلع برجستہ تری مدح میں اب — کہ پھڑک جائے دل عارف کامل اسدم

مطلع

رونق کون و مکاں باعث خلق آدم — ہے تو ہی واجب و امکان تو ہی موجود و عدم
تو ہے آئینہ حق حق ترا آئینہ سے ہے — دونوں عالم میں ہے واللہ تو موجود دائم
تو الٹ دے جو کبھی چہرۂ انور سے نقاب — حشر ہو جائے اٹھیں جاگ کے سب مردے بہم
شرم آتی کہوں رخ کو ترے شمس و قمر — ترے رخسار کی کچھ ان میں جھلک ہے کم کم
مثل تیرا نہیں عالم میں میں دوں کس سے مثال — کیا لکھوں مدح تری میری زبان ہے ابکم
حسن میں ثانی یوسف میں کہوں کیا تجکو — تو ہے سرتاج حسینان عرب ہند و عجم
فیض اور سر ترا ہر آن سے ہے عالم میں عیاں — ہے یہ تحقیر کہوں تجکو جو میں جود و کرم
اس جہان میں تو نہیں تیری سخاوت کی مثال — تیرا آزاد غلام ایک عرب تھا حاتم
ترے ابرو ہی کا پرتو ہے فلک پر مہ نو — خم محراب کہیں اور کہیں تیغ دو دم
حسن گل ہے کہیں گریہ شبنم ہے کہیں — تیرے ہی مختلف احوال ہیں سب شادی و غم
قبض اور بسط کی تیرے نہیں حد و پایان — بند کوزہ میں ہوا اور کہیں پھیل کے ہو جائے یم
حضرت آدم و حوا تو تھے نقش اول — نقش ثانی ہے ترا مظہر اللہ اتم
سچ ہے توحید سے بڑھ کر نہیں کوئی نعمت — نعمت حق دو عالم ہے علیکم اتمم
قربت حق کی مبارک ہو ترقی تجھکو — شکل انسان میں تو لاکھوں ہی سے لیے تو ہی تھم
تھا درختوں میں نہاں اور کبھی حیوانوں میں — تیرا مسکن تھا کبھی کوہ زمین ماں کا شکم
تجکو ظالم جو کہوں میں تو نہیں کچھ بیجا — کہ ہے جو نفس ہوا اپنے ہی ترا ظلم و ستم

ترے ہی شان میں قرآن میں ہے رحمٰن و رحیم
ذرّے ذرّے پہ ہے عالم کے ترا رحم و کرم

بحر وحدت ہی سے دل میں ترے دریا ہے رواں
کہ زبان پر ترے جاری ہوں علوم اور حکم

ہے زباں حق ہی کی گویا یہ دہن میں تیرے
تیری باتوں پہ ہیں قربان کلیم اور کلم

انفعالی بھی ہے اور فاعلی قوت یکجا
تجھ میں ہیں خالق و مخلوق کے اوصاف بہم

پیروی روح کی ہے اور طبیعت کی کبھی
ہے کبھی نفس مجسم کبھی روح اعظم

کبھی الفت کبھی نفرت ہے کبھی لطف و عتاب
یہ ہیں شان جلالی و جمالی پیہم

جو گزرتا ہے ترے دل میں وہی ہوتا ہے
ترے خطرے نہیں کچھ وحی سے الہام سے کم

قطعہ

پھول کو کب یہ خبر ہے کہ میں جڑ سے ہوں ملا
اپنی ہستی کو سمجھتا ہے الگ اور اتم

اصل میں شاخ میں گل میں تو جدائی ہے کہاں
فصل اصلا نہیں ہے وصل ہی ان میں باہم

سمجھے تجکو بھی جو اللہ سے گر کوئی جدا
کافر حق ہے وہی منکر قرآن و حکم

پھر بھی پوری نہیں ہونے کی تری مدح اگر
ترے اوصاف لکھیں تا بہ ابد اہل قلم

تو ہی خادم بھی ہے مخدوم بھی آقا بھی غلام
نسبتیں خادم و مخدوم کی اس جا ہیں بہم

کیا تعجب ہے کہ ہے مرتبۂ وحدت میں
ایک ہی عالم و معلوم خدائے اعظم

ترے ہی ہمت عالی کی کشش تھی ورنہ
شعر یہ مجھ سے نکلتے یہ کہاں مجھ میں ہے دم

کیا دعا دوں تجھے تو تو ازلی ہے ابدی
بس دعا ہے یہی مجھ پر بھی رہے دست کرم

اپنی ہستی کا ذرا بھی نہ رہے تجکو خیال
ہست ہو جائے حقیقت میں جو دی ہیچ عدم

وصف کیا جان دو عالم کے تو لکھیگا محب
گنگ ہے تیری زبان اور شکستہ ہے قلم

قطعات

ایک جاہل اور عالم کے سوال و جواب

اک روز ایک جاہل و کج فہم رند نے
رہتا تھا غرق آٹھ پہر جو شراب میں

پوچھا یہ ایک عالم دانا سے بعجب
رہتا تھا جو کہ محو ہمیشہ کتاب میں

رہتے ہیں کیوں کتاب میں رات دن آپ مست
کیا ہے کوئی جنون دماغ جناب میں

کیا زندگی ہے آپ کی واللہ بے مزہ
حاصل نہیں ہے لطف شراب و کباب میں

جلسوں میں محفلوں میں گزرتے ہیں رات دن
یا نغمہ سرود میں چنگ و رباب میں

کچھ مسکرا کے عالم دانا نے یہ کہا
کیا میں کہوں سوال احمق کے جواب میں

جس نے شراب علم کا چکھا ہو مزا
کیا جانے وہ سرور ہے کیا اس شراب میں

ہے یہ وہ نشہ جو کہ اترتا نہیں کبھی
آتا نہیں خمار کا کھٹکا بھی خواب میں

اس کے نشے کے سامنے سب گرد ہیں نشے
لطف مے طہور بھی ہے کس حساب میں

بڑھتے ہیں اس شراب ہی سے ادراک عقل و ہوش
پڑتی نہیں ہے روح کبھی پیچ و تاب میں

پیتا وہ ہے جسے کہ ہو مست و بدحواس
رہتے ہیں ہوشیار جہاں خراب میں

اس جام مے سے ہی جو تجلی حق عیاں
وہ ہے ضیا سے نور کہاں آفتاب میں

خاموش اس کے مست ہیں کبھی نہیں ذرا
لغزش ہے پاؤں میں نہ ہے دل اضطراب میں

ہوتا ہے اس شراب سے بے دل بھی وہ شجیع
رکھتا ہے شیر نر کو بھی جو رعب داب میں

معشوق اور کون ہے بڑھ کر کتاب سے
عاشق نہیں ہے ہجر سے جس کا عذاب میں

ہر دم وصال یار ہے دن رات ہے خوشی
آتا نہیں خیال جدائی بھی خواب میں

ہر روز اس حسین کو ہے حسن کو فروغ
پیری میں جو ہے لطف کہاں وہ شباب میں

کیا چیز ہیں کتاب کے آگے رباب و چنگ
نغمے ہزار رنگ کے ہیں اک کتاب میں

سمجھتے نہیں ہیں کان وہ آواز نرم ہے
ہے یہ کہاں بتاؤ تو چنگ و رباب میں

رکھتے ہیں دل میں سارے جہاں کا ہی سماں — جس طرح سے ہو متحرک حباب میں
خلوت میں علم والوں کو خلوت کے ہیں مزے — آئیگی کب یہ بات دماغ خراب میں

ہیں علم ور اور ارادہ خدا کے وصف
بیشک صحبت سے علم ہی اول حساب میں

خلق اللہ کی خدمت ہی تمام عبادتوں سے افضل ہے

صحرا سے ایک روز جو آیا میں شہر میں — دیکھا کہ ایک قریہ عالم ہے نور کا
چاروں طرف مزار کے روشن ہیں بام و در — گنبد یہ آسماں کا چراغوں سے ہے بنا
مجمع ہے خاص و عام کا جھکتے ہیں در پہ سر — بیت الحرم سے بھی وہ بزرگی میں ہے سوا
جاتا ہے ادب سے اندر ہر ایک شخص — کر کے سلام قبر کو پڑھتا ہے فاتحہ
مرقد کے پاس آتے ہی با عز و احترام — پہلے طواف قبر کی کرتا ہے رسم ادا
جھکتا ہے پھر سجود میں با عجز و انکسار — سنگ لحد کو اور ہے ہر بار چومتا
دیکھی جو میں نے قبر کی تعظیم اسقدر — دل میں کہا کہ کون ہے یہ شخص باخدا
کیا زندگی میں اس نے کیا تھا کہ بعد مرگ — زندہ رہے گا نام نکو اس کا سالہا
شاہوں کے مقبروں پہ بھی جاتا نہیں کوئی — حشرات ارض اور درندوں کے ماسوا
دیکھو تو حالت آثار رفتگاں — سب ہے رہنما ہے منزل مقصود نقش پا
حالات اس بزرگ کے معلوم کیجیے — کچھ تو ملے گا شہرت و عزت کا راستہ
یہ کھٹکا رہا تھا دل میں کہ آیا نظر مجھے — کوئے بت اس مزار کے اک پیر با صفا
پوچھا یہ میں نے اس سے کہ یہ کون ہیں بزرگ — حرمت ہے جنکی قبر کی کعبہ سے بھی سوا
ہنس کر کہا یہ اُس نے کہ رہتے ہو تم کہاں — جو پوچھتے ہو نام دلستان آفتاب کا
یہ وہ ہیں جنکے قوم پہ احسان عام ہیں — آثار فیض ان کے ہیں قائم ہر ایک جا

خدمت میں ملک و قوم کی کاٹی ہے عمر سب
دنیا سے دل لگا کے عیش کا چکھا نہیں مزا

ہر فکر قوم اور نہ تھی ان کو کوئی فکر
خواہش نہ زندگی کی نہ اندیشۂ قضا

قصہ ہے طول رغبت ہے کم مختصر یہ ہے
ایسا محب قوم نہ تھا کوئی دوسرا

سوا خدا کے لوگوں سے امید رکھنا ہی عذاب ہے

امید ہے خدا سے کہ بر آئے آرزو
کرتا ہے جو قبول ہر اک شخص کی دعا

مشکل نہیں جو بات ہے آساں ہے اُس سے
مردوں کو ایک دم ہی میں دیتا ہے وہ جلا

رحمت سے اُسکی کیوں ہے مایوس خلق میں
کرتا ہے مور کو وہ سلیماں کا تخت عطا

شاہِ دکن سے ہمکو اعانت کی ہے امید
بعد اس کے ملک و قوم کا کچھ بھی ہے آسرا

ہے یہ بھی کچھ امید کہ ارکان سلطنت
حکام ذی وقار رعایا سے باوفا

یہ سب ہی کار خیر میں دینگے ہمیں مدد
راضی رہیں گے ان سے خدا اور مصطفےٰ

لیکن خدا کے ہاتھ میں انسان کا ہے دل
وہ چاہیگا تو یہ بھی مدد دینگے سر بسر

مرضی نہیں جو اسکی تو ان میں سے ایک بھی
کوڑی نہ دے گا ہمکو محب ہے یہ تجربہ

نقالی

ہیملٹ دیگر اگر صاحب سے
اور ہیروں پر اڑائی بھی جو رقم

فائدہ کیا ملک کو حاصل ہوا
عزت قومی ہوئی افسوس کم

گھٹ گئے تقلید سے عقل و شعور
رہ گئے وحشت میں اول سے بھی ہم

نقل سے نقال کی عزت نہیں
اچھے انساں بن سکے ہو نہ یہ ہم

مشیت حق

ہر آن دکھاتا ہے نئے رنگ فلک — ہے ماہ کبھی بدر کبھی گھٹکے ہلال
جنگل کبھی بستی ہے کبھی بحر عمیق — جو آج ہیں میداں وہی کل ہیں جبال
ہر دشت کبھی تاراج ہیں پھول کھلے — ہیں خار کبھی اشجار کبھی خشک نہال
انسان کی بھی حالت میں تغیر ہے یہی — ناشاد کبھی اور کبھی ہے خوشحال
جب حال یہ دنیا کا ہے پھر فکر ہی کیا — ہم پر بھی گزر جائینگے سب رنج و ملال
اسباب و نتائج کی نہیں کوئی حد — فطرت یہ ہے انساں کی حکومت ہے محال
سچ پوچھیئے تو کس بات کی قدرت ہے ہمیں — ہیں اور کے قابو میں ہمارے افعال

ما در چه حسابیم و فلک در چه حساب
کارے که خدا کند فلک را چه مجال

بد خلقیوں کا رواج

پوچھا یہ ایک طالب دولت نے ایکدن — اک پیر سے کہ تجربہ دنیا کا جسکو تھا
کیا کیجئے کہ ہاتھ لگے جس سے مال و زر — عہدہ کوئی بڑا سا ملے اور مرتبا
بولا وہ پیر مرد یہ ہنسکر کہ اے جوان — اسکے حصول کے تو ہیں اسباب ہی جدا
یورپ میں ہیں علوم جدیدہ یہاں ہیں اور — ان میں کمال ہے تو بر آئے گا مدعا
پہلے فن دروغ میں انساں کو ہو کمال — بولے کرور جھوٹ ہزاروں میں برملا
شیطان کو سکھائے نئے کذب کے فنون — ہر بات میں دروغ ہو ہر فعل میں ریا
اسکے سوا خیانت و رشوت میں ہو کمال — مالک کے اک اک مال کو سمجھے کہ ہے مرا
سو میں جو دس اٹھائے تو نوے کو آپ کھائے — حصہ ہو جس بھی مال میں آدھے سے بھی سوا

چھوڑے نہ دوستوں سے بھی موقع اگر ملے — سمجھے ہر ایک کام کا رشوت ہی کو صلا
ساتھ لے کے پھر ہو علم جو ستا مدینے بھی کمال — آقا کہے جو رات کو دن یہ سے کہے بجا
عزت کا ہو لحاظ نہ کچھ آبرو کا پاس — بدنامی و رقاحت و ذلت ہو سب روا
اپنی غرض سے کام ہو مرجائے گرچہ خلق — محسن سے بھی کرے نہ کبھی بھول کر وفا

حاصل ہوں یہ فنون تو ہو آپ کی بھی قدر
ہے آجکل انہیں کو تو ہر شخص پوچھتا

آدمی کا رزق کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہوتا

روزی کو جو کرتے ہیں عداوت سے کہیں بند — کرتا ہے خدا اور سبب رزق کے پیدا
دشمن کے جو نزدیک ہیں اسباب ہلاکت — کرتے ہیں وہی زیست کے سامان مہیا
روٹی بھی ہماری وہی پہنچائے گا رازق — آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا

مقدس گیت

(۱) جوانو! اٹھو رزم گاہ جہاں میں — علم ملت احمد کا ہمراہ لیکر
لڑو نفس و دشمن سے ہر دم لڑائی — کہ جن کے سبب سے ہیں فتنہ و شر
جہاد اس کرو جہل پر سکے تا ہم — کہ ہے جاہدوا اقتلوا حکم داور
نہ گھبراؤ مشکل سے ہے بعد راحت — محمد ہیں آگے تو اقدس سر پر
(۲) کرو ذکر حق تاکہ شیطان کا لشکر — نکل جائے دل کی حکومت سے باہر
زباں پہ ہو جاری بصد صدق و ایمان — ثنائے خدا و درود پیمبر
مجاہد کی عزت ہے دونوں جہاں میں — کہ ہے تاج فتح و ظفر اس کے سر پر

نہیں اسکو خطروں میں کچھ خوف خانکا — خدا اسکا حامی ہے احمد ہے رہبر

(۳) جہاں کے مجاہد مسلماں سارے — ہیں افواجِ حق کے سپاہی مقرر

وہ سب حق پرستی ہیں اک جسم و جاں ہیں — نہیں ہوتے حکمِ خدا سے وہ باہر

کرتے مار رنج صبر و تحمل سے کر کے — شیاطین کے لشکر پہ ہیں حملہ آور

وہی دور کرتے ہیں محنت اُٹھا کے — مصیبت جو ہے نوعِ انساں کے سر پر

(۴) تغیر ہے ہر دم زمیں و زماں میں — سلاطین ہیں ہر آن راہِ فنا پر

سجاتے تھے دنیا میں جو اپنے ڈنکے — مقابر ہیں اُنکے زمیں کے برابر

مگر ایک اسلام کی یہ حکومت — بدلتی نہیں مثل خورشید و اختر

تغیر کے ہاتھوں سے محفوظ ہے یہ — کہ حافظ ہے اسکا خدا و پیمبر

(۵) ابد تک رہیگا یہ اسلام زندہ — کروروں برس اسکا چمکیگا اختر

اسی پر رہیں گے فدا صدق دل سے — ملک جن و انسان و پیر و پیمبر

حیات ابد اور علم و مسرت — ملیں گے اسی دیں پر حق کے اندر

جو انوار کردستم نہ اوقات صالح — محبت سے کے چلو ساتھ کم ونکو کس کر

(مثنویات)

امید

ہے نفس کی یہ علام دنیا — ہے رنج و خوشی کا نام دنیا

سب شاہ و گدا ہیں اسکے بندے — ہیں دام بلا اسی کے پھندے

اس دام سے چھوٹنا ہے مشکل — جب تک یہ جہان ہے اور یہ دل

ہوتی نہ اگر امید راحت — کرتا انساں کبھی نہ محنت

قائم ہے جہاں امید پر ہے — قربان امید ہی پہ سر ہے

ہوتی ہے امید عیش و عشرت — کرتا ہے ابد نہ یہ عبادت

امید وصال یار جب ہے — پھر موت سے کوئی خوف کب ہے

ہوتا آسان ہے جان دینا — سر دیکے بتاں کا مول لینا

دنیا کی یہی ہے جان امید — پیدا ہوتا ہے اس سے ناامید

امید وصال پر ہیں جیتے — مہجور جو خون دل ہیں پیتے

ہوتی نہ اگر امید انعام — کرتا خادم کبھی نہ پھر کام

امید خطاب و عزت و جاہ — انجام سے جس کے کم ہیں آگاہ

لیتی ہے یہی تو جان انساں — کرتی ہے بھرے گھروں کو ویران

چلتے امید پر ہیں سب کام — معلوم نہیں اگرچہ انجام

امید ہے زندگی انساں — حیران ہے مردگی انساں

امید سے دل کو رکھ تو خالی

دنیا تو عجب ہے سخیالی

انجام شراب

ہے رات اندھیری ہو کا عالم — اوڑھی ہے جہاں نے چادر غم

ہے سقف سیاہ چرخ معتم — بجھتے ہوئے کوئلے ہیں انجم

یہ چرخ نہیں فلک کے اوپر — انبار دخاں میں ہیں اخگر

ہوتا ہے گمان کہکشاں پر — ہے دود سفید آسمان پر

کمل کا ہے فرش سبزہ باغ — لالہ ہے تمام صورت داغ

ہر سرو ستون سنگ موسیٰ — ہر چشمۂ آب مردم آسا

صحرا گلشن پہاڑ بستی — ظلمت میں ہے نیست سب کی ہستی

اس ظلمت شب میں ایک عورت — ہے چاند سے بڑھ کے جس کی صورت

بیٹھی ہے مکان میں اکیلی | اوڑھے ہوئے چادر ایک میلی
آنکھوں سے برس رہے ہیں آنسو | ہے ماہ کی سطح پر رواں جو
ہر سمت اگرچہ ہے اندھیرا | چہرے میں مگر ہے کچھ اُجالا
چھوٹا سا جھولا اک بچھا ہے | بچہ کوئی اس پہ سو رہا ہے
بیٹھی مروسے کے پاس ماں ہے | دریا آنکھوں سے اک رواں ہے
کہتی ہے کہ دیجیئے دعا تم | لٹتے ہوئے ہائے بیوفا تم
غربت میں اکیلا مجھکو چھوڑ | افلاس میں مجھ سے منہ کو موڑا
فاقوں نے نہ چھوڑا ہائے جیتا | ہوتا گر دوا ہی تو جیتا
دار ہی نہ ہوئی دوا میسر | افلاس سے ہو سکا نہ جانبر
میں بھی تھی ہوں تین دن سے بھوکی | کھائی ہوں قسم ترے لہو کی
اسمیں نہیں کچھ قصور میرا | بے بس مجبور ہوں میں دکھیا
خاوند ملا ہے وہ شرابی | ہے جسکے سبب سے یہ خرابی
اُڑ جائے شراب یہ جہاں سے | آفت آئی ہے یہ کہاں سے
غارت ہوں شراب کی دکانیں | جاتی ان سے ہیں اب تو جانیں
ملکوں سے شراب بھر کے لائیں | مردوں کو ہمارے پھر پلائیں
اللہ مٹے شراب خواری | ہو جائے تباہ آبکاری
جل جائیں یہ سیندہی خدایا | دنیا میں رہے نہ نام ان کا
سرکار کو رحم ہم پر آئے | محصول شراب پر بڑھائے
سیندہی کی بھی کاشت بند کر دے | محصول ہر اک دکان سے لے
یورپ کی شرابیں پھر نہ آئیں | بھاری ٹیکس ان پہ گر لگائیں
افلاس کی کیا کروں شکایت | ڈہائی ہے خدا نے ہم پہ آفت

صنعت حرفت تجارتیں سب — برباد ہو ئین رہا ہے کہاں اب
اب کیا ہے معاش کا دریچا — قلاش ہین ہے کوئی ہم سا
مردے کو کفن نہین میسر — افلاس نہ ہو گا اس سے بڑھکر"
یہ کہکے لگی وہ خوب رونے — سر پیٹنے اور جان کھونے
اتنے مین سنی کسی کی آہٹ — آہستہ کھلے کواڑ کے پٹ
شوہر کو جو آتے اس نے دیکھا — منہ پھیر کے یہ کہا خدا یا
آتی نہین مجکو موت کمبخت — پتھر سے بھی جان ہے مری سخت
کلثوم مرے رہون مین جبتی — کیا رہ رہے اس مین تیری مرضی
تم چین سے اب شراب اوڑاؤ — سیندھی پیو اور کباب کھاؤ
ہم بھی ہین کوئی دنون کے مہمان — کیا کیجیے سخت ہے مری جان
رونے لگا سن کے اس کا شوہر — آنکھون سے رواں ہوا سمندر
بولی رونے سے فائدہ کیا — قسمت مین جو تھا ہوا اگلا کیا
مردے کو کفن کہان سے لاؤن — زیور نہین جو گرو رکھاؤن
کرتا گوٹے کا ایک اس کا — پہنا نہین اسنے ہے وہ کورا
بازار سے اسکو بیچ لاؤ — قیمت جو ملے کفن منگاؤ"
یہ کہکے اٹھی وہ دکھ کی ماری — لائی کرتا اور ایک ساری
یہ دیکے کہا کہ جلد جاؤ — میت ہے پڑی کفن منگاؤ
لیکر کرتے کو وہ دل افگار — آیا معموم سوئے بازار
رستے مین ملا کلال خانہ — دل کو ہاتھ آیا اک بہانہ
جی نے کہا پی شراب چلیے — کچھ آئے تو دل مین تاب چلیے
عادت مین خرد مین پھر ہوئی جنگ — تھا شراب کے در پہ وہ کھڑا دنگ

عادت ہوئی عقل پہ جو غالب — ساقی سے ہوا وہ مے کا طالب
دیکھا جو شراب کا پیالہ — آنکھوں میں بھرا چمن کا لالہ
کرتا ہبت کا اس نے دیکر — پی خوب شراب مول لیکر
جب پی چکا خوب جام پر جام — ثابت ہوا اسکو مے کا انجام
امڈا دریا سے شرم اکبار — آئے نظر اسکو اپنے کردار
لعنت کرتا تھا اپنے اوپر — کہتا تھا یہ دل میں اپنے رو کر
کمبخت شراب تو نے مارا — سر پہ ترے خون ہے ہمارا
برباد کیا مرا بھرا گھر — فاقوں سے ہوئے نہ طفل جانبر
ذلت رسوائی اور خواری — نکبت افلاس دلفگاری
سب مجکو ملی تری بدولت — حیوان سے بدتر اب ہے حالت
لے گور و کفن وہاں ہے مردہ — پیتا ہوں یہاں شراب بیٹھا
کس منہ سے میں جاؤں ہائے گھر میں — ہوں خوار میں اپنی ہی نظر میں
صورت اسکو میں کیا دکھاؤں — بہتر ہے کہ میں بھی مر ہی جاؤں
یہ کہکے اٹھا وہ جی سے بیزار — گرتا تھا قدم قدم پہ ہر بار
گرتا پڑتا چلا بمشکل — آخر ہوئی طے لعت کی منزل
دریا کے قریب جب وہ آیا — کپڑوں کو اتار کر نہایا
پھر کرکے وضو نماز پڑھ کے — مانگی یہ دعا خدا کے آگے
یارب یہ شراب بند کر دے — محصول ہزار چند کر دے
ٹھیکا نہ شراب کا دیا جائے — نذرانہ بھی اب نہ کچھ لیا جائے
بستی سے دکانیں بھی اٹھا دیں — میخانوں پہ پاسبان بٹھا دیں
کم عمر کو دی نہ جائے سیندھی — برباد نہ عمر ہو کسی کی

توبہ کرتا ہون مے سے مین اب　　تو بخش گناہ میرا یارب"

یہ کرکے دعا اٹھا وہ ناشاد　　تھی آہ لبون پہ اور غم یاد

کودا دریا مین پھر وہ ناکام　　میخوار کا خودکشی ہے انجام

ڈوبا ایسا کہ پھر نہ ابھرا　　پینے کا یہی تو تھا نتیجہ

کرتو یہ دعا محب خدا سے

اللہ بچائے اس بلا سے

قانون

عجب مضبوط ہے عالم کی فطرت　　بدلتا ہی نہین قانون قدرت

گدا ہو شاہ ہو یا صاحبِ زر　　سمجھی ہے قضا سب کو برابر

نہین ممکن اجل سے ہو رہائی　　تدبیر بھی ہو گرساری خدائی

سیانون نذر پیرون کی دعائین　　اجل آئے تو پھر وہ کیا بنائین

بغیر ابر کیا برسا ہے پانی　　چلی ہے بے وقت کب باد دخانی

بغیر تخم کب کوئی شجر ہے　　کہین بے گل کے بھی آیا ثمر ہے

اصول و نظم ہے جان خدائی　　انہین سے ہے عیان شان خدائی

نہین جس ملک مین قانون دائین　　ترقی پر وہان دنیا نہ ہے دین

برائے نام قانونون سے حاصل　　رعایت پر اگر حاکم ہے مائل

نہ ہوگا انتظام ملک اس جا　　رعایت کا جہان ہوئے گا چرچا

رعایت ہے خلاف عدل لیکن　　محب چھوٹے بڑے ہم سے ہے یہ ممکن؟

دوستون کی ملاقات

اکبر - لائیے لائیے یہاں تشریف　　خیریت آپ کا مزاج شریف
نادر - پوچھتے کیا مزاج ہو صاحب　　عقل گم ہے حواس ہیں غائب
اکبر - کیا بلا آئی کیا غضب ٹوٹا　　گھر کسی نے ہے آپ کا لوٹا
کچھ کہو تو زبان سے بہر خدا　　گر مرض ہے کرینگے اُسکی دوا
نادر - کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا　　اور چپ بھی رہا نہیں جاتا
درد ہے وہ نہیں ہے جسکا علاج　　کیا کہیں تم سے کیوں بگڑا ہے مزاج
اکبر - خیر سمجھا میں آپ ہیں عاشق　　اور ہیں اپنی زندگی سے دق
نادر - میں نہ فرہاد ہوں نہ مجنوں ہوں　　اپنی حالت پہ آپ محزوں ہوں
قوم کی دیکھتا ہوں جب حالت　　اور اسکی جہالت و غفلت
سب خوشی اپنی بھول جاتا ہوں　　غم ہم قوم دل میں پاتا ہوں

اکبر آپ بھی کچھ عجیب احمق ہیں　　دیتے لوگوں پہ جان ناحق ہیں
دوسروں کے لئے اٹھائے ضرر　　کوئی اُس سے بھی بڑھکے ہوگا خر
دوست ہوتا ہے قوم کا دشمن　　اسکو دیتے ہیں لوگ رنج و محن
جتنے گزرے ہیں مصلحانِ قوم　　سمجھے جاتے تھے دشمنانِ قوم
آپکی بھی کچھ آئی ہے شامت　　کی نصیحت تو پھر ہے گی گت
نادر یہ خیالات آپ کے ہیں پست　　آپ اپنی غرض میں رہیے مست
میں تو انسان ہوں اور صاحب درد　　کچھ زنانہ نہیں ہوں میں ہوں مرد
درد قومی سے ہے نعمت باری　　آدمی کا شرف ہے غمخواری
انس جس میں نہیں نہیں انسان　　سگ سے بدتر اگرچہ ہے حیوان
فرض ہم پر ہے قوم کی خدمت　　اس سے بڑھ کر نہیں کوئی عزت

بے امید صلہ ہو خدمت قوم
ہمیں عزت ہے ابھی عزت قوم

قوم کی گر ذلیل ہے حالت
تو نہیں شاہ کی بھی کچھ عزت

قوم ہے گر کسی کی آسودہ
تو گدا بھی نہیں ہے افسردہ

قوم پر ہے اگر کہیں ادبار
گل بھی نظروں میں اسجگہ ہیں خار

اکبر میں سے مانا کہ آپ سچے ہیں
عقل میں لیکن آپ بچے ہیں

مل کر جب سب کریں تو ہو کچھ کام
ایک ہوتا ہے کر کے خود بدنام

کوئی کرتا نہیں ہے اسکی مدد
اور کرتے ہیں سب خلاف میں کد

جانتے ہم خیال کو ہیں ولی
اور مخالف کو دشمن ازلی

اسکو دیتے ہیں سو طرح کے عذاب
اسکی تکلیف جانتے ہیں ثواب

کسکو جرأت ہے جو کرے اصلاح
خواہ نکبت انہیں ہو خواہ فلاح

مابر ہم نے مانا کہ قوم ہے غافل
ان میں کچھ تو ضرور ہیں عاقل

وہ سمجھتے ہیں اپنا نفع و ضرر
اور کرتے ہیں قدر علم و ہنر

ایسے لوگوں پہ گر اثر ہو جاے
جنگ اصلاح پھر تو سر ہو جاے

اور یہ بھی اگر نہ ہوں قائل
تو بھی ہونا نہ چاہیے بزدل

مدد خیر فرض ہے ہمپر
جان کا بھی اگر ہو خوف و خطر

جان دیتے ہیں مصلحان قوم
بڑھتی پھر کسطرح سے شان قوم

کرتے گر رہبری نہ یہ رہبر
ہوتے ہم آج خر سے بھی بدتر

ہم نتیجے ہیں اپنے اگلوں کے
رہنما آنے والی نسلوں کے

دین ہم پر ہے اپنے آبا کا
نکریں ہم ادا تو ہے بیجا

گر کرینگے نہ ہم ادا یہ ادھار
ہونگے دنیا میں ہم ذلیل اور خوار

آنے والے برا کہینگے ہمیں
وحشی پر خطا کہینگے ہمیں

گورے کالے کا ازدواج

ایک یورپین جوان خوش رو — صاحب علم و خوش بیان خوش خو
تھا وہ سونے کی کان کا مالک — کالے گوروں کی جان کا مالک
تھا وہ نیٹال مین مقیم جوان — گنج قارون تھا ہر قدم پہ جہان
اسکے خدام مین تھی اک عورت — مشرقی حسن کی تھی وہ مورت
تھا غضب کا تناسب اعضا — جسم سانچے مین تھا ڈھلا گویا
کالی رنگت پہ تھا خدا کا نور — گل سوسن مین حسن کا تھا ظہور
اس خداداد حسن پر وہ پری — عیب ناز و غرور سے تھی بری
دل سے کرتی تھی خدمت آقا — اور آقا بھی اس پہ تھا شیدا
چاہتا تھا ہزار جان سے اُسے — جانے دیتا نہ تھا مکان سے اُسے
دونون باہم تھے عاشق و معشوق — کالے گورے تھے گرچہ وہ مخلوق
دل مین کہتا تھا وہ جوان ہر دم — کس طرح اس کی ہو محبت کم
دل پہ قابو نہین محبت مین — بے بسی ہے غضب کی الفت مین
عقد بھی اس سے کر نہین سکتا — کسطرح لاؤن سر پہ اپنے بلا
کیا کرون ایسی قوم کا مین گلا — ہے تعصب تو اس مین سب سے سوا
کالے گورے کا فرق ہے بیجا — حسن مین دونون رنگ ہین یکتا
غیر قومون سے ازدواج نہین — وسعت قوم کا رواج نہین

یہ تعصب یہ کبر یہ نفرت
کہہ رہے ہین کہ ہے ابھی وحشت

ترکیب بند اور ترجیع بند

قوتِ علم

جہان مین علم سے بڑھکر نہین کوئی قوت — ہزار دیو کی ہے اسکے جسم میں طاقت
اسی کے زور سے کرتا ہے فیل مست کو زیر — وہ آدمی کہ ہے مور ضعیف کی صورت
اسی نے حرب کے آلات وہ کئے ایجاد — کہ لشکرون کی برابر ہے قلت و کثرت
اوڑا ہی دیتا ہے دم مین پہاڑ ڈانا میٹ — اسی کی ذرۂ باروت مین ہے یہ حدت

خدا کے ہاتھ کی طاقت ہے اسکے بازو مین
جہان کے ملک و سلاطین ہین اسکے قابو مین

بنایا علم نے اقوام پست کو اعلے — زمین مصر نے پایا اسی سے اوج سما
اسی سے خطۂ یونان کی بھی ہوئی شہرت — اسی سے روم کا بیٹھا جہان پہ سکا
اسی سے اہل عرب کو ہوا شرف حاصل — اسی سے آج ہے یورپ کا اوج پر تارا
اسی سے آج ہے جاپان روس پر غالب — ذرا سی فوج نے لاکھون کو کر دیا پسپا

بغیر علم کے قومین ہین بھیڑون کے گلے
چھری جو ایک ہے قصاب کی تو لاکھ گلے

ہمیشہ جہل پہ غالب رہا ہے علم و ہنر — نہین دماغ تو انسان خر سے ہے بدتر
غذا سے علم دماغون کو بھی ضروری ہے — کہ بے غذا کے وہ ہوتے نہین ہین طاقتور
ملے غذا نہ بدن کو تو مضمحل ہو جائے — دماغ علم نہ پائے تو وہ جئے کیونکر
قیام جسم کو لازم ہے چار وقت غذا — غذا دماغ کی ہے کسب علم آٹھ پہر

اگرچہ زور و زر و جاہ و مال ہے طاقت

جہاں میں سب سے ہے اعلے دماغ کی قوت

کردنی خویش آمدنی پیش

ہے جہان کا راز گر چہ گو مگو ہیں مگر پاتے وہی بوتے ہین جو
ان مین آتی ہے کہاں نیکی کی خو کب جو کرتے نہین حلق نیکو

دیکھتے حالت کو اپنی تم رہو
از مکافات عمل غافل مشو

نشۂ دولت مین ہو جاتے ہین مست لب پہ لاتے ہین انا الحق و الست
جانتے وہ یہ نہین ہے نیست ہست منتقم کا ہے جہان مین بند و بست

پاؤ گے اکدن وہی کرتے ہو جو
از مکافات عمل غافل مشو

ہے برائی کا نتیجہ بھی برا ہر عمل کی ہے جزا بھی اور سزا
ظالمون کو چھوڑتا ہے کب خدا اور مظلون کو ملتی ہے جزا

دشمنون کو بھی نہ تم تکلیف دو
از مکافات عمل غافل مشو

سچائی

کیجئے سچ کی عزت افزائی ملک کی ہے اسی سے زیبائی
صدق مین ہے عجب مسیحائی مردے پاتے ہین اس سے گویائی

ہے تمدن کی جان سچائی

سچ سے موتی نے آبرو پائی

جھوٹ کا جب رواج ہوتا ہے — ملک پھر اعتبار کھوتا ہے
آبرو اپنی سب ڈبوتا ہے — صحن گلشن میں خار بوتا ہے

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

صادقوں کی زبان میں ہے اثر — بات کرتی ہے ان کی دل میں گھر
نکتہ چینوں کا کیا اسے ہے خطر — اور کندن دمکتا ہے تپ کر

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

سچ کہے جاؤ کچھ نہ گھبراؤ — آفتوں میں نہ سچ سے باز آؤ
نہ پھرو راستی سے مر جاؤ — جھوٹ بولو نہ تم قسم کھاؤ

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

کاذبوں کی اگر ہے قدر کہیں — اور ہیں راستباز گوشہ نشین
ہے یہیں تو خرابیوں کا یقین — اور لازم زوال ملک و دین

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

سچ میں پنہاں ہے زور دست خدا — ہے پہاڑ اس کے سامنے تنکا
گر ہوں دنیا کی فوجیں یکجا — تو بھی جنبش نہ ہوگی سچ کو ذرا

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

ہمارے مزدوروں اور کسانوں کی حالت

دکھائیں کسکو یہ اپنی حالت نہیں کسکو بھی درد ملت

پڑی ہے ان پر مصیبت فلاک کی کرتے ہیں شکلت

نہ تن کو کپڑا نہ سر کو ٹوپی نہ پیٹ بھر کر انہیں ہے روٹی

لباس ان کا ہے اک لنگوٹی کہ جس سے ظاہر ہے انکی عسرت

ڈنر ہے انکا اُبالے چاول کری ہے انکی دراسی چٹنی

نمک بھی جبکو نہیں میسر کہ اسکی ارزان نہیں ہے قیمت

جیسے بھی ملتے نہیں ہیں انکو کہ کھولیں روزہ فجر کو اٹھکر

اوڑھائے میٹرون یہ جاسے لسکوٹ کہاں ہے مزدور کی یہ قسمت

نہ انکو مکھن نہ اس کو روٹی نہ ان کو میوہ نہ انکو بوٹی

جوار بیجھر کی دو یہ روٹی سمجھتے اپنے لئے ہیں نعمت

ہمارے مزدور ہیں وہ مفلس کہ ان سے بہتر تو یہ گدا ہین

یہ عیش کرتے ہیں بے مشقت وہ اپنی محنت سے بے نوا ہیں

میاں سے کسی تن پر ہے اک لنگوٹا چھٹا سا ہو جی کے برمیں ٹھگا

گزی کے جھتڑے کا ہے دوپٹا برہنہ بیچے ہیں سر تا پایا

پھٹی سی چادر ہے اوڑھنے کو زمین کا ہے فرش انکا بستر

ملے جو جاڑے میں کمبل تو اسکو سمجھیں نیا دوشالا

نہ سر پہ ٹوپی نہ بر میں کرتا نہ انکے پاؤں میں کوئی جوتا

جہاں میں ڈھونڈو نہ پاؤ گے تم کہیں یہ افلاس کا نمونہ

کسان یورپ کے ہیں پہنتے ہمیشہ پتلون اور جاکٹ

جو پاؤں میں بوٹ پا سے تا بے تو ہیٹ کا اک سر پہ سایا

بدن میں بچوں کے گرم کپڑے تو عورتوں کے رہیں سایے

عجب کسانوں کی بیویاں ہیں کہ ان پہ دھوکا ہے لیڈیوں کا

کسان یورپ کے ماہر ہیں ہمارے مزدور بے ہنر ہیں

وہ اپنے پیشوں سے باخبر ہیں یہ اپنی محنت سے مار و ہیں

مکان ڈربے ہیں مرغیوں کے کہ جن میں رہتے ہیں بنی انسان

لحد میں جیسے پڑے ہوں مردے کسان ہیں ایسے یہاں

نہ ان میں بیڈنگ نہ انہیں لنگ انگ نہ ان میں سیدنگ کا کوئی کمرا

اسی میں رہنا اسی میں سونا اسی میں کھانا اسی میں سامان

دھرے ہیں مٹی کے چند برتن توا کڑاہی کٹورہ لوٹا

یہی ہے اسباب خانہ داری کہ جس سے افلاس ہے نمایاں

کسان یورپ کے آدمی ہیں کہ جنکی گھر میں ہے میز کرسی

مگر تمدن میں جانور ہیں ہمارے ہندوستان کے دہقان

کسان مزدور کی یہ حالت ہے جہل مطلق کا یہ نتیجہ

اگر نہیں یہ تو پھر بتائیں کہ ان کے افلاس کا سبب کیا

نہ ان میں تعلیم و تربیت ہے نہ ان میں صنعت نہ مدنیت ہی

نہ انکو دنیا کی کچھ خبر ہے نہ اپنے حرفوں کی علمیت ہے

نہ ان کی خاطر دری مدارس نہ ان کو ترغیب علم و فن کی

نہ انکو تعلیم دستکاری نہ ان کو کاموں کی تربیت ہے
غریب بچوں کے واسطے ہے جہان مین تعلیم مفت ہر جا
مگر یہاں تو ہیں پیس لیتے عجیب الٹی ہماری مت ہے
حقوق اپنے نہیں سمجھتے ہزار تکلیف ہین اٹھاتے
یہاں سے کرتے ہیں شکایت نہ لے جو تھوڑا نہیں بہت ہے
وبا جو آ سے تو انکو کھا سے جو قحط آسے تو انکو مارے
انہیں پہ بھرمار ٹکس کی ہے بری انہیں کی جہان مین گت ہے
فلک رہیں سب انہیں کے دشمن انہیں پہ حکام کے مظالم
انہیں کے کاندھے پہ وزن خلقت انہیں کے سر پر ہے بار حاکم

یہی کمائین تو کھائین روٹی انہیں کے محتاج ہیں یہاں سب
نہیں ہے بیجا کوئی کہے گر کہ بعد خالق یہی تو ہین رب
انہیں سے قایم ہے قصر شاہی انہیں سے محلونکی رونقین ہین
انہیں سے آباد مسجدیں ہیں انہیں کے دم سے ہر قوم و مذہب
انہیں سے دربار کی ہے عظمت انہیں سے حکام کی ہے سوکت
انہیں کے اہل قلم ہیں خادم انہیں کے نوکر سوار و اشہب
انہیں کے دم سے ہے یہ امارت انہیں کے قدموں سے ہے یہ ثروت
رہیں گے باقی نہ یہ نہیں پر تو جاہ و منصب رہیگی یہ کب
یہی ہیں اولاد شاہ و قیصر یہی کمائین پوت انکے
انہیں کی تعلیم ہے مقدم انہین کی اصلاح چاہیے اب
جو ہوگی ان کی خراب حالت تو پھر یہ ہوگی کسیکو عزت

رہیگی قائم ہمیشہ عسرت کہ جس سے ہر قوم کو ہے ذلت

سچی دوستی اور دلی محبت

بقا ہے ایک محبت کو اور سب کو فنا
اسی کے حدت سے قایم ہے ارض اور سما

کشش سے عشق کی باہم جو مل گئے ذرے
ہوئے ہیں وہ فلک اور جسم سب پیدا

ملا ما جذب محبت سے جب بسائط کو
عدم سے ہو گئے موجود مع مکین آب وہوا

بڑھی جو عشق کی سورش کشش عناصر میں
تو ان کے میل سے وہی روح کا وجود ہوا

ہوئی جو آدمیوں میں محبت والفت
تو حسن وعشق سے آباد ہو گئی دنیا

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد
سعادت ابدو عمر جاودان دارد

یہ دوستی ہی تو دو دل کو ایک کرتی ہے
اسی سے عمر بڑے عیش سے گزرتی ہے

طلا کی طرح سے ہوتی ہے صاف ہجر میں جان
جلے جو عشق میں ہر بار وہ نکھرتی ہے

جو ہجر موت ہے عاشق کی اور وصل حیات
تو جان اسی کی فنا ہو کے پھر ابھرتی ہے

عجب لطف ہے تیغ ادا کے زخموں میں
کہ جان بعد فنا دم اسی کا بھرتی ہے

ملے نہ دوست جہان میں تو زیست بے لطف
بغیر عشق کے انسان کی روح مرتی ہے

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد
سعادت ابدو عمر جاودان دارد

جہاں میں دوست سے بہتر نہیں کوئی نعمت
کہ اسکی جان سے بھی بڑھکے ہے گران قیمت

ہزار قیصر و کسری سے وہ کہیں ہے امیر
کہ جسکے پاس ہے گنج محبت والفت

خدا ملے تو شناسا نہیں ملت
ملے کسیکو تو سمجھو وہی ہے خوش قسمت

ہر ایک چیز یہان زور و زر سے ملتی ہے — خرید سے عشق تو دیکھین حکومت و دولت
نہ زور و زر سے نہ جاہ و سے یار ملتا ہے — خدا ہی دے تو ملے آدمی کو یہ نعمت

کسیکہ یار وفا دار و مہربان دارد
سعادت ابد و عمر جاودان دارد

خوشی و شادی و عشرت کا یار سے ہے مزا — جو یہ نہین تو ہے پھر ہیچ نعمت دنیا
غم و الم بھی تو یاروں کے دم سے شادی ہے — خوشی ہے رنج سے بدتر جو کوئی ہو تنہا
مزیل رنج مقوی روح فرحت قلب — یہ ایک دوست ہے دنیا مین ہر مرض کی دوا
عجیب عشق و محبت میں ہے مسیحائی — کہ اس کے فیض سے ہوتے ہین مردے بھی پیدا
ہوئی کسیکو میسر کبھی نہ صحت قلب — بغیر صحبت یاران پاکبار اصلا

کسیکہ یار وفا دار و مہربان دارد
سعادت ابد و عمر جاودان دارد

نہ ہو کسی کا الٰہی کبھی حبیب جدا — فراق یار سے بڑھکر نہیں کوئی صدما
عذاب نار جہنم ہے ہجر کی تکلیف — تب فراق سے پھکتا ہے جسم سرتاپا
جگر مین درد کبھی لب پہ آہ سرد کبھی — چھپا کے منہ کبھی جا ہوس لیٹنا رونا
جو بعد ہجر کے ہو جائے وصل یار نصیب — تو پھر بہشت کی حوروں کی کسکو ہو پروا
جہان مین گرچہ ہے محبوب حسن و دولت و جاہ — نہین جہان کی نعمت میں دوستی کا مزا

کسیکہ یار وفا دار و مہربان دارد
سعادت ابد و عمر جاودان دارد

مضرت شراب

زہر قاتل کا پیالہ ہے ہین جام شراب — خودکشی مفلسی و ضعف ہے انجام شراب

کوئی چھٹتا ہی نہیں جس سے وہ ہے دام شراب سخت ناقابل برداشت ہیں آلام شراب

پی کے ہو جاتے ہیں مجنوں جو بہنگام شراب

عقل رکھتا ہے تو لیتا نہ کبھی نام شراب

دام میں اس کے جو پڑ جائے جو کوئی ہوشیار ہے سمجھ بوجھ پہ اس شخص کی افسوس ہزار

نور سمجھے ہیں جسے وہ تو حقیقت میں ہے نار آتش مے سے نہیں بچتا ہے قلب میخوار

شعلۂ نار جہنم ہے یہی جام شراب

عقل رکھتا ہے تو لیتا نہ کبھی نام شراب

ہے جو مدہوش کی مجنوں کی حالت یکساں فرق ان دونوں میں کرنا نہیں ہرگز آساں

عقل و ادراک کا دونوں میں نہیں نام و نشاں اور دونوں کے دماغوں میں ہے غفلت کا طوفان

سخت ناقابل تعمیل ہیں احکام شراب

عقل رکھتا ہے تو لیتا نہ کبھی نام شراب

دشمن عقل ہے مے دشمن جان دشمن مال دوستی دشمن جانی سے تو ہونا ہے محال

قابل رنج و تاسف ہے جو میخوار کا حال چاہیے اسکی مضرت کا ہر اک آن خیال

جز تباہی نہیں دیکھا کوئی انجام شراب

عقل رکھتا ہے تو لیتا نہ کبھی نام شراب

صنعت و حرفت

علم روزی پڑھائیے ہمکو کار آمد بنائیے ہمکو

کسب زر کچھ بتائیے ہمکو راہ دولت دکھائیے ہمکو

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

خوب تعلیم یہ ہماری ہے — پڑھ چکے تو امیدواری ہے
عمر دفتر مین سب گزاری ہے — بے وسیلہ کے سخت خواری ہے
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

ایک خدمت جو ہو کہین خالی — جسکی ہو ماہوار دس حالی
ہین نصیب اسکے جسنے وہ پائی — گرچہ پاتا ہے پندرہ مالی
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

ایم اے بی اے جو ہو گئے بھی تو کیا — نہ ملی نوکری تو پھر ہین گدا
دفترون مین نہین جگہ اصلا — نوکری ہو گئی ہے اب عنقا
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

جب کوئی شے نہ ہم سے ہو پائین — تو کہان مزدور کام ہم پائین
بھیک مانگین نہ ہم تو کیا کھائین — نہ ملے بھیک بھی تو مر جائین
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

تھے کبھی ہم بھی صاحب صنعت — دستکاری مین تھی ہمین شہرت
خاک مین مل گئی وہ سب حرفت — نہ وہ دولت ہے اور نہ وہ عزت
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

جب نہ صنعت کا ہو کوئی چرچا — کیون نہ ہو جائین اہل ملک گدا

مول لیتے ہیں مال غیرون کا   کھنچکے جاتا ہے ملک سے پیسا

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

گر بنائین یہیں سوئی دہاگا   پیٹ کچھ تو بھرے غریبون کا

بھیک دینے سے فائدہ ہی کیا   اور بڑھتے ہین ملک مین فقرا

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

ان مدارس سے فائدہ کیا ہے   امتحانات کے سوا کیا ہے

آخر ان سب کا مدعا کیا ہے   پاس ہو جائین پھر صلا کیا ہے

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

طرز تعلیم یہ نہین اچھا   اس سے ہوگا نہ ملک آسودہ

پڑھ کے ہو جائینگے ہم اور گدا   نہ ملیگا ہمین کہین پیسا

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

ہے محب کی یہی صدا ہر بار   ملت و ملک پر ہو جان سے نثار

مل کے باہم کرین یہی گفتار   اور ہم سب کہین پکار پکار

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

دولت عشق

مذہب و ملت ہے زیبا اُس کو جو ہیں دین ستعار　　ہو مبارک قوم کے مصلح کو تو می یادگار
دولت دنیا ملے اس کو جو ہیں زر پر نثار　　ہو نصیب اہل تقوی حور و جنت کی بہار

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل یا ہجران چہ کار

ذکرِ جاناں لب پہ ہے دل میں ہے تصویر صنم　　ہے بتوں کی دید سے یاد خدا بھی دم بدم
سنگِ در اُس کا ہے اسود اور گھر اس کا حرم　　سجدہ گاہ عاشق سرمست ہے نقش قدم

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل یا ہجران چہ کار

ہیچ ہے دنیا و دین جاہ و حشم حور و جناں　　عشق میں اسکے جو لذت ہے وہ ہمیں کہاں
راحت و آرام سے خالی ہیں یہ دونو جہاں　　ساتھ اسکے گوشۂ دل ہے فقط جائے اماں

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل یا ہجران چہ کار

دولت دنیا ملے بھی گر تو کب مٹتے ہیں رنج　　مار سے خالی نہیں دنیا میں ہرگز کوئی گنج
بات ہے یہ بال سے باریک سمجھیں نکتہ سنج　　ہے کھلاڑی کی تماشا گاہ یہ کاخ سپنج

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل یا ہجران چہ کار

عشق ہے دونو جہان کی جان میں اس شک نہیں　　جسکو یہ دولت ملے پھر ہیچ ہے دنیا و دین
ہے محب تیرا بزیر سایہ عرش بریں　　اور سب آخر کو بعد مرگ ہیں خاک زمین

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار

تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار

ہجر اور وصل

دشت وحشت میں جو گھبرا کے نکل جاتا تھا — ہر طرف مجکو نظر آتا تھا عالم ہو کا
بولتے تھے نہ چرندے نہ چہکتے تھے پرند — شیر خاموش تھے ساکت تھے مویشی ہر جا
جانوروں کے کہیں چرنے کا نہ تھا شور کوئی — بولتے تھے کہیں مینڈک بھی نہ جھیلوں میں ذرا
آب میں تھی نہ روانی نہ ہوا میں تیزی — مرغ آبی بھی تھے چپ چاپ بہ رنگ مینا

آتی ہی تھی نہ مرے کان میں کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

بیٹھ جاتا تھا کبھی تھک کے میں زیر اشجار — کھینچتا تھا کبھی تلووں سے ببولوں کے خار
کبھی سایہ کو درختوں کے میں تکتا تھا کھڑا — دن جو گھٹتا تھا تو بڑھتا تھا یہ سایہ ہر بار
ڈر گئی مجھ سے کئی بانس مری پرچھائیں — آدمی زاد پہ تھے دیو کے طاری آثار
اضطرابی وہ خموشی وہ مری تنہائی — اور سنسان وہ جنگل وہ پہاڑوں کی قطار

آتی ہی تھی نہ مرے کان میں کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

شام ہوتے ہی اٹھا نیلی شب کا پردا — بام افلاک سے انجم نے زمیں کو جھانکا
دیکھتا تھا میں سوئے چرخ بڑی حسرت سے — کہ ہوئی رات نہ آیا وہ مرا ماہ لقا
پوچھتا تھا کبھی گھبرا کے ستاروں سے یہی — چاند میرا ہے کہاں کچھ تو کہو بہر خدا
چپکے سنتے تھے نہ دیتا تھا کوئی مجکو جواب — ایک سناٹے کا عالم تھا فلک پہ چھایا

آتی ہی تھی نہ مرے کان میں کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

پھر تو آنکھوں سے ہوا اشک کا دریا جاری
انتظاری میں ہر اک لحظہ تھا مجھ پر بھاری

ہاتھ گردن میں مری آ کے کسی نے ڈالا
کس طرح پیار سے کرتا ہے کوئی غمخواری

دست نازک نے مجھے اپنی طرف جب کھینچا
پھر تو سمجھا میں محب ہے وہی میری پیاری

وہ اُدھر چپ تھی اِدھر میں بھی تھا خاموش کھڑا
ایک سکتے کا تھا ہم دونوں پہ عالم طاری

آئی ہی تھی یہ مرے کان میں کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

سہرا بہ تقریب رسم تسمیہ خوانی مرزا بہادر علی بیگ ولد نواب نادر جنگ بہادر مرحوم پسر کرنل نواب سر افسر الملک بہادر کے سی-آئی-ای-ایم ڈی او-اے ڈی سی-کمانڈران چیف افواج سرکار عالی واقعہ ۱۸ شعبان سنہ ۲۸ھ

تسمیہ خوانی کا سب سے ہے یہ بہتر سہرا
اور ہر علم و ہنر کا ہو ترے سر سہرا

افسر الملک نے باندھا ہے تری سر پہ اسے
ہو مبارک یہ بہادر تجھے افسر سہرا

تیرے چہرے ترے سہرے کی ہیں دونوں کس کے مثال
رخ خورشید پہ ہے مجمع اختر سہرا

آب موتی کی ہے یہ موتیے کے پھولوں میں
کہ مسلسل رخ انور پہ ہے گوہر سہرا

رخ پہ سہرے کی یہ لڑیاں ہیں کہ سلک اعیان
کشف سے دیکھئے ہے مجمع جوہر سہرا

جلوہ گر کون ہے اس صورت نورانی میں
اور ہے کس کے بتاؤ تو یہ سر پہ سہرا

بس خموش اب یہ دعا مانگ خدا سے تو محب
کہ دکھائے ہمیں شادی کا بھی خوشتر سہرا

رباعیات

بدقسمتون کی حالت

لوگوں سے ملے ہیں مگر گھر نہ ہوا — آرام کسی جا بھی میسر نہ ہوا
مایوسی دریا سے ہوا کیا حاصل — ساحل کا لب خشک کبھی تر نہ ہوا

عشق کے نتیجے

دل میں ہے خیال یار میرے ہر دم — معشوق تو موجود ہے عاشق ہے عدم
کہتے ہیں جسے عشق یہ ہیں اسکے ثمر — ناکامی و محرومی و مایوسی و غم

جھوٹ کا رواج

کثرت سے رواج جھوٹ جب پاتا ہے — کاذب نہیں پھر کذب سے شرماتا ہے
رہتی نہیں سچائی کی عزت باقی — سچون کا بھی اعتبار اُٹھ جاتا ہے

وعدے کے معنی

جو مرد ہیں وہ بات پہ مرجاتے ہیں — کہتے ہیں زبان سے وہی کر جاتے ہیں
نامرد ہے وعدے سے جو پھر جائے محب — سچائی پہ سچون ہی کے سر جاتے ہیں

وفائے وعدہ

زندی تو ہے سہل اتقا مشکل ہے — ثابت قدمی اس سے سوا مشکل ہے
دے بیٹھئے جلدی سے کسیکو نہ زبان — وعدہ تو ہے آسان وفا مشکل ہے

حالت تنزل

صنعت میں ترقی ہے نہ حرفت میں کمال — افلاس کا کچھ رنج نہ دولت کا خیال
حیوان کی طرح زیست بسر کرتے ہیں — حیرت ہے کسیکو بھی نہیں فکر مآل

صنعت و حرفت پر ملک کی ترقی

جاپان کو ہر علم میں حاصل ہے کمال — ہے قوت تعلیم کی یہ ملک مثال
غیروں کی زباں جو انکو سیکھا بھی تو کیا — بے صنعت و حرفت کی ترقی ہے محال

اولاد وطن کا وطن پر حق

ہے حب وطن کتاب فطرت کا سبق — ہر دل ہے اسی جلد مطلّا کا ورق
کیونکر نہ ہوں خدمات وطن پر مامور — اولاد وطن کا ہے وطن پہ یہ حق

انسان مجبور ہے۔ قادر نہیں

رکھتے ہیں بہت علم و ہنر عقل و شعور — کوشش بھی کیا کرتے ہیں حتی المقدور
چلتی نہیں تقدیر کے آگے تدبیر — گر غور سے دیکھو تو ہے انسان مجبور

ہجر معشوق کی حالت

رونا ہے کبھی لب پہ کبھی ہے فریاد — ہے رشک کا طوفان کبھی شورش باد
جز درد جدائی نہیں کوئی مونس — آتا ہے شب ہجر خدا ہمکو یاد

صنعت و حرفت

کرتے نہیں جو اپنی صناعت پہ بسر — ہوتے ہیں وہی مفلس و قلاش اکثر
غیروں کی ہر اک بات میں ہیں دست نگر — محتاج کوئی قوم ہے ان سے بڑھکر؟

تعلیم انسان اور ملک و ملت کی جان ہے

تعلیم سے قوموں کو ہے حاصل عزت — قایم ہے فن حرب پہ ملکی طاقت
ہے جان تمدن کی زراعت لیکن — آتی نہیں بے صنعت و حرفت دولت

قومی عزت قابل فخر ہے نہ شخصی عزت

تہذیب کہاں ملک میں جب ہے وحشت — ہے جہل عوام سے وطن کو ذلت
بیکار ہے سب شوکت و شان شخصی — ہے قابل فخر و ناز قومی عزت

اختلاف علما رحمت خدا ہے

یورپ کی ہے آزاد خیالی مشہور — دنیا مین مگر ایک ہمین ہین مجبور
رحمت ہے خدا کی اختلاف علما — باہم جو ملین رنگ تو ہویدا نور

دنیا مین علم سے بہتر کوئی چیز نہین

دنیا کی ہر اک چیز سے بہتر ہے دماغ — اور عشق سے مے طہور دل ہے ایاغ
بے علم و عمل نہین جہان مین رونق — یہ عقل تو قندیل ہے اور علم چراغ

پچھلا تمدن نئی تہذیب سے بہتر ہے

تھے میز نہ پلنگ نہ کرسی بستر — آسودگی تھی ملک مین اندر باہر
کیا فائدہ اس علم و تمدن سے ہمین — پتلون سے گڑگی[1] تھی ہماری بہتر

سمالیتی تہذیب

آسودگی ملک نہ حاصل ہو اگر — بے شبہ تمدن مین ہے نقصان و ضرر
ہے جسم مین کوٹ اور خالی ہے شکم — تہذیب سمالیتی سے وحشت بہتر

خیالات کا ظاہر ہونا ہی بہتر ہے

اچھا نہین سر مین ہون خیالات نہان — بہتر ہے نکل جائے دماغون سے دھوان
کرتا ہے پہاڑ و ہکو بھی ٹکڑے ٹکڑے — ہوتا ہے کبھی بند زمین مین جو دخان

تعلیم کی غایت معاد و معاش ہے

خوش حال تھے پر آتے تھے ارمان دلی — افلاس سے بہتر تھی جہالت اگلی
ہے غائت تعلیم تو دین اور دنیا — اس علم سے روٹی بھی تو ہمکو نہ ملی

عشق حقیقی سے ابدی زندگی پیدا ہوتی ہے

الفت مین حیات جاودانی پائی — اور مردہ دلون نے زندگانی پائی
اس عشق کی ادنی سی کرامت یہ ہے — پیری مین زلیخا نے جوانی پائی

---

[1] گڑگی دکھنی زبان مین پاجامہ کو کہتے ہین -

جھوٹ سے سچ ہی بہتر ہے

کیا فائدہ گر جھوٹ سے رُتبہ پایا ۔ سچوں کا فلک سے بھی ہے برتر پایا
حیرت نہیں صادق سے جو کاذب بڑھ جائے ۔ پیچھے ہے جو آفتاب آگے سایا

مصیبت کے بعد راحت ہے

گردش میں ہے ذرات زمین شمس و قمر ۔ ہر آن نئے رنگ نئے ہیں منظر
گھبرا نہ مصیبت سے ہے پیام راحت ۔ آتی ہے شب تار کے پیچھے ہی سحر

ارادت اللہ غالب

ہوتے ہیں جو اسباب تماہی کامل ۔ امداد سے کوشش سے نہیں کچھ حاصل
طوفاں یہ نہیں زور کسی کا چلتا ۔ چاہے جو خدا دم میں ہے آسان مشکل

عشق ایک مصیبت ہے

پیغام جدائی ہے حسینوں کا وصال ۔ دم بھر کی خوشی اور ہے برسوں کا ملال
خوشحال ہے جو دام محبت سے بچا ۔ دنیا میں یہی عشق ہے جی کا جنجال

بے تعلیمی کے نتائج

یہ ڈھیٹر یہ ماتگ جو ہیں دنیا میں حقیر ۔ تھے مالک ملک و تاج داورنگ و سریر •
تعلیم سے غفلت کا نتیجہ پھر ہوا ۔ ہیں آج وہی ذلت و نکبت میں اسیر

رنج کے بعد راحت ہے

ہے گردش افلاک کا شکوہ بے جا ۔ دیتا ہے خدا صبر جو آتی ہے بلا
گھبرا نہ مصیبت سے کہ طوفاں کے بعد ۔ خود آپ ٹھہر جاتا ہے آب دریا

آفتاب کو حجاب کے پیچھے سے ہی دیکھ سکتے ہیں

اُس بت میں خدا کا ہم نے جلوہ دیکھا ۔ پردے میں عجب نور کا لکا دیکھا
رخسار پہ کب آنکھ ٹھہر سکتی تھی ۔ پانی میں مگر مہر کو پورا دیکھا

معشوق عاشق کے دل مین رہتا ہے

اس عشق مین بندگی خدا کی کیسی
پردہ کیسا ہے رونمائی کیسی

ہے تے ہی نہین عاشق و معشوق جدا
جو دل مین بسے اس سے جدائی کیسی

مہمان بہت روز میزبان کے گھر رہنے سے ذلیل ہو جاتا ہے

ہے عمر طویل کی تمنا بے کار
دنیا مین خوشی کم ہے تو ہین رنج ہزار

رہنے سے بہت روز کسی کے گھر مین
ہوتا ہے عزیز بھی نگاہون مین خوار

قومی اخبارون کی ضرورت

جس قوم کا پیٹ نہین کوئی اخبار
اظہار خیالات ہے اسکو دشوار

صدمات و ان کر نہین سکتا ظاہر
گونگے کی اسی وجہ سے ہے حالت زار

اخبار محافظ ملک ہین

ہے باغ خیالات کا حافظ اخبار
رہنے نہین دیتا کوئی گلشن مین وقار

باغون مین نہ ہتے جو ہزارون مالی
پھولون کی عوض خار کا ہوتا انبار

اللہ مع الصابرین

انسان بلاؤن مین اگر گھر جائے
صابر رہے ہمت سے نہ کچھ گھبرائے

ہے غم ہی عجب غم کا علاج بالمثل
صد شکر جو پیہم کبھی آفت آجائے

نکاح سے پہلے دولھا دولہن کا دیکھنا کار آمد ہے اور شادی کے بعد تو یہ جلوہ کی رسم فضول ہے

شادی مین بھی ہمکو نہیں کچھ آزادی
اندھون کی طرح کرتے ہین ہم سب شادی

ہے بعد نکاح پردہ بازی کی رسم
آبادی خانہ ہو کہ ہو بربادی

جسمانی علاج کی طرح روحانی علاج بھی مفت ہونا چاہیے

ہے شاہ و رعایا مین جو نسبت پدری
تعلیم عوام سے ہے کیون بےخبری

ملتی ہین دوائین تو غریبون کو مفت
لیکن نہین تعلیم مدارس مین فری

جبریہ تعلیم ضروری ہے

ہے فرض جوان باپ پہ تعلیم پسر
اس فرض کو چھوڑین تو ہین ملزم یکسر
سرکار رعایا کی ہے اصلی وارث
کیون جبریہ تعلیم ہہین فرض اسپر

صنعت اور حرفت کی دستگیری بھی سخاوت ہے

صناع امیرون کے ہین سب دست نگر
ہے انکی امارت پہ غریبون کی گزر
جو ملک کی صنعت سے اٹھاتی ہین عیش
وہ عیش پسند ہین سخی سے بہتر

عذاب کے بعد رحمت کا ظہور ہوتا ہے

ہر آن بدلتے ہین سمین لیل و نہار
ہے شام خزان اور کہین صبح بہار
گھبرا نہ بلاؤن سے کہ آتی ہے سحر
اس پردۂ شب مین ہین نئی رنگ ہزار

انسان کا ارادہ مشیت حق کا تابع ہے

کیا علم ہمارا کیا ہماری قوت
بچون کے ہین کھیل یہ تدبیر حکمت
قابو مین نہین دل تو ارادہ کیسا
ہے غیر ارادی بھی تو دل کی حرکت

غریبی بہت سے صدمون سے خالی ہے اور امارت مین ہزارون خطرے ہین

ہر حال مین کر شکر خدا سے ازلی
صابر کو ہے پستی مین بھی آسودہ دلی
دنیا مین امیرون ہی کو خطرے ہین سوا
گرتی ہے بڑی عمارتون پر بجلی

انسان کے دلی خیالات اور جذبات اسکی تحریر اور تقریر سے ظاہر ہوتے ہین

تصنیف دل سرد کو گرماتی ہے
اصلاح عوام خوب ہوجاتی ہے
پکتے ہین خیالات دماغون مین عجب
آوے مین ہمیں آگ نظر آتی ہے

ہر شے خدا کی صورت پر ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ

کل مجلس رندان مین عجب تھی حالت
ساقی نے لنڈھائی تھی شراب وحدت
وہ جوش وہ ولولہ وہ مستی کیا تھی
تھی جام مین کس کی آفتابی صورت

ہر پیشہ اور صنعت کے لئے تعلیم اور اکتساب ضروری ہے

جو دو رو کہیں سست کہیں فطری خدام
کرتے ہیں مقدر کا گلہ سب یہ مدام
ہر کام کی تعلیم سے ہوتی ہے قدر
ناقابل وقعت ہے اناڑی کا کام

انسان کے جوہر ذاتی تعلیم اور اکتساب سے ظاہر ہوتے ہیں

بالطبع ذہین اگر ہوئے بھی تو کیا
بے کار ہے بے علم و ہنر ذہن رسا
ہیرا جو نہ ترشا تو رہا وہ پتھر
پتھر جو ہوا صاف بنا آئینہ

پیری جوانی سے افضل ہے

صد شکر کہ طوفان جوانی گزرا
ہر موج فنا کا سر سے پانی گزرا
پیری میں محب حرص و ہوس سے چھوٹے
زندہ ہوا دل جو عیش فانی گزرا

اسی دنیا ہی میں عالم آخرت موجود ہے

اس زیست میں ہے موت بھی طاری ہم پر
دن بھر تو ہیں زندے اور مردے شب بھر
جب بند ہوئی آنکھ کھلا روزن دل
حاصل یہی خواب ہے جہان دیگر

ہو الاول ہو الآخر

اک تخم سے ہے اصل گل و شاخ و ثمر
پھر بیج وہی پھل میں جو ہے اصل شجر
ہر جزو ہے گو کل سے بہ نوع دیگر
اول ہے وہی اور وہی آخر ہے مگر

نفس پرستی سے خدا نہیں ملتا

گر ہے طلب حق تو اٹھا رنج و محن
از تیغ ورع گردن امّارہ بزن
کس طرح ہو مقبول خدا نفس پرست
ہوتا ہے محب یار عدو بھی دشمن

انقلاب زمانہ یہ ہے کہ لوگ روح کے مقابلہ میں جسم کی کچھ قدر نہیں کرتے

ہے مادہ بے نور مگر روح ہے بدر
وہ ثقل سے پائین تو لطافت سے یہ صدر
لیکن عجب انقلاب اس دور میں ہے
موتی کی نہیں قدر صدف کی ہے قدر

دنیا میں کوئی چیز بغیر روح یا مادّہ کے موجود نہیں۔ مگر بغیر اس مادّے کے بھی روح پائی جاتی ہے

اجسام مکانات ہیں ارواح مکین — بے مغز نرے پوست کی اہمیت ہی نہیں
بے مادّہ ہیں خواب کے اشکال مگر — بے روح کے پاتے ہیں جسم ہم کہیں

تصفیہ روح تکلیف اور مصیبت ہی سے ہوتی ہے

ہے روح کو ہر درد و الم سے راحت — لازم ہے مصیبت میں بھی شکر نعمت
کیوں تصفیہ قلب نہ ہو غم سے محب — آتش سے نکھرتی ہے طلا کی رنگت

عورتوں کی آزادی کے بغیر لطف سیر و تماشہ نہیں

عورت کے بغیر لطف دنیا ہی نہیں — بے حور کوئی جنت عقبیٰ ہی نہیں
اس جس سے کم ہو گئی مردوں کی خوشی — بے شرکت زن سیر و تماشا ہی نہیں

خودی سے چھوٹنا بہت مشکل ہے

ہے مقصد تعلیم فقط صیقل دل — یہ جس سے نہ حاصل ہو وہ ہے لاطائل
مشکل نہیں آزادی ملک و ملت — لیکن ہے خودی سے رستگاری مشکل

ملکی صنعت و حرفت کی قدردانی ضروری ہے

اس لپ سے سو درجہ وہ ڈیوٹ بہتر — جس سے رہے ہر گھر میں محبت تابش زر
آسودگی ملک ہو پیدا دم میں — ملکی ہی صناعت پہ قناعت ہو اگر

خدا اور بت دونوں حقیقت میں ایک ہی ہیں مگر ان میں فرق بھی موجود ہے

حیران ہو کہ پردے میں نہاں کیا دیکھا — اس عشق نے جو کچھ کہ دکھایا دیکھا
تجھے اصل میں بت اور خدا دونوں ایک — پھر دونوں میں فرق عجب تماشا دیکھا

انسان میں قابلیت ہے اور حسب و نسب اعتباری ہیں

انسان میں فطرت ہے حسب ہے نہ نسب — بیٹے تو شیاطین ہیں ولی مادر و اب

ہو کیون نہ وراثت طبیعی بے اصل   ایک شاخ کے دو برگ بھی یکسان نہین ہوتے

قوت برق سے زمین کے ذرات پیدا ہوتے ہین

جو یہ ہی یہ اعراض یہان ہین بے معنے   ہے جسم فنا روح کو لیکن ہے بقا
کسطرح نہ ہم روح کے قائل ہون مجیب   جب برق سے ذرات زمین ہوتے

آرزوئین اور امیدین بھی خاک مین مل جاتی ہین

وہ مجھ سے ملین کہان یہ قسمت میری   جاتی نہین کوشش سے محبت ہے
اک عمر بسر ہوئی امیدون مین مجیب   ہو جائے گی خاک بھی حسرت

طلب دیدار

وہ مجکو بلاتے ہین نہ خود آتے ہین   تفریح کو باہر تو کبھی جاتے ہین
رستے ہی مین مل جائین تو مشکل کیا ہو   صورت کے دکھانے مین بھی ترساتے ہین

چشم ستمگر سے خدا بچائے

بانکی وہ ادا فتنۂ محشر تیری   نیچی نگہ ناز وہ نشتر تیری
لڑتے ہی نظر دل ہی نہ تھا پہلو مین   دیکھے نہ کوئی چشم ستمگر تیری

حشر مین دیدار خدا کسی شکل و صورت مین ہوگا۔

تنزیہ کی شان کیا نظر آئے گی   کیا روح کو چشم بشری پائے گی
یہ بت ہی خدا حشر مین آئین گے نظر   تشبیہ جمال اپنا خود دکھلائے گی

خالق و مخلوق کو دو سمجھنا ہی شرک ہے

زاہد تیری آنکھون مین نہین نور ذرا   بت جنکو سمجھتا ہے وہ ہین عین خدا
گر بت یہ خدا نہین تو پھر کیا ہین   ہوتا ہے دوئی سے شرک باری پیدا

انسان اور کعبہ مین بڑا فرق ہے یہ کامل ہے اور وہ ناقص

زاہد ترے کعبہ مین دھرا ہی کیا ہے   چوکور عمارت کے سوا ہی کیا ہے

اللہ مجسم تو وہ بت ہے گھر مین　　　محراب مین دیدار خدا ہی کیا ہے

معشوق کی بیماری عین عاشق کی بیماری ہے

دل درد و غم ہجر کا آزاری ہے　　　ہر آن مصیبت کی بڑی بھاری ہے
کستے ہین شب روز تر دو مین محب　　　بیمار ہین وہ مجھے بیماری ہے

شب فرقت

کاٹے سے نہین رات یہ کٹتی یارب　　　آگے سے نہین بلا یہ ہٹتی یارب
گھٹتی تھی ہے سرما کی بڑی رات مگر　　　میری شب فرقت ہین گھٹتی یارب

تدبیر عین تقدیر ہے

ہوگا وہی تدبیر سے قسمت مین جو ہو　　　پھرتے رہو جستجو مین یا بیٹھے رہو
پہنچے ترے در تک بھی تو محروم پھرے　　　کوشش اسے کہتے ہین مقدر اسکو

دوستون سے ملاقات عید کا مزا دیتی ہے

یکسو جو ہوا دل تو ہوئی غیب کی دید　　　راحت سے ہے ہوا قریب کلفت سے بعید
اک عید کا دن ہے سال بھر مین لیکن　　　ملتے ہو جو تم مجھ سے تو ہر روز ہو عید

عید قربان سے غرض قربانی نفس ہے

فاقہ سے ہو خود غیر کی مہمانی کر　　　یارون کے لیے خون کو بھی پانی کر
ہے نفس کا مارنا خدا کو جو پسند　　　بکرون کی نکر نفس کی قربانی کر

معشوق کے ہاتھ سے مرنا بھی حیات ہے

اس بت کی محبت ہے خدا نے جو دی　　　نیکی ہے نظر مین میرے ہر اسکی بدی
وہ ذبح کرے ہاتھ سے اپنے جو محب　　　ہو جائے سب مجھے موت حیات ابدی

عشق مین مرنا بھی شہادت ہے

س جسم کو اس عمر کو کیا لیکے کرین　　　کیون گھر مین جہان کا مال بیکار بھرین

ہے پاک محبت مین شہادت مرنا　　پھر عشق مین اس یار کے ہم کیون نہ مرین

منہ چھپانا دلیل نفرت ہے

دیدار کی نے کاش نہ حسرت ہوتی　　یا ہین نظر اُسی کی صورت ہوتی
کیونکر ہو محب اسکی محبت کا یقین　　وہ منہ نہ چھپاتا جو محبت ہوتی

دور ہی کی ملاقات بہتر ہے

نے اپنی طرف ہے یار جو کچھ ہو وہ بس　　گرتے ہین مٹھائی پہ پٹرنے سی مگس
ملے رہین پڑے ہی سے سے گاہے ماہے　　بس اس سے زیادہ ہے محب حرص و ہوس

دیدار یار کا وعدہ حشر پہ موقوف ہے

کیا کیجیے محرومی قسمت کا گلہ　　پھل نخل محبت کا نہ ہم سے چکھا
یہ عمر تو سب ہجر کی سختی مین کٹی　　شاید وہ کرین حشر مین وعدہ کو وفا

عشق حقیقی کو عفت اور عصمت لازم ہے

عاشق مین محب دیکھ کمال عصمت　　اوباش مین پائی نہین جاتی عفت
وحشی سے بھی بدتر ہین غرض کے انسان　　ہوتی نہین جو پاؤن مین باہم الفت

عشق و محبت انسانون مین ہوتا ہے نہ کہ بوالہوسون اور حیوانون مین

اوباش کی اک یار سے الفت معلوم　　بھونرے کی کسی گل سے محبت معلوم
پوچھے کوئی عاشق سے محبت کے مزے　　حیوان کو نہین عشق کی لذت معلوم

جو مراد دنیا مین بر نہین آتی وہ آخرت مین ملتی ہے

وہ دل سے تو نزدیک ہے گو جسم سے دور　　اسکی مئے الفت سے ہین دائم مخمور
دنیا مین نہین تو آخرت مین تو ضرور　　ہو جائینگے ہم وصل سے اسکے مسرور

عاشق کے دل سے کسی ناامیدی مین بھی تمنائے وصال نہین جاتی

دنیا مین تو ممکن نہین ملنا تیرا　　عقبےٰ کی امیدون پہ بھروسہ ہے کیا

سیر بھی ہے پھر دلمین تمنائے وصال　　تو ہو نہین سکتی ہے کبھی گم یہ حد

معشوق خیالی معشوق جسمانی سے بہتر ہے

نیا مین ہو وصل تو پیروا کیا ہے　　تو لین ہے پھر اور تمنا کیا ہے

معشوق مجسم سے خیالی بہتر　　ہے لطف لطافت مین کثافت کیا ہے

تصور یار تغیرات جسمانی سے محفوظ ہے

ہے مادہ اصل تو خیال عالی ہے　　وہ حسن تو یہ حجاب حالی سے ہے

ہے جسم کثیف یار غیر کے لیے　　معشوق تغیر سے مرا خالی ہے

جوانی کا تقویٰ پیری مین بہت کام آتا ہے

کیا جلد شباب اہل ہوس کھوتے ہین　　تا مرگ یہ صحت کے لیے روتے ہین

ہوتے ہین جوانی مین جو تقوے سے ضعیف　　پیری مین وہی مرد جوان ہوتے ہین

عیش و آرام سے دماغی قوتین گھٹتی ہین۔

کیا علم و عمل مین ہے سرور و لذت　　قربان ہے سب اس پہ جہان کی دولت

یہ ہین کہ اسے بڑھتے ہین قواے باطن　　گھٹتی ہے تعیش سے دماغی قوت

عشق حقیقی مین کوئی غرض شامل نہین ہوتی

اس شوخ سے بے وجہ محبت کیون ہے　　یہ جوش یہ ولولہ یہ وحشت کیون ہے

دشوار ہے جہان مین اس کا ملنا معلوم　　پھر اس پہ یہ انتہا کی الفت کیون ہے

عشق حقیقی کبھی دل سے دور نہین ہوسکتا

مٹی مین ملے جسم کہ آتش مین جلے　　یا سوزِ غم ہجر سے رہ رہ کے گلے

تجھ سے کبھی چھپ کے ملے یا نہ ملے　　ممکن نہین دل سے تری الفت نکلے

سوزشِ عشق

افسوس ہے کیون پاس ترے ہم بیٹھے　　دل دیکے تجھے گھر مین بہ صد غم بیٹھے

اُٹھے تو اُٹھا درد ہوئی گھبراہٹ — بیٹھے بھی تو نا دیدہ یہ ہم بیٹھے

خدا وند تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہین

یارب کوئی اس عشق کا انجام بھی ہے — سمجھا کوئی اس دہر مین ناکام بھی ہے

ہوتا نہیں قدرت کا کوئی فعل عبث — ساقی ہے جہان وہان مئے و جام بھی ہے

جو کچھ دیا جاتا ہے وہ میری لیاقت سے بڑھکر ہے

اس شوخ کی الفت کے مین لائق تو نہین — غیرون سے کسی بات مین فائق تو نہین

پھر ایسے کرم اُسکا رب ہے قدرت حق — حسرت مری فطرت کے مطابق تو نہین

بوڑھاپے کا عشق

اس دل کو کرون کیا نہین سنتا میری — کیا رنج مین حالت ہے خدایا میری

کہتا ہون کہ بے جوڑ محبت غم ہے — وہ حور جوان کمر خمیدہ میری

جوانون اور بوڑھون کا عشق بے نتیجہ ہے

ناجنس یہ مرتے ہین یہ الفت کیا ہے — پیری مین جوانون سے محبت کیا ہے

عاشق تو ہوئے ہین کچھ خبر بھی ہے — پہلو سے کمان کے تیر کو نفرت کیا ہے

جوان عورت کے ساتھ شادی کرنا پیری مین خطرناک ہے

اس شوخ کے وصل کی تمنا بھی نہ کر — حسرت مین تمام عمر گھل گھل کے مر

آتے نہیں پہلو مین ضعیفون کے جوان — بیوی ہے کہین اور تو گھر مین شوہر

جوانون اور بوڑھون کی ملاقات بے لطف ہے

ہم عمر سے دل لگی بہت ہوتی ہے — صحبت کی خوشی دلون سے غم دھوتی ہے

بوڑھون کی جوانون کی ملاقات عجب — دل سے ہوس عیش نہین کھوتی ہے

رقیبون کا رشک اور شکایت ملاقات

ملتے ہین رقیب دور جا کر تم سے — ہم گھر مین پڑے مرتے ہین درد و غم سے

غیروںکو تو دیتے ہو ہزاروں ہو قعے ‏ شاید کہ قیامت میں ملوگے ہم سے

چھپا چوری یاروں سے ملنا

وہ پاس سے یہ کیکر جو گزر جاتا ہے ‏ معلوم ہے ہکو وہ جدھر جاتا ہے
بے شک ہے رقیب سے جو وعدہ ٹھہرا ‏ ٹھہرا کے ہمیں آپ ادھر جاتا ہے

مسئلہ وحدت الوجود

ہر رنگ میں اُس شوخ کو دیکھا ہم نے ‏ ہر برگ سے علم اسی کا سیکھا ہم نے
ظاہر میں ہمیں یہ عاشق و معشوق و رقیب ‏ دیکھا جو ہمیں خدا ہی سمجھا ہم نے

عالم کے تمام افعال اور صفات خدا کے ہیں

پیتا ہے کوئی اور پلاتا ہے کوئی ‏ کھاتا ہے کوئی خود نہ کھلاتا ہے کوئی
افعال و صفات سب خدا کے ہیں عجب ‏ دیتا ہے کوئی اور نہ دلاتا ہے کوئی

معشوق موہنی صورت کی تعریف

کیا موہنی صورت ہے ادا پیاری ہے ‏ آنکھوں میں مے عشق کی سرشاری ہے
کچھ ہمیں ہمیں تجھ پہ ہیں عاشق تنہا ‏ ہر شخص کو تیری ہی طلبگاری ہے

حسن صورت

وہ چشم سیہ مست وادا مستانہ ‏ وہ حسن کہ جسپر ہے جہان پروانہ
چہرہ جو پری کا تو قیامت قامت ‏ پھر کیوں نہ ہو ہر شخص ترا دیوانہ

حسن بے پردہ قیامت ہے

بے پردہ جو نکلے گا قیامت ہوگی ‏ سب کو ترے دیکھنے کی حسرت ہوگی
ٹہلے گا سٹرک پر جو سر شام کبھی ‏ پروانوں کی گرد شمع کثرت ہوگی

معشوق خدا کی عین صورت ہے

صد شکر کہ یار باوفا پایا ہے ‏ بندے میں چھپا ہوا خدا پایا ہے

یہ سب جو ملا ملا کرم سے تیرے ۔۔۔ درتے نے عجب مہر لگایا ہے

خدا اور بندے کے درمیان دوئی کا پردہ حائل ہے

یہ جذبۂ دل کھینچ اُسے لائے گا ۔۔۔ گر وہ ہے خدا تو آپ خود آئے گا
مایوس نہ ہو یار کے چھپنے سے محب ۔۔۔ پردہ بھی یہ درمیان سے اٹھ جائے گا

عاشق کی مراد وصال ہے اور معشوق کی مراد جور و جفا ہے

معشوق کو ہر جور و جفا زیبا ہے ۔۔۔ عاشق کو اگر صبر و رضا زیبا ہے
آئے نہ کبھی لب پہ شکایت اسکی ۔۔۔ تمکو تو محب مہر و وفا زیبا ہے

عشق بے اختیاری ہے کسی کے ارادے سے نہیں ہوتا

دکھلا کے مجھے ایک جھلک مارا ہے ۔۔۔ تن خار جگر بھی گل صد پارا ہے
مجبور ہے انسان خدا ہے قادر ۔۔۔ بجلی جو گرے دل پہ تو کیا چارا ہے

وحدت الوجود

تو ہی تو ہے معشوق تو ہی عاشق ہے ۔۔۔ زاہد ہے تو ہی اور تو ہی فاسق ہے
پہچانتے ہیں عارف کامل تجھکو ۔۔۔ سامع ہے تو ہی اور تو ہی ناطق ہے

نمائش اور شہرت وبال جان ہیں

یہ حسن یہ عزت یہ زر و مال و مکان ۔۔۔ ہیں باعث تکلیف و غم و درد جہان
ہو جائے گا صید تو نمائش سے کبھی ۔۔۔ طاؤس کے پر ہی تو ہیں دشمن جان

ہو الاول ہو الآخر

دانہ میں درخت تھا رہین کے اندر ۔۔۔ پھر پردۂ باطن سے وہ آیا باہر
ظاہر سے وہ باطن کو جو رُخ کرتا ہے ۔۔۔ جاتا ہے سما تخم میں پھر آپ شجر

عشق کچھ جوانی ہی پر موقوف نہیں

بوڑھوں میں جوانوں کا ہمیں عشق ہے کیا ۔۔۔ اسکی بھی تو ملتی ہیں نظیریں صدہا

پیری و جوانی تو عوارض ہین محب دل جس سے ملے ہے وہی ہم جنس اپنا

تسلیم و رضا سب سے اعلی مقام ہے

بیداد ہی نہی ہے قاتل تیری ہوتی نہین زخمون سے مجھے بھی سیری

آتا ہے جو رنج مین سمجھتا ہون خوشی تیری جو رضا وہی ہے مرضی میری

محبت اور نفرت ان دونون کششون پر عالم کا وجود ہے

دل اہل محبت پہ فدا کیجئے آپ نفرت جو کسی سے ہو تو رہیئے چپ چاپ

ہین نفرت و الفت کے لوازم یہ محب نفرت سے علیحدگی محبت سے ملاپ

خلقت آدم علی صورتی

غفلت مین ہے کیا جہل کا پردہ تو اٹھا اور اپنی حقیقت سے بھی واقف ہو ذرا

تو ڈھونڈتا ہے کسکو فلک پر جا کر انسان کی شکل مین زمین پر ہے خدا

محبت تو جمال اور نفرت جلال ہے اور یہ دونون ہاتھ خدا کے اس عالم مین کام کر رہے ہین ۔

ظلمت ہے اگر قہر تو ہے مہر بھی نور ہے رنج عداوت مین تو الفت مین سرور

خالق جو محبت ہے تو نفرت مہلک ہر جا انہین دونو کا ہے عالم مین ظہور

عاشق معشوق کا بندہ ہے

غیرون کو جو جی چاہے تو سب گھر دیجے مختار ہین آپ دل جو چاہے کیجے

مین بندہ ہون بندگی مجھے لازم ہے جو کام کسی سے نہ ہو مجھ سے لیجے

ظہور ارادی کے بغیر محبت نہین ہوتی۔

الفت کا ہر اک راز بتایا تھا مجھے یا تون ہی مین دیوانہ بنایا تھا مجھے

ملنا جو نہ تھا آپ کو منظور تو پھر کیون چہرۂ پرنور دکھایا تھا مجھے

معشوق عاشق ہی سے زیادہ پردہ کرتا ہے

بے درد ہے وہ اسکو مروت کیا ہے ۔ باتین ہین فقط دل مین محبت کیا ہے
مجھ سے تو چھپین پیر سے جو جا کے ملین ۔ الفت ہے اگر یہ تو عداوت کیا ہے

عاشق کو معشوق کی یاد کبھی نہین بھولتی

محرومی قسمت سے بہکتا ہے کبھی ۔ امید وصال سے چہکتا ہے کبھی
سوتے مین بھی رہتا ہے اُسی گل کا خیال ۔ دل یاد سے اُسکے نہین تھکتا ہے کبھی

عاشق کو معشوق کی یاد سے ایک خاص لذت حاصل ہوتی ہے

ہر دم ہے دعا یہی کہ تو شاد رہے ۔ ہر رنج و بلا و غم سے آزاد رہے
تو مجھکو جو بھولے تو نہین اسکا گلا ۔ جب تک ہے یہ دل دل مین تری یاد رہے

کبھی کمزور زور آور پر غالب آتا ہے

ہے گرچہ خداداد یہ سب فتح و ظفر ۔ آتے ہین بہت کام مگر علم و ہنر
جاپان نہ کیون روس پہ غالب آئے ۔ ہے حب وطن کا جوش اُسمین بڑھکر

رعایا کی خوشنودی سلطنت کی مضبوطی ہے

کیا روس کو فوجون سے کوئی قوت ہے ۔ ناراض رعایا ہے تو کم طاقت ہے
جاپان سے خوش ہے جو رعایا اُسکی ۔ اُس ملک کو لشکر کی نہین حاجت ہے

خوشی اور رنج دونون خیالی چیزین ہین

ہے دوست کے ملنے کا کسیکو ارمان ۔ کوئی طلب جاہ مین ہے سرگردان
دونون کا حقیقت مین ہے مقصود خوشی ۔ اور رنج و خوشی دونون خیالی ہین یہان

عشق مال اور دولت سے بھی اعلی ہے

معشوق کی ہر بات مین پایا جو مزا ۔ لاکھون ہی کئے خرچ کہین وہ نہ ملا
دولت سے بھی حاصل نہ ہو جب یہ لذت ۔ پھر کیون نہ ہو عشق مال و زر سے اعلے

عید انہین کی ہے جو اپنے دوستون سے ملتے ہین

مدحت ازل سے کہین ہوتے ہین سعید ہے وصل کہان انکو میسر نہین دید
یہ عید بھی ہمکو تو محرم سے ہے عجب جو دوست سے ملتے ہین انہین کی ہے عید

یارون کی بے وفائی

گھر غیر کے جو جا کے اُسے شاد کیا اس خانۂ ویران کو نہ آباد کیا
کیا تجھسا گلا یہی تھا قسمت مین لکھا افسوس کہ تیری عمر کو برباد کیا

خدا کی محبت سچی اور خلق کی محبت باطل ہے

ہے عشق خدا سے مجھے کہ ہے جسکو بقا فانی کی محبت کا نتیجہ ہے فنا
ہر رنگ مین ہر جا وہی آتا ہے نظر ہوتا نہین معشوق مرا مجھسے جدا

بڑی آنکھون مین جب مروت نہین تو وہ ہرن کی آنکھون سے بھی بدتر ہین

اس شوخ مین افسوس محبت ہی نہیں ہمدردی عشاق کی عادت ہی نہین
آنکھین تو بڑی ہیں لیکن ان مین جب غور سے دیکھا تو مروت ہی نہین

حسینون کی محبت ناقابل اعتبار ہے

اس شوخ کی الفت کا یہ پھل ہمکو ملا شربت مین دیا اُس نے ہمیں زہر ملا
کھایا یہ حسینون کی محبت کا فریب سمجھے تھے جسے سیب وہ حنظل نکلا

ایک پاؤن نفس کے سر پر رکھ دوسرا پاؤن خود خدا کے گھر کے اندر ہوگا

روزے رکھے کہ جو کی روٹی کھائے یا گیر دے کیڑون کی بھڑک دکھلائے
سالک کے لیے نفس کشی ہے اوّل اس سانپ کو مارے تو خدا پائے

یہ موت بھی تو حیات ہے جو یہان سے مرتا ہے وہ عالم آخرت مین پیدا ہوتا ہے

روتا ہے عبث موت کے ہر دم ڈر سے جائے گا نکل اس قفس خوشتر سے
بچہ بھی تو روتا ہے غلط فہمی سے آتا ہے جو باہر شکم مادر سے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر کو بلحاظ امور خلافت فضیلت ہے

اسلام و شریعت کے ہی بانی ہیں — بعد انکے عمرؓ [illegible] ربانی ہیں
تکمیل رسالت و خلافت میں محب — بے مثل وہ ہیں اور یہ لاثانی ہیں

حضرت عمرؓ کا عدل بے مثل تھا

دنیا میں ہر کام کے افراد پیدا — لیکن نہ ہوا کوئی عمرؓ سا پیدا
ہر خلق کو اعتدال لازم ہے محب — تھے عدل مجسم آپ سر سے تا پا

ادنیٰ کو اعلیٰ کی محبت بھی ہوتی ہے اگرچہ معشوق کے وصال کے نالائق ہو

یہ بندۂ ناچیز کہاں اور وہ حور — پروانہ کہاں اور کہاں شعلۂ طور
معلوم ہے اُس شوخ سے ملنا لیکن — انسان محبت سے محب ہے مجبور

عشق اور عقل میں باہم تنافر کی نسبت ہے

ہوتا ہے جو انسان مئے عشق سے چور — رہتا ہے خیال دلربا میں مسرور
اس عشق و خرد میں کیا تنافر ہے محب — گر ایک وہ آجائے تو ہو جائے یہ دور

بدخلق آدمی سے تو حیوان بہتر ہے

ایمان سے واقف نہ صداقت کی خبر — پابند دیانت نہ امانت کا اثر
ظاہر میں تو کچھ اور ہیں باطن میں کچھ اور — ان آدمیوں سے تو یہ حیوان بہتر

جس قوم کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں وہ ہمیشہ پامال رہتی ہے

ہو جائیں اگر قوم کے اخلاق تباہ — دنیا میں ملے گی نہ کہیں اُسکو پناہ
پامال رہے گی پست ہو کر سر راہ — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بوڑھے اشخاص کا اکثر آسانی سے دم نکلتا ہے

اطفال کا مرتے ہیں تو دم اڑتا ہے — اسباب ہلاکت سے جوان لڑتا ہے
بوڑھوں کو ہو کیا نزعہ کی سختی کا خیال — پھل پکتے ہی خود آپ ٹپک پڑتا ہے

بے تجربہ کے انسان کی طبیعت معلوم نہیں ہوتی

انسان کی حیوان پہ شرافت معلوم
تعلیم کی اخلاق کی عزت معلوم
حیوان کی تو معلوم ہے انسان کی مگر
ہوتی نہیں سے تجربہ فطرت معلوم

انقلاب زمانہ کی بہار قابل دید ہے

کیا رنگ بدلتا ہے سب دور یہ دہر
ہے مہر کے آثار کبھی شدت قہر
ہے ظلمت و نور میں لڑائی دایم
آلودہ بخون روز نکلتا ہے مہر

عیدی بہ ذات افضل النسا خانم

اس باغ جہان میں رہو دایم خرم
ہر سال ہو تعلیم میں آگے ہی قدم
دیتا ہے محب یہی مبارکبادی
ہو عید مبارک تمھیں افضل خانم

آموں کی تعریف جنھیں میری شاگرد رشید افضل النسا خانم نے بھیجا تھا

بھیجا مجھے افضل النسا نے تحفہ
ہر آم میں تھا شہد بہشتی کا مزا
تھے زرد یہ آم سرخ کاغذ میں کہ تھے
خورشید صد دوست شفق میں یکجا

نامرادی بھی عین مراد ہے

ہے صبر و رضا خوے نہادی میری
دنیا کا غم و رنج ہے شادی میری
امید وصال خوف ہجران نہ رہا
بہتر ہے محب یہ نامرادی میری

بوڑھے سے نوجوان کی الفت قابل تعجب ہے

نوعمر سے ناجنس سے یاری کیسی
پیری میں محب چاہ تمہاری کیسی
اپنا نہ ہوا کبھی نہ ہوگا وہ شوخ
پھر وحشت دل یہ بیقراری کیسی

عاشق کو صورت دکھانا بھی ناجائز ہے

ناجنس پہ مرنے کا یہ دیکھا انجام
لینا نہ محبت کا محب بھولکے نام
جائز ہے کہ غیروں سے ملے خود جاکر
صورت بھی دکھانا ہے مگر ہمکو حرام

وفادار دوست کا ملنا بھی عجیب نعمت ہے

دلدار وفا شعار پایا ہے | اللہ مراد نامراد بر آیا ہے
مدت کی سعی و جہد و کوشش سے محب | صد شکر کسی اور پہ دل آیا ہے

معشوق بین ستوحی اور در . ح گوئی بھی ہوتی ہے

ہم نے بھی تو خوب آزمایا اُسکو | دمساز دروغ گو ہی پایا اُسکو
سمجھین نہ محب سنگدلی صد افسوس | رحم دل صد چاک دکھایا اُسکو

عشق کو بیقراری اور اضطراب لازم ہے

کہتے ہیں بہت دوست غمگساری دلکی | ہو جائے کسی سے کچھ تو یاری دا
کیا کیجیے کچھ بس نہین چلتا ہے محب | ہوتی نہین دور بیقراری دلکا

خدا ہر شخص کو اُسکی قابلیت کے لحاظ سے دیتا ہے

افلاس گدا کو تخت شاہی جم کو | حیوان کو حظوظ نفس عشق آدم
جو جسکے ہے قابل وہی ملتا ہے اُسے | دشمن کو وصال نامرادی ہم

معشوق کے جور و جفا ناگفتہ بہ ہین

صد . ل عاشق پہ جو گزرا گزرا | اب اُسکی شکایت سے محب فائدہ
غیرون کے لیے قتل کیا شیدا کو | دیکھی نہ فلک نے بھی کسی پر یہ جفا

کبھی ایک طرف سے تو محبت اور دوسری طرف سے نفرت ہوتی ہے

ہے دل مین مجھے یار سے الفت ویسی | مجنون کو لیلیٰ سے تھی چاہت جیسی
حیران ہون کہ اُسکو تو دلی نفرت ہے | پھر مجکو ہے کیون اُس سے محبت ایسی

بعض دوست دشمن سے بدتر ہوتے ہین

جو اہل محبت ہین دعا کرتے ہین | بے درد محب یہ بھی جفا کرتے ہ
اب نام نہ دوستی کا لینا ہرگز | یہ دوست ہی دشمن تو ہوا کرتے ہ

معشوق کے معرض مین نہ آنا چاہیئے

اس شوخ کے مقروض ہیں نہ آیا ہرگز　　دھوکا کوئی اور اب نہ کھانا ہرگز
قسمیں دے کر بھی وہ بلائے جو کبھی　　مرجاؤ مگر پاس نہ جانا ہرگز

عشق میں معشوق کی شکایات بیجا ہے

قائل ہیں کہے کے حکایت دل کی　　جو رنج سہے سب ہے عنایت دل کی
دل آپ پہ آیا یہ خطا اسکی ہے　　کرتے ہیں جو ہم وہ ہے شکایت دل کی

پیری کے عشق کا نتیجہ حسرت و یاس ہے

افسوس عبث دلکو لگایا ہم نے　　پھل نخل محبت کا نہ کھایا ہم نے
پیری میں ہوا عشق جوان کا صد حیف　　جز حسرت و یاس و غم نہ پایا ہم نے

اقتلوا انفسکم قرآن میں آیا ہے

کر ترک خوشی رنج کا چارہ ہے یہی　　خواہش کو مٹا غم سے کنارہ ہے یہی
کافر ہے یہ نفس اُسسے لازم ہے جہاد　　کفار کے قتل سے اشارہ ہے یہی

محبت کے لیے صورت و سیرت درکار نہیں

نہ شکل پہ دل آئے تو وہ بھی ہے بری　　محبوب کی اچھی ہی ہے سیرت بھی بری
لیکن نہ ہو جس دل میں محبت کا گزر +　　ڈھونڈے ہے وہی خوش خلقی و حسن قمری

محبت اتفاقی امر ہے کوشش اور صنعت کو اسمیں دخل نہیں

صد شکر ملی عشق کی مجکو دولت +　　یہ بھی ہے عطیہ سخائے فطرت
کوشش سے زر و مال سے ملتے ہیں حسین　　ملتی نہیں تدبیر سے سچی الفت

کمال عشق میں معشوق کا جلوہ ہر شے میں نظر آتا ہے

رہتا ہے تصور جو ترا آٹھ پہر　　مجکو نہیں کچھ حال کی اپنی ہی خبر
تو مجھ سے جو چھپتا ہے تو کیا اُس سے حصول　　آتا ہے مجھے تو ہی تو ہر شے میں نظر

مایوسی میں اُمید کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے

جو دل یہ گزرتا ہے گزر جائے گا ۔ بیمار یہ اک دن تو شفا پائے
امید یہ جیتے ہین ترے ملنے کی ۔ جاتا ہے گا خدا وقت بھی وہ آئے

عشق تمام امراض روحانی کا علاج ہے

گھبرا نہ تپ ہجر کی سختی سے ذرا ۔ الفت مین ہے بعد رنج راحت
ہے صحت کامل یہی بیماری عشق ۔ یہ درد ہے ہر درد و مصیبت کی د

معشوق کی محبت ہی سب نعمتون سے اعلیٰ ہے

سب ہے دہر مین کیا الفت جاناں کے سوا ۔ پوچھے دل عاشق سے کوئی اس کا م
صد شکر دیا خدا نے جو کچھ مانگا ۔ وہ جانتا ہے مجھے تو اور پھر جائیے ک

سب چیزون کی محبت سے خداوند تعالیٰ کی محبت افضل ہے

دولت کی اسیر حرص اُسے حشمت کا جنون ۔ اولاد پہ دوا ہوس ہے کوئی مفتون
جاتے ہین تا عمر یہ امراض مگر ۔ سودائے محبت ہے شفائے مجنون

خداوند تعالیٰ کی حب ذاتی پر اس عالم کی بنیاد ہے

تخلیق کی دیکھو تو محبت سے بنا ۔ ذرات کے ملنے سے ہے ہر ہر شے یہ
کیون عشق کو لازوال دولت نہ کہون ۔ عالم کی بنا ہے حب ذاتی مخ

عاقل آدمی اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے

اعمال کی میرے جو پڑھے کوئی کتاب ۔ پائے گا نہ وہ اس مین کہین حرف ثواب
سمجھا ہے مجھے جتنا بُرا اُس سے بھی ۔ مین تو ہون دو چند بلکہ سہ چند خراب

شکریہ تحفۂ میوہ مرسلہ افضل الشعرا حاتم شاگرد رشید

اللہ نے دی ہے جو انھین دولت و جاہ ۔ ہم پر بھی تو ہے مہر و محبت کی نگاہ
دل سے ہے محب کی یہ دعا شام و پگاہ ۔ افضل پہ رہے سایۂ افضال اله

تہنیت عید و شفائے مرض بہ نواب اکبر الملک بہادر کمشنر پولیس حیدرآباد دکن

ہے آپ سے راحت جو بہت عالم کو   شادی سے بدل دیا جدا سے غم کو
صد شکر ہوئی مرض سے صحت حاصل   اس عید کی وہ عید خوشی ہے ہم کو

شکریہ افضل النساء خانم

خربوزوں کا تربوزوں کا بھیجا تحفہ   کرتا ہے مرا ذائقہ شکریہ ادا
ہر پھل میں تھی آمیزش قندِ الفت   بھولوں گا نہ جنت میں بھی میں اسکا مزا

عشق حقیقی اور بوالہوسی میں فرق ہے

عشاق ترے حسن کے ہیں دیوانے   چگتے ہیں حریص مرغ ہر جا دانے
یہ شمع پہ گرتا ہے وہ شیرینی پہ   سوزِ دل پروانہ مگس کیا جانے

مُسَدّس

در تہنیت جشن سالگرہ اعلیحضرت بندگان عالی حضور پرنور ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ والی ریاست دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ

مرقومہ سنہ ۱۳۲۱ھ

شب تاریک مین پیدا ہوے آثار سحر — تخت سیلم یہ ہوا صدر نشین شاہ قمر
قلزم نور مین ظاہر ہوا موجون کا اثر — مطلع شرق ہوا چشمۂ آب گوہر
بحر انوار مین شب کے وہ شجر ڈوب گئے
چرخ پیرا انجم افلاک کے گھر ڈوب گئے

ہر طرف نور برسنے لگا مانند سحاب — فرش گوٹے کا نظر آتا تھا ہر چشمۂ آب
مچھلیان آب مین تھین آگ یہ تھا ایماب — جلوۂ مہر دکھا دیتے تھے اٹھ اٹھ کے حباب
تا لمس آب سے کیا آنکھ جھپک جاتی تھی
برق سان کوندتی ہر موج نظر آتی تھی

آبشارون مین تھا مقیش کے سہرے کا جال — برقعۂ نور مین مستور تھے اجسام جبال
گھاٹیان دور سے آتی تھین نظر بدر و ہلال — سنگ ریزون مین تھا خورشید درخشان کا جلال
کہکشان سلسلۂ کوہ نظر آتے تھے
نظم پروین کی جھلک سنگ دکھاتے تھے

باغ میں تھا شب مہتاب کا وہ عالم نور　　　رخ اشجار سے تھا صاف عیاں جلوۂ طور
سرو تھے باغ میں یا بزم میں شمع کافور　　　شاخ نازک نظر آتی تھی کہیں ساعد حور
حلۂ نور تھا ہر ایک شجر کے بر میں
مجمع حوروں کا تھا ہر جا محل اخضر میں

بقعۂ نور تھا اس باغ میں اک قصر جنان　　　در و دیوار سے تھا عکس رخ حور عیاں
قوت برق سے روشن تھی جو قندیل وہاں　　　سرے چاند کا ہر ایک کو ہوتا تھا گمان
آبرو ماہ کی نظروں سے گھٹی جاتی تھی
چاندنی شرم سے خود آپ کٹی جاتی تھی

جگمگاتا تھا مکان تھی وہ چراغوں کی ضیا　　　میز پر اور تھا کچھ چرخ چہارم کا سما
لیپ روشن تھے کہ تھا ماہ کا روشن چہرہ　　　کس قرینہ سے تھا اس میز پہ کھانوں کو چنا
میوے تھے عرق تھی ہر قسم کی شیرینی تھی
وہ نہ تھا جس میں کہ لے جز مٹی دینی تھی

میز کے گرد تھے سب انجم چرخ عزت　　　مہ و خورشید کے مانند تھی جنکی شہرت
مجلس علم و عمل کی ہوئی جن سے وقعت　　　جنکی افلاک سے بڑھ کر ہے زمین پر رفعت
شمس ہیں شاہ دکن اور یہ سب تارے ہیں
ایک ہی نظم ممالک کے یہ سیارے ہیں

آج اس باغ میں ہے جلسۂ میلاد حضور　　　بلبلیں شاد ہیں ہر گل ہے خوشی سے مسرور
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے صبا نشہ میں چور　　　مئے عشرت سے ہیں مدہوش درختوں پہ طیور
دم بدم یہ ہیں غنچوں کے چٹکنے کی صدا
بزم عشرت میں ہو آواز شکست مینا

ساقیا ہمکو بھی دے بھر کے آج شراب　　　طیش رنج سے سینہ میں ہے دل جلکے کباب

کیا لکھیں شعر کہ جب دل میں نہیں طاقت تاب　　گردش چرخ سے حالت ہوئی میری ہے خراب

گر کے پستی میں اب امید ذرا اٹھی ہے

ابر آیا ہے برستا وہ گھٹا اٹھی ہے

ساقیا دیر نکر آج ہے وہ فصل بہار　　کہ میں اور لکھیں مدحت شہ میں اشعار

گل مضمون وہ سے رنگ کے ہوں نہ تیار　　جنکے ہر رنگ میں پیدا ہوں نئے رنگ ہزار

چمن عبیر کی نکہت بھی یہ آنے لگے

اسی پھولوں کا کوئی ہار نہ گوندھا جائے

سخت مشکل ہے کہ اوصاف ہوں حضور کے بیاں　　جو بیاں لاکھ دہن میں ہے مگر ایک زبان

ہیں بہت وصف جو ہیں عام کی نظروں سے نہاں　　یہ بھی اک خلق ہے ہو ایسی بھلائی یہ عیاں

بہاری چھپتے ہیں نمایاں ہیں سبک سر اکثر

حس ہے پانی یہ تو دریا کی ہے تہ میں گوہر

وقت تھوڑا ہے مگر وصف ہیں حضرت کے کثیر　　بحر کوزے میں بھرا جائے کریں کیا تدبیر

یہی کافی ہے کہ کہدیجئے بے مثل و نظیر　　عدل و انصاف کی ہیں آپ مجسم تصویر

منحصر اب تو ہے اسلام کی وقعت ان پر

بعد فاروقؓ ہوئی ختم عدالت ان پر

عہد میں آپ کے کیا ملک دکن ہے خوشحال　　ہر جگہ امن ہے ہر جا ہے ترقی کا خیال

سر اٹھائے کوئی سرکش یہ نہیں اسکی مجال　　شیر نرغالہ سے ڈرتا ہے یہ ہے رعب جلال

خون زر منع بہانا ہے ہر اک فاسق کو

قتل معشوق بھی کرتے نہیں اب عاشق کو

عہد میں آپ کے بازار خیانت کا ہے سرد　　مال زوجہ کا بھی بے اذن کی چھوتا نہیں مرد

بے اجازت کوئی چوسر سے اٹھاتا نہیں نرد　　ڈر سے اب باد صبا بھی تو اڑاتی نہیں گرد

بند مٹھی مین ہے کیا وزد حنائی کا اثر
اور معشوق جوراتے نہین عاشق سے نظر

عہد مین آپکے تعلیم کا ہر جا ہے رواج — دولت علم کو کر لیتے ہین حاصل محتاج
وقف تعلیم رعایا کو ہے ہر سال خراج — حیدرآباد کو پھر کیون نہ ترقی ہو آج

درس لندن مین جو اولاد وطن پاتی ہے
جھولیان علم کی بھر بھر کے وہ لے آتی ہے

عہد مین آپ کے ہے قابل تعریف یہ بات — نہ کوئی فرق مذاہب نہ کوئی پرسش ذات
پست ہوتے ہین لیاقت سے رفیع الدرجات — اب تو تعلیم شرافت ہے جہالت ہے حماقت

راہ تعلیم نہین بند کوئی روک نہین
راستہ صاف ترقی کا ہے کچھ روک نہین

یا الٰہی رہے یہ شاہ دکن تا بہ ابد — اسکے ہر کام مین ہو شاہ ولایت کی مدد
دوست اسکے رہین خوش و خدایا بیحد — اور عدو کو نہ ملے اسکے امان تا بہ لحد

خاکسارون پہ رہے دست کرم انکا مدام
اور محب کا بھی کبھی ہاتھ سے لین ایسے سلام

سخن

فضائے گلشن فردوس ہے بہار سخن — ہے رنگ حور مجسم گل عذار سخن
محل ہے بلبل سدرہ وہ ہے ہزار سخن — بہشت کو ترو طوبےٰ ہے زیربار سخن

نیا ہو وقت گذرنے سے وہ کہن ہی یہی
خزان کا دخل نہین جس مین وہ چمن ہے یہی

یہ وہ شجر ہے کہ ہر فصل میں ہے اسپہ بہار — ہر ایک پھول میں جسکے نئے ہیں رنگ ہزار
ہزار جاں سے بلبل ہے اُن گلوں پہ نثار — مہک سے اِس کی ہے یہ باغ طبلۂ عطار

یہی وہ پھول ہیں پژمردگی نہیں جن میں
گلِ ارم سے بھی بڑھکر ہے تازگی اِن میں

بسا ہے گلشنِ عالم انہیں کی خوشبو سے — انہیں کی مدح کا دریا بہا لبِ جو سے
انہیں کی بو نکل آئی ہے نافۂ آہو سے — انہیں کے حسن سے جاتا ہے دل کبھی قابو سے

انہیں کی باغِ جہاں کو ہے آرزو باقی
ملیں جو خاک میں تو بھی ہے انکی بو باقی

بشر ہے جانِ جہاں اور سخن ہے جانِ بشر — زباں ہے تیغ دو دستاں سے بھی کاٹ ہے بڑھ کر
یہی ہے افسرِ والائے تمام دنیا پر — اسیکے زیرِ حکومت ہیں سب یہ بحر و بر

ہر ایک ملک میں رعبِ حسام بیٹھا ہے
دلوں پہ سکۂ اہلِ کلام بیٹھا ہے

یہ تیغ وہ ہے کہ جس میں ہے ذوالفقار کا کاٹ — اُتار دیتی ہے دم میں سروں کو ایک ہی گھاٹ
ہر ایک باب میں ہے قلزمِ فنا کا پاٹ — عدو کے خون کا دریا وہ دم میں جاتی ہے چاٹ

اسی کی ضرب سے ٹکڑے جبال ہوتے ہیں
اسی کے زخم نہیں اندمال ہوتے ہیں

ہزار فوج کی قوت ہے اک سخن میں نہاں — رجز کی دیکھئے تاثیر بر سرِ میداں
بنائے بزدل و نامرد کو یہ شیرِ ژیاں — اسی کے زور سے ہو سرنگوں بلند نشاں

ذرا سی بات سے مردوں میں جان آتی ہے
شکستہ فوج کی ہمت یہی بندھاتی ہے

یہی ہے بزم کی جان اور رزم کی رونق — خدا جو حق ہے تو اُسکا کلام ہے برحق

دیا تھا اُمّیِ برحق کو حق نے اس کا سبق　　اسی کے سننے سے مدّ باطلون کی منہ بھی فق

کہان وہ ظلمت اصنام اس مکان مین ہے
کلام پاک کی اب روشنی جہان مین ہے

سخن ہے معجزہ اس مین نہین کسی کو کلام　　یہ وحی حق ہے صحیفہ یہی یہی الہام
ہوئی ہین زندہ اسی سے مری ہوئی اقوام　　کیا ہے نعرۂ قم نے اسی کے حشر مدام

کلام حق سے ہوے پست آسمان یہ کھڑی
عرب کے مردۂ صد سالہ سُنکے چونک پڑے

سخن ہے زندہ جاوید انقلاب سے پاک　　اسی کا رنگ مٹا سکتے نہین کبھی افلاک
فروغ حسن کو آسکے نہین زوال سے پاک　　رہا دوام اسی کا شباب حیرت ناک

ہر ایک شے متغیر ہے اور فانی ہے
فقط سخن ہی مگر ایک جاودانی ہے

ہے موت اہل سخن کی حیات سے بہتر　　صدف فنا ہو تو ظاہر ہو آب و تاب گہر
مرے غزال تو مشک اسے ناف سے باہر　　ملے جو خاک مین دانہ تو ہو درخت و ثمر

صدائے گل ہو تو ہو نام بلبل شیدا
گلون کی روح جو نکلے تو عطر ہو پیدا

سخن ہے سحر نہین اور کچھ سخن کے سوا　　یہی ہے ٹوٹکا۔ جادو یہی یہی ہے دعا
بنائے گبر کو مومن یہی ہے وہ کلمہ　　ہے قصر دین محمدؐ کی یہ سخن ہی بنا

طلسم کفر و نفاق اس سے خاک ہوتا ہے
اسی کے فیض سے ناپاک پاک ہوتا ہے

نہین ہے قدر سخن کوئی اس زمانے مین　　تضیع وقت ہے اشعار کے سنانے مین
ہے قدر گو کوئی نااہل کو دکھانے مین　　نہین تمیز جنھین گوہر اور دانے مین

سخن کی قدر سخندان ماصفا جانے
بہائے گوہر نایاب مرغ کیا جانے

گہر کی طرح سے اہل سخن بھی ہیں کمیاب — دبے ہوئے کہیں مٹی میں ہیں در نایاب
وحید عصر ہیں ان کا نہیں جہاں میں جواب — نہاں ہیں چشم سے مانند مہر زیر سحاب
بہت ہی اہل سخن آپ کو چھپاتے ہیں
حزف کے ڈھیر میں ہیرے چمک ہی جاتے ہیں

سخن کی ہند میں اب تو ہے سرد بازاری — حزف کی قدر ہے گوہر کی ہر جگہ خواری
عوام فہم سخن سے ہیں مطلقاً عاری — خواص ہیں سے ہے تعصب کی سخت بیماری
صلہ کا ذکر ہے کیا داد بھی نہیں دیتے
سخنوروں کا کبھی نام بھی نہیں لیتے

ہر ایک فن کی ترقی ہے قدردانی پر — بغیر آب کے بڑھتا نہیں ہے کوئی شجر
مدین جو کھاد تسحر کو تو خاک لائے پھل — کریں جو صرف تو حاصل ہو خاک و سنگ سے زر
بڑے ریاض سے علم و ہنر نکلتے ہیں
زر کثیر سے لعل و گوہر نکلتے ہیں

سخن کی کان زمین دکن میں ہے پنہان — ملے ہوئے ہیں اسی خاک میں در غلطان
یہیں سے پائی ہے اردو زبان نے عزت و شان — یہیں سے نکلے گئے اردو میں اولا دیوان
یہیں سے شعر و سخن کا رواج نکلا تھا
ولی بھی ایک اسی کان زر کا ہیرا تھا

قصیدہ جشن جوبلی چہل سالہ عمر بست سالہ حکومت

اعلیٰحضرت بندگان عالی حضور پرنور سپہ سالار مظفر الممالک ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ

آج نکھرا ہے عجب لیلئ شب کا جوبن — کہکشاں مانگ ہے تاروں سے جبیں ہے روشن
مشتری زہرہ ہیں کانوں میں مثلِ دُرِّ عدن — حلقۂ انجمِ تاباں ہے گلے میں سمرن
یہ نہیں گنبدِ گردوں یہ تو است کی دمک
کالے برقع پہ ہے سلمے کے تاروں کی چمک

تہ تاریک میں کیا آج ہے تاروں کی بہار — گنبدِ چرخ دکھاتا ہے صفائے گلزار
ہر طرف کھیت چنبیلی کے ہیں بے حد و شمار — چاندنی کے ہیں ہر اک سمت فلک پر انبار
مشتری زہرہ سمن باغ کا دکھلاتے ہیں
آسماں پر گلِ مہتاب نظر آتے ہیں

ہیں مریخ فلک پہ گل لالہ ہے کھلا — مشتری نرگسِ شہلا کی دکھاتی ہے ادا
چشمۂ آب میں ہے پھول کنول کا زہرا — ہے زحل کا گلِ نارنج سے بھی حسن سوا
کیاریاں باغ کی ہیں گنبدِ مینا ہے کہاں
گچھے پھولوں کے ہیں یہ عقدِ ثریا ہے کہاں

ہے زمیں پر بھی کچھ اس رات عجب بزمِ فلک — قصرِ شاہی کے چراغوں میں ہے انجم کی چمک
گول لیمپوں میں نہیں ہے مہِ تاباں کی جھلک — اور ہے قمقمۂ برق میں تاروں کی دمک
ہانڈیاں سقف میں ہیں مہرِ درخشاں کی قطار

ہے یہ ربا کو نہیں لیل کو ہم آج بہار

ہر طرف آج زمین پر ہے عجب بارش نور
لگتے بادل کے نشانیں ہیں کہ ہیں شعلۂ طور

کالی گھنگھور گھٹائیں ہیں عزرنگ کا نور
تار باراں ہیں کہ مقیش کی ہے چلمن حور

تجھ تاب کی نظر آتی ہے بارش میں جھلک
اور ہے اختر تابندہ کی بوندوں میں چمک

عرق سے نور کے دریا میں رہیں کوہ و شجر
جلوۂ طور دکھاتا ہے ہر اک سنگ و حجر

سرخ پھول مشعلیں پتوں کی ہیں اندر بام
شمع ہر شاخ تو ہے سبز کا شعلہ گل تر

بارش نور کا پھیلا ہے سمندوں تک پانی
برگ و بار و شجر و شاخ ہیں سب نورانی

روشنی کا ہے عجب شہر میں ہر سمت سماں
بقعۂ نور چراغوں سے ہے ہر ایک مکاں

چار مینار سے ہے جلوہ مسعود عیاں
طور سینا سے بھی بڑھ چڑھ کے تجلی ہے یہاں

وحدہ میں طور کا جو شعلہ آتش آتا
دیکھتے حضرت موسیٰ تو وہیں غش آتا

قصر شاہی پہ عجب نور کی ہے جلوہ گری
در و دیوار میں آتا ہے نظر حسن پری

کارچوبی کی ہے چھت فرش پہ ہے کارزری
سقف میں ہیئت شمسی ہے کسی جا قمری

ہے یہی قصر کہ جو محلہ جسے کہتے ہیں
حضرت اقدس و اعلیٰ تو یہیں رہتے ہیں

آج جبلی کی ہے تقریب سجا ہے دربار
جمع ارکان ریاست ہیں بصد شان و وقار

بر میں ملبوس مہذب ہے سر پہ دستار
حسن اخلاق و تدبر کی ہے چہرہ پہ بہار

شمس میں شاہ دکن اور یہ تارے ہیں
ایک ہی برج شرافت کے یہ ستارے ہیں

جلوہ افروز سر بزم ہیں سلطان دکن — تخت زریں پہ ہے یا مہر فلک جلوہ فگن
رخ تاباں کی تجلی سے جہاں ہے روشن — مطلع شمس پہ ہے ارض دکن چشمک زن

رات کو مہر برآمد ہو عجب قدرت ہے
یہ سماں دیکھ کے افلاک کو بھی حیرت ہے

والی ملک دکن حضرت محبوب علی — بیسویں سال حکومت کی ہے جنکی جبلی
جن سے ہر فرد رعایا کو محبت ہے دلی — جن کے اخلاق کا مداح ہے ہر پیر و ولی

آج اس بزم میں خود آپ ہیں رونق افروز
عید نوروز سے عشرت میں ہے وہ عید نوروز

حسن صورت سے بھی بڑھ چڑھ کے ہے حسن سیرت — خلق احمد کی ہے آئینہ دل میں صورت
عدل میں آپ مجسم ہیں عمرؓ کی مورت — سر سے تا پا ہیں شجاعت میں علیؓ کی ہیئت

حلم و تدبیر میں صدیقؓ نظر آتے ہیں
خود عثمانؓ غنی آپ میں سب پاتے ہیں

قدردان سخن و قدر شناس جوہر — سرپرست علما حامی تعلیم و ہنر
عادل و باذل و بخشندۂ لعل و گوہر — دستگیر غربا اور رعایا پرور

یہ وہ سلطان ہے دیانت کا جو شیدائی ہے
راستی بازوں کی اسی عہد میں بن آئی ہے

مرتشی خائن و بدکار و جفا کار و لئیم — بھاگتے پھرتے ہیں دہشت سے سوئے نار جحیم
لینا رشوت کا یہاں تک ہے یہاں جرم عظیم — کہ اٹھی جاتی ہے دعوت کی بھی اب رسم قدیم

ہاں جو کھا کے امیناں دکن جیتے ہیں
گھر کا راتب کے مگر آب ہیں پیتے ہیں

حاکم افسر اعلے کی کہاں ہے یہ مجال — حق ماتحت کو بے بحث سے کرے جو پامال

عدل و انصاف کا ہر ایک کو رہتا ہے خیال کھینچتے رہتے ہین سب اہل قلم بال کی کھال
گرچہ ہر ایک یہان عدل میں لاثانی ہے
پھر بھی ہر بات کی تحقیق ہے مگرانی ہے

دور حضرت کا الٰہی رہے تا دور فلک اسکے اقبال مین ہو مہر درخشاں کی چمک
حیدرآباد مین ہو لندن و پیرس کی جھلک گل تہذیب کی ہر پھول میں پیدا ہو مہک
خوش بہبودی ہم ملک ہویدا اس میں
ہو محبت دولت و اقبال ہویدا اس مین

قصیدۂ نظامیہ در مدح اعلیحضرت بندگان عالی حضور پرنور نواب میر محبوب علیخان بہادر آصف جاہ نظام الملک والی ریاست حیدرآباد دکن

خورشید عدل وداد کی آمد دکن مین ہے پھیلی شعاع نور کی ضو انجمن میں ہے
آنکھوں مین نور تاب و توان ہر بدن مین ہے پھر آب و تاب تازہ بہار چمن میں ہے
خوش طرب سے چہرۂ گل لال لال ہین
ہے بلبلوں کو عید سحر بھی نہال ہین

تا شاہ دکن کے آنیکی ہر جا ہے دہوم دہام سڑکون کی دو نون طرف ہے خلقت کا ازدحام
ہے جا بجا پولس کے سوارون کا انتظام وہ مین کھڑی ہوئی ہین مسلح پے سلام
بجتا ہے بینڈ اور سلامی اترتی ہے
آواز توپ سقف فلک سے گزرتی ہے

حاضر پلیٹ فارم پہ ہیں سب معززین　　نواب ذی حشم ہیں کہیں راجگان کہیں
رکن رکین ملک کہیں حامیان دین　　ہر ایک سلطنت کی انگوٹھی کا ہے نگین
انجم ہیں گرد بیچ میں ماہ منیر ہے
صف بستہ فوج کاہکشاں کی نظیر ہے

چہرہ سے اس قمر کے نمایاں ہے سروری　　کیا تاب ہے فلک جو کرے اس کی ہمسری
مریخ منہ چھپائے جو دیکھے سپہ گری　　پڑتی ہے جسم شیر میں دہشت سے تھرتھری
ہر شکار کیلئے تفنگ اپنی گر بھرے
شیر فلک زمین پہ اسی کا پ کر گرے

اس رعب و داب پر ہے وہ رحم و کرم کی خو　　دشمن کا بھی نہیں وہ بہاتے کبھی لہو
کرتے ہیں اس طرح سے غریبوں کی جستجو　　جیسے نسیم ڈھونڈھتا پھرتا ہے آبجو
عنقا ہے وہ جو آب خاک کو ترستا ہے
باران فیض سب پہ برابر برستا ہے

آباد ملک اور رعایا ہے شادمان　　ظالم کو تحت ارض بھی ملتی نہیں امان
سنتے تھے نام عدل جہان میں مگر یہاں　　انسان کی شکل میں ہے وہ خود آپ حکمران
ہنگامہ ہے نہ شر ہے نہ کوئی فساد ہے
سب ملتوں میں ایک یہاں اتحاد ہے

محبوب خلق ہے مرا ممدوح لاکلام　　آصف کے نام نامی سے واقف ہیں خاص و عام
لے نام گر زبان سے تو شیریں ہو تلخ کام　　عظمت پکارتی ہے ادب کا ہے یہ مقام
ان کی وفا کا خط یہ ہماری جبین پہ ہے
کندہ انھیں کا نام تو دل کے نگین پہ ہے

ہر دم فلاح ملک کا اس شہ کو ہے خیال　　پیش نظر ہے خواب میں بھی مفلسوں کا حال

کاہیدہ جسم فکر سے ہے صورت ہلال — سیر و شکار بھی ہے ترقی کا ایک جال

مسطور تجربہ سفر بمبئی سے تھا
راحت سے کچھ غرض تھی نہ مطلب خوشی سے تھا

مقصد یہ تھا سفر سے کہ دیکھیں جہان کا رنگ — ہوتے ہیں کیا اصول تمدن کے رنگ ڈھنگ
گوشہ میں بیٹھے سے تو آتی ہیں ہی جنگ — جب کان سے نکلتا ہے ہوتا ہے لعل سنگ

اہل دول کو سیر و سیاحت ضرور ہے
آنا اسی سے چشم بصیرت میں نور ہے

ستان عربی میں سیاحت کا ہے رواج — مشہور ہے تمدن و دولت میں جس کا راج
لاکھوں ہی خرچ کر کے وہ آتے یہاں ہیں آج — ہے تجربہ مشاہدہ دنیا کا اک خراج

سیر و سفر سے دانش و تدبیر آتی ہے
بیٹھے رہیں جو گھر میں تو عقل اور جاتی ہے

سب جانتے ہیں سیر و سیاحت کا فائدہ — ہوتی ہے صاف جاتی ہے جب دور تک ہوا
گندا ہو آب گر یہ ہے ایک دن ذرا — ہے مہر و ماہ سا کوئی سیّاح دوسرا

گردش میں رات دن ہیں کہاں وہ حضر میں ہیں
دیکھو تو آسمان و زمین سب سفر میں ہیں

یہ بمبئی تو ہند کا لندن ہے آج کل — ہر چیز کے بنانے کی قایم یہاں ہیں کل
دولت کا اور صنعت و حرفت کا ہے محل — تعلیم علم اور ہے پھر علم پر عمل

پانی پہ ہیں جہاز ہوا ان بھی ہوا یہ ہے
خشکی تری کی سیر غرض ایک جا یہ ہے

دیکھے بچشم حضرت اقدس نے سب مقام — وہ بار بردہ بحر جہازوں کا وہ قیام
وہ مد و جزر اور وہ بندر کا اہتمام — وہ جا بجا محیط میں انسان کا انتظام

قبضہ مین ہر دو بحر ہین مالک ہوا کا ہے
انسان اس زمین پہ خلیفہ خدا کا ہے

وہ انتظام ملک وہ طرز معاشرت — وہ درسگاہ علم وہ قومی مجالست
وہ صنعت و تجارت و تہذیب عافیت — وہ اسپتال اور یتیمون کی منزلت
ان سب مفید کامون کو حضرت نے دیکھا ہے
نایکیون کو چشم بصیرت سے دیکھا ہے

اللہ رے وسعت نظر آسمان جناب — ذرون مین دیکھتے ہین وہ تنویر آفتاب
عالم ہے انکے سامنے فطرت کی اک کتاب — کرتے ہین اس سے کام کی باتین وہ انتخاب
سیر و سفر جہان کے شایان انہین کو ہین
مشکل ہین جو علوم وہ آسان انہین کو ہین

ہے یہ دعا کہ حضرت اقدس رہین مدام — جب تک کہ نظم عالم ہستی کا ہے قیام
ہون فیضیاب تجربون سے آپکے غلام — تعلیم و تربیت کا ہو ہر جا رواج عام
گل وہ کھلین کہ بلبلین شادی سے پھول جائین
باغ دکن کو دیکھ کے جنت کو بھول جائین

قایم کلبین ہون شہر مین لندن کا ہو سماں — جاری ہر ایک فن کے مدارس بھی ہون یہان
قایل یہان کی صنعت و حرفت کا ہو جہان — ہو ذکر و شغل علم سے معمور ہر مکان
دولت ہو اتفاق بھی ہو علم و فن بھی ہو
دل مین ہر ایک شخص کے حب وطن بھی ہو

حضرت کو اپنے ملک کا ہر وقت ہے خیال — اب دیکھنا تجارب عالی کا بھی کمال
ہوئے گا اس سفر کا کوئی نیک ہی مآل — جو دے رہے ہین ہم کو خبر واقعات حال
پھر سے خدا نے ملک کی آسودگی کی دن

غائب ہوئے وہ حرج کے بیہودگی کے دن

لیکن ابھی ہے قوم کی حالت بہت خراب — امراض ضعف اور بدن میں ہیں بے شمار

حاذق طبیب نے نبض کو بھی دیدیئے جواب — ہاں کچھ کھلا ہوا ہے دعا کا بس ایک باب

ہوگی شفا جناب کی کچھ التفات سے

وابستہ اب امید ہے حضرت کی ذات سے

مہلک مرض میں سستی و غفلت کی عادتیں — کرتی ہیں سیم و زر کو بھی مٹی یہ خصلتیں

بدتر ہیں ڈاکوؤں سے بھی کاہل طبیعتیں — جن کے سبب سے ملک پہ آتی ہیں آفتیں

نام کرم جہاں میں سب کو عزیز ہے

بے جا کرم میں ظلم میں مشکل تمیز ہے

اللہ ہے کریم تو قہار بھی تو ہے — ہے بردبار اور وہ جبار بھی تو ہے

فردوس کے مقابلہ میں نار بھی تو ہے — انعام ہے ادھر تو ادھر مار بھی تو ہے

پرداز مہر و قہر کے ہوں پر تلے ہوئے

میزان عدل میں ہوں برابر تلے ہوئے

ہو باغبان اگر کہیں خاروں پہ مہربان — ہو خار زار اس کے ترحم سے گلستاں

گل کا پتہ کہیں ہو نہ غنچہ کا ہو نشان — بلبل کے آشیانہ میں ہو زاغ کا مکاں

بن موذیوں کا رشک جہان بوستان ہو

ویران ہو چلے قوم کا پھر آشیاں ہو

جراح کاٹ دیتا ہے سڑتا ہے عضو جب — بیجا کرے جو رحم تو سڑ جائے جسم سب

قاتل پہ رحم کرنا ہے عادل بتاؤ کب — شاخوں کو کاٹ دیتے ہیں سڑتے ہیں جب

انجام گر بھلا ہے تو ہر قہر مہر ہے

حسن نتیجہ بد ہے محبت وہ زہر ہے

بے جا سفارشیں ہیں تو بے جا رعایتیں | ہر کام میں ہیں اپنی ہی ملحوظ غایتیں
ہر چیز کے اُنہوں ہی پہ ہیں ساری عنایتیں | ان فائدوں پہ اور غضب ہیں خیانتیں

ظالم ہیں اور بانیٔ جور و ستم بھی ہیں
طرّہ ہے یہ کہ قابلِ رحم و کرم بھی ہیں

ہاں قابلِ کرم ہیں وہ اشخاص خوشخصال | رکھتے ہیں جو دیانت و ایمان میں بھی کمال
ہر دم جنہیں رفاہِ خلائق کا ہے خیال | کھاتے نہیں حرام کی روٹی بجز حلال

تازہ بہارِ گلشنِ عالم انہیں سے ہے
ہر ملک کی ترقی بہم انہیں سے ہے

بے کار مفت خوروں کی ہے پرورش جہاں | بڑھتی ہے زور مفلسی و کاہلی وہاں
ہوتا ہے کاہلی سے تو ویران ہر مکاں | ہے محنتوں سے دشت و بیابان بھی بوستاں

سمجھیں تو مسئلہ یہ ذرا بھی ادق نہیں
اہلِ جہاں پہ کاہلوں کا کوئی حق نہیں

لیکن ہے فرض قوم پہ ان کی معاونت | رکھتے ہیں جن سے چرخ زمین سے مخالفت
بے دست و پا ہیں اور ہیں سب لائقِ اعانت | اہلِ جہاں کو ان پہ نہیں کوئی عاطفت

قسمت عدو ہے اور مخالف زمانہ ہے
رہنے کو ہے مکان نہ کھانے کو دانہ ہے

لیکن بڑا سخاوتِ بے جا کا ہے ضرر | رہتے ہیں مفت مال سے انسان بے ہنر
ہوتے نہیں ہیں کسبِ معیشت سے بہرہ ور | آخر کو بار ہوتے ہیں وہ ملک و قوم پر

محنت سے کچھ غرض نہیں ہے شغل نوم کا
ہر وقت چوستے ہیں لہو جسمِ قوم کا

پھیلا ہوا ہے زہر خوشامد کا جا بجا | ہے چاپلوس واقعی مکّار و بے وفا

بس ہو چکی رذالت انسان کی انتہا — رکھدیں قدم پہ سر جو ہوا دنی سا فائدہ
وہ نفس کی شرافت و عزت کدھر گئی
شرم و حیا ہی قوم سے اب کوچ کر گئی

آتی ہیں جوش امیروں کو یہ چاپلوسیاں — کرتے ہیں چاپلوسوں پہ کیا مہربانیاں
ہوتی ہیں زور ان کی بڑی میہمانیاں — خلعت میں زر پاتے ہیں یہ چبادانیاں
لاکھوں فتوح کے کھلے ان پہ باب ہیں
ہر کام میں یہی تو فقط کامیاب ہیں

لیکن نہیں ہے قوم میں سچوں کی کوئی قدر — پھر کیوں نہ ہو ہلال وہ گھٹ کر مثال بدر
زیبا ہے اس کے واسطے ہر جا مقام صدر — افسوس ہے کہ صدر نشین ہوں جو اہل غدر
چھوٹوں کو حسن عروج یہ جود آسمان دے
پھر کیا غرض ہے کوئی صداقت پہ جاں دے

بڑھتے ہیں قدر دانیوں سے قوم میں ہنر — ہوتے ہیں پھر کمال کے مہتاب جلوہ گر
روشن ہر ایک مکان کا ہوتا ہے بام و در — ہوتے بروج شمس ہیں تاریکیوں سے کھو
مٹی ہے زر تو لعل بھی پتھر ہے کان میں
ہے آفتاب علم کی رونق جہاں میں

امید ہے کہ حضرت اقدس فلک کا ب — اصلاح قوم و ملک میں ہوئینگے کامیاب
ہوئے گا ایک لحت جہالت کا سد باب — جاہل رہیں گے تا بہ ابد مورد عتاب
پستی قوم آپ ہی خود دور ہوئے گی
ظلمت شعاع عدل سے کافور ہوئے گی

بدخلقیوں کی آئی ہے ان پر بلائے سخت — اصلاح قوم میں ہے مصروف تاج و تخت
اُترے ریا و زور کا مضمون سے اُنکے رخت — تائید جہل و کذب کی ہرگز کرے نہ بخت

زیر علاج دم کا ہر اک مرض ہے
مقہور اور دور ہر اک خود غرض ہے

جب تک نظام شمس کا بارب رہے قیام　　جب تک کہ گرد شمس ہوں سیارے خوش خرام
اطراف ارض ماہ ہو جب تک کہ تیز گام　　جب تک کہ ہو رہے یہ مخلوق یہ تمام
اقبال و جاہ حضرت اقدس بلند ہو
اس آفتاب دیں کی تجلی دوچند ہو

دربن میں ہو یہاں کے مہ و مہر کی چمک　　علم و عمل کی سب یہ دکھائیں چمک دمک
پھولوں میں اس چمن کے ہو تہذیب کی مہک　　رکھیں یہ یاد تا بہ ابد شاہ کا نمک
عاشق ہزار جان سے حب وطن پہ ہوں
قربان محب یہ جان سے شاہ دکن پہ ہوں

تارک الدنیا

جلوۂ قدرت خلاق ہے جنگل کا سماں　　رفعت کوہ سے ہے عظمت معبود عیاں
تہ بہ تہ سنگ میں حکمت کے ہیں اسرار نہاں　　چشم بینا میں ہر اک ذرہ ہے مہر تاباں
آنکھ بے علم و ہنر کور ہے نابینا ہے
دل جو ہو صاف تو پھر سنگ بھی آئینا ہے

لب دریا ہے کہستان کا اک کوہ بلند　　جسکی چوٹی پہ پہنچتے ہیں بصد رنج پرند
قصد چڑھنے کا جو کرتے ہیں کبھی اس پہ چرند　　تھک کے ہر گام پہ گرتے ہیں اٹھاتے ہیں گزند
اس بلندی پہ تو انسان کا گزر مشکل ہے
گر گزر بھی ہو تو پھر اس پہ بسر مشکل ہے

ہے تعجب کہ سر کوہ ہے اک مور و مکان — مسکن راحت و آسودگی و امن و امان
رنج و تکلیف تمدن کا نہیں جس میں نشان — قدرتی لطف و مسرت کا ہے یہ سمت سماں
فرش محل نہیں مہیا نہیں گلفام نہیں
اور سے کار تکلف کا یہاں نام نہیں

قصر شاہی سے بھی بہتر ہے یہ کنج عزلت — ڈر تعمیر کا نہ افواج عدو کی دہشت
پاسبانوں کی نہ دربانوں کی کوئی حاجت — غیر کی روک نہ لینے سے حیال کلفت
اس ملمعی یہ دنائت کا اثر مشکل ہے
حسد و بغض و عداوت کا گزر مشکل ہے

گوشہ امن میں بیٹھا ہے وہاں اک جوان — مردم چشم میں جس طرح بصارت ہو نہاں
رخ سے مایوسی و حسرت کے ہیں آثار عیاں — زرد چہرہ ہے بدن میں بھی نہیں تاب و تواں
اس نے دنیا کی ہر اک چیز سے منہ موڑا ہے
غم نے اس پر بھی مگر دل کو نہیں چھوڑا ہے

ہاں اس تارک دنیا کا ہے انوار ہی — عزلت و زہد سے مشہور ہے لوگوں میں ولی
اس کو ہمدردی انسان سے محبت کلی — ہے یہ دنیا جو کہیں اسکو سعید ازلی
مبدء فیض نے سب کچھ اسے نعمت دی ہے
صفت رحم و کرم اسکو عنایت کی ہے

ہاتھ آئی تھی بزرگوں کی جو اسکو دولت — جانتا ہی نہ تھا دنیا کی کوئی وہ زحمت
عہد طفلی سے تھی اخلاق کی اسکے شہرت — خاطر و رحم و تواضع کی تھی اسکی عادت
بذل و احساں سے وہ ہر شخص سے پیش آتا تھا
در سے سائل کبھی محروم نہیں جاتا تھا

جان سے مال سے ہر شخص کے کام آتا تھا — اہل حاجت کی بہت حاجتیں بر لاتا تھا

آپ بھی دیتا تھا اوروں سے بھی دلواتا تھا
اپنے احسان یہ جو آپ ہی شرماتا تھا
چھپکے محتاج شریفوں کو یہ زر دیتا تھا
دور افلاس کو دم بھر میں یہ کر دیتا تھا

چند ہی سال میں جو کچھ تھا لٹا ڈالا اسے
آ کے مفلس و قلاش بنایا اس سے
خلق بیجا کا اثر سب کو دکھایا اسے
اس کرم پر بھی کوئی دوست نہ پایا اس نے
زر جو تھا پاس تو ہر شخص تھا طالب اسکا
جان نکلی تو یہی ہو گیا قالب اسکا

غربت آتے ہی ہوئے دوست بھی اسکے ہوا
ایسے بیگانے سمجھنے لگے سب اسکو برا
منہ چھپانے لگے راہوں میں جلیس و رفقا
مفلسی آئی تو بھائی بھی ہوئے اس سے خفا
منزلت اسکی نگاہوں سے گری جاتی تھی
ہر طرف ذلت و تحقیر نظر آتی تھی

پوچھتا ہی نہ تھا آکر کوئی حال مغموم
جسکی غمخواری و الفت کی کسی وقت تھی دھوم
دل میں کہتا تھا وہ رو رو کے کہ دنیا ہے یہ شوم
اب حقیقت ہوئی ان اہل غرض کی معلوم
ایسے مطلب کے ہیں یا لطف و عطا کے بندے
بندۂ زر ہیں یہیں نہ تو خدا کے بندے

ان کا معبود حقیقی ہے جہاں میں دولت
ان کی تہذیب و تمدن سے ہے بہتر وحشت
اور حیوانوں سے انساں کی ہے بدتر فطرت
قتل و خون بغض و عداوت ہے انہی کی عادت
یہ ہوتا تو جرائم بھی نہ پائے جاتے
کوہ ہرگز نہ مصیبت کے اٹھائے جاتے

درد انسان ہے نہ ہیں یہ محبت آئین
بے غرض رحم و کرم کی نہیں عادت انہیں
نفس انساں کی نہیں کوئی شرافت ان میں
چاپلوسی ہے خوشامد ہے لجاجت ان میں

بے غرض سر تواضع کا یہ در رکھتے ہین
اپنے مطلب کے لیے پاؤن پہ سر رکھتے ہیں

آدمی سے جہاں دنیا میں کوئی بڑھ کے خراب　　دونون عالم مین نہیں اسکی شرارت کا جواب
حوت ست است بشتون کا ہے نرآب　　دیو کی اسکے مقابل مین ہے کیا طاقت و تاب
ہے بنا ظلم کی ایجاد دعا کی اس سے
میق مین جان ہے مخلوق خدا کی اس سے

یہ نہ ہوتا تو نہ ہوتے یہ کہین جور و ستم　　قتل ہوتا نہ کہین خون نہ لٹنے کا الم
ڈاکے پڑتے نہ کہیں جنگ مین لڑتی نہ ہم　　ذبح ہوتی نہ کہین اور نہ بے کار حشم
زر کے لالچ سے نہ ملکون پہ چڑھائی ہوتی
دست انساں سے نہ انسان کی صفائی ہوتی

اس سے بڑھکر کوئی دنیا مین نہین ہے سفاک　　ہم مین اللہ کی جانونکو یہ کرتا ہے ہلاک
ظلم سے اسکے لرزتے ہین زمین و افلاک　　فتنہ و شر مین نہین کوئی بھی اس سا چالاک
اپنے ہم جنس سے بھی باز نہین آتا ہے
اور حیوانون کو یہ مار کے کھا جاتا ہے

ایسی فطرت پہ تو مخلوق خدا ہے قایم　　یہ بدلتا ہے مگر اپنی طبیعت دائم
پینے کھانے کا کبھی شوق کبھی ہے صایم　　حرص و لباس حرام یہ کبھی ہے نادم
سیرت بد مین کبھی دیو سے بھی بدتر ہے
خلق مین گاہ فرشتہ سے بھی یہ بڑھ کر ہے

خود غرض اس سا جہان مین نہین کوئی حیوان　　جان کرتا ہے یہ اغراض پہ اپنی قربان
جانتا ہی نہین ہستی کو یہ اپنی نادان　　اور رکھتا ہے خدائی کا یہ دل مین ارمان
عمر بھر راحت و آرام نہین پاتا ہے

حسرت و یاس و تمنا ہی مین مرجاتا ہے

دل مین آئے جو یہ انسان سے تنفر کی خیال　　شہر کو چھوڑ کے آیا وہ سوئے دشت و جبال

اس بلندی یہ جہاں تک کہ رسائی ہے محال　　غار میں کوہ کے بیٹھا ہے یہ فرخندہ خصال

فکر عقبیٰ ہے نہ دنیا کی تمنا اسکو

موت کا خوف نہ ہے زیست کی پروا اسکو

ان خیالوں سے پسند آئی ہے عزلت اسکو　　آدمی زاد کی صحبت سے ہی نفرت اسکو

نام تہذیب و تمدن سے ہے وحشت اسکو　　خود غرض اہل جہان سے ہے عداوت اسکو

اہل دنیا سے وہی کون ہے انسانوں مین

نوع سافل ہے فقط ایک یہ حیوانوں مین

بھوک لگتی ہے تو کھاتا ہے درختوں کے یہ پھل　　باغ فردوس ہے اسکے لیے خودرو جنگل

میوے وہ سامنے جنکے ہی سفرجل حنظل　　آبشاروں کے مقابل مین نہین شہر کی نل

پیاس لگتی ہے تو وہ آب خنک پیتا ہی

اور قدرت کی غذاؤن پہ فقط جیتا ہے

حاجتین کم ہوئین دنیا سے فراغت پائی　　پیروی نفس کی چھوڑی تو ہدایت پائی

کنج عزلت مین عجب روح نے راحت پائی　　کس ریاضت سے یہ ویرانہ مین دولت پائی

اب تکلف نہ تکبر کا ہے سامان باقی

جو ضروری ہے وہ ہے حاجت انسان باقی

رات دن فکر مین مشغول تھا وہ نیک سیر　　دیکھتا تھا کبھی قدرت کے تماشے دن بھر

حسن آتا تھا خدائی کا جو ہر سمت نظر　　وجد مین جھوم کے کہتا تھا کہ اف رے منظر

اس پہ قربان گلستان و پرستان کیجیے

یان سے جانیکا نہ اب نام بھی ہرگز لیجیے

دل میں کہتا تھا کہ ہر شے میں ہے حسن و جمال ۔ ذرّے ذرّے میں ہے اللہ کی قدرت کا جلال
اپنی حالت میں ہیں مخلوقِ خدا سب خوشحال ۔ ضد کسی کو نہ کسی سے نہ کہیں رنج و ملال

شاد ہیں گل کہیں بلبل کی نوا سنجی ہے
رنج کا نام نہیں چرخ بھی بارنجی ہے

جتنے مخلوق ہیں سب کرتے ہیں راحت سے بسر ۔ ہے مگر بانیِ شر ایک یہ دنیا میں بشر
اسکے اعمال سے یہ باغ ہے تکلیف کا گھر ۔ اسکو ہے ذات سے انسان کی نقصان و ضرر

یہ نہ ہوتا تو عداوت نہ شرارت ہوتی
ہر جگہ امن ہر اک سمت مسرت ہوتی

حیف میں بھی تو ہوں اس نوع بشر میں داخل ۔ آدمی زاد ہوں فطرت میں بڑی ہے مشکل
ترک دنیا سے بدلتا نہیں انسان کا دل ۔ کشتیِ عمر پہنچ جائے بس اب تا ساحل

زیست کا لطف ہے کیا عالمِ تنہائی میں
گر پڑوں کود کے خود آپ میں اس کھائی میں

تھے یہ چاہتا تھا خود کو کرے آپ ہلاک ۔ کہ ہوئی غیب سے تائیدِ خدائے افلاک
آئی آواز کہ بس روک قدم اے بیباک ۔ اور کر دل کو سب اوہام و خیالات سے پاک

عقل کیا سرِ حقیقت کو سمجھ سکتی ہے
پاؤں کب وادیِ حیرت میں وہ رکھ سکتی ہے

سنکے آواز یہ حیرت میں کھڑا تھا خاموش ۔ نگراں چشم بھی ہر سمت بر آواز تھے گوش
جی میں کہتا تھا یہاں کوئی ہے بیشک روپوش ۔ دل میں اس شخص کے ہمدردیِ انساں کا ہے جوش

خود غرض چھوڑ کے آفت میں چلی جاتی ہیں
مرد جو ہیں وہ مصیبت ہی میں کام آتے ہیں

تھا اسی سوچ میں تنہا میں سنی کچھ آہٹ ۔ بوٹ پہنے ہوئے لیڈی کوئی آئی کھٹ کھٹ

رہین ساری تھی مدن مین تھی مہندر جا کٹ
رخ زیبا یہ نہ مقنع نہ کوئی ستھا گھونگٹ

گندمی رنگ بڑی آنکھ مناسب اعضا
سر سے پا تک تھا مدن نور کے سانچے مین ڈھلا

کچھ عجب ناز سے اس شوخ نے دیکھا اسکو
جلوۂ حق نے کیا محو تماشا اسکو
ہوش بر جا نہ رہے ہو گیا سکتا اسکو
دشمن جان ہوا افسوس مسیحا اسکو

گرچہ ہر چیز سے انسان نے منہ موڑا ہے
عشق نے تارک الدنیا کو بھی کب چھوڑا ہے

دیکھ کر حسن خداداد اوڑے ہوش و حواس
عقل رخصت ہوئی جب حضرت عشق آئی پاس
بولا وہ ترم سے اے ثانی حضر الیاس
تیرے آنے سے ہوئی زیست کی کچھ مجکو آس

تو نہ آتی تو مین دنیا سے سفر کر جاتا
گر کے اس کوہ سے خود آپ ہی مین مر جاتا

بولی وہ ہنس کے کہ کیون جانکو کرتا ہے ہلاک
عیش دنیا کا عبث چھوڑ کے تو ہے غمناک
تجکو اسرار جہان کا نہین مطلق ادراک
کیا یہ سب بے کار ہین مخلوق زمین و افلاک

ذرّے ذرّے مین ہین اسرار حقیقت پنہان
دل کی آنکھین جو کھلیں راز ہو قدرت کا عیان

تجکو انسان کی صحبت سے ہے ناحق نفرت
سب کی ہوتی نہین انسانون مین یکسان فطرت
ہے تاسف نہ ملی کوئی بھی تجکو عورت
جانتا ہی نہین تو کیا ہے محبت الفت

اصل انسان مین ہے سب خلق خدا سے بڑھکر
گر محبت نہین دیا ہے کھنڈر سے بدتر

خیر چل ساتھ مرے تجکو دکھاؤن وہ جہان
فتنہ و شر کا نہین نام و نشان تک بھی جہان
ہر طرف پائے گا تو راحت قلب و امن و امان
حسد و بغض و عداوت کا نہین وان امکان

تیری حالت پہ جو اللہ کو رحم آیا ہے
تجھکو لیجانے کو اسجا مجھے بھجوایا ہے

کھلکے پہ جیب سے پھر اسنے نکالا رومال — جسکی خوشبو سے مہکنے لگے صحرا و جبال
بولی وہ دیجئے یہ رومال کہ اسے نیک خصال — ہوگی اس عطر سے دلکو ترے تسکین کمال
نیند آجائیگی اور روح کو راحت ہوگی
رنج دنیا و غم دیں سے فراغت ہوگی

لیکے رومال جو اُس تارک دنیا نے ذرا — رکھکے آنکھوں پہ بڑے شوق سے اسکو سونگھا
غش وہ آیا نہ رہی اپنی خبر بھی اصلا — بند آنکھیں جو ہوئیں چشم ہوئی دل کی وا
خواب سے سیر کوئی اور دکھائی اسکو
غم دنیا سے ہوئی خوب رہائی اسکو

بند ہوتے ہی کھلی آنکھ تو اس نے دیکھا — ہے عجب اور ہی نئے رنگ کا ہر سمت سماں
چیل کوؤں کی پرندوں کی ہے کثرت ہر جا — بھاگتے وہ نہیں انسان سے نہ ڈرتے ہیں ذرا
کچھ عجب طرز کی انسانوں کی آبادی ہے
بزم ماتم نہ کہیں اور نہ کہیں شادی ہے

یہ سماں دیکھکے حیرت ہوئی اسپر طاری — بولی وہ ہنسکے پری یہ ہے طلسم باری
یاں کے ہر شخص میں ہے رحم و کرم غمخواری — حسد و بغض کی مطلق نہیں یاں بیماری
جانور کو بھی ستاتا نہیں کوئی انسان
قتل و خوں ظلم و تعدی کا نہیں نام و نشان

سب نیکوکار یہاں ہیں نہیں کوئی بدکار — گرم ہر سمت ہے الفت کا وفا کا بازار
کوئی بھی ایک نہیں حرص و ہوس کا بیمار — ہے قناعت پہ ہر اک شخص کا یہاں دارومدار
فرض فطرت کے جو ہیں انکو بجا لاتے ہیں

بے ضرورت سر یہ پیتی ہین نہ کچھ کھاتی ہیں

جسکی خواہش تھی تجھے ہے یہ وہی پاک جہان — گر پسند آئے تو رہنے کی اجازت ہی یہان
زیر اشجار بنا لے کوئی چھوٹا سا مکان — ہے تکلف کوئی درکار نہ کوئی سامان
کاٹ دے زیست کو دن راحت و آسایش سے
شکر کر چھوٹ چھٹا دہر کی آلایش سے

ہے مناسب کہ رہوں ساتھ میں تیرے ہر دم — تاکہ تنہائی کا گذرے نہ ترے دل پہ الم
اصلی ملک ہے راہ میں بھی ہے پیچ و خم — کچھ درندوں کی یہاں سے ہین یہان وحشت کم
گرچہ ہر شخص یہاں نیک ہے آسودہ ہے
تو تو لیکن ابھی خود آپ سے آزردہ ہے

سن کے یہ تارک دنیا ہوا مسرور کمال — بولا حق ہے یہی اور ہے سب وہم و خیال
ہے تعجب کہ یہ انسان ہیں سب نیک خصال — ہے نہ شیطان یہاں اور نہ کوئی دجال
اس سے بہتر کوئی جا اور کہاں پاؤں گا
میں نہ جاؤں گا کہیں اب یہیں رہ جاؤں گا

بولی وہ دیکھ ہر اک چیز کو تو غور سے اب — اور پھر مجھ سے بیان کر کہ تا ان ہین سب
بولا اس ملک کی حالت نظر آتی ہے عجب — نہ کہیں باغ نہ گلشن نہ درختان عنب
نظر آتے ہہین آثار تمدن اس مین
کیا کسی کو نہیں اذکار تمدن اس مین

بولی اس ملک کے اشخاص بہت ہیں ہشیار — وہ سمجھتے ہین عمارات کو بالکل بیکار
وہ لگاتے ہہین اینٹون کا کسی جا انبار — چھوڑ جاتے ہین وہ بعد فنا یہ آثار
رہنے سہنے کو تو چھوٹا سا مکاں کافی ہے
قصر قیصر ہے نہ کسرا کا محل باقی ہے

بولا افسوس درندے ہیں یہاں بھی موجود ان کا اس پاک جگہ مین نہین رہنا تھا وجود
بولی خالق کی سطر مین تو نہین یہ مردود ان کا خالق وہی ہے کہ جو تیرا معبود

کس مین سے ہے رحم و کرم کی جو صفت اُنہیں ہے
لطف ہمدردئ مخلوق بہت اُس مین ہے

ان درندوں سے بھی دنیا کو فوائد ہیں کثیر نہ وہ ظالم ہیں نہ بدنفس نہ مکار و شریر
حد سے زائد نہ بڑھے کوئی یہ ہے حکم قدیر عدل کی اس سے کوئی اور ہے بہتر تدبیر

آکل لحم جو مردود جہان میں ہوتے
اتنے حیوان نہ موجود جہان مین ہوتے

بولا کیا قابل نفرت ہے وہ اس سمت سمان بھاگتے پھرتے ہیں کتون سے ہزاروں انسان
کتنے بزدل ہین شجاعت کا نہیں ان مین نشان ایسے انسانون سے سو درجہ ہین بہتر حیوان

نام کے مرد ہین کتون سے بھی ڈر جاتے ہین
کیون نہیں ڈوب کے پانی مین یہ مر جاتے ہین

بولی دیتے ہین کہین نیک کسی کو تکلیف بد سے بچتے ہین نہین کرتے ہین تکرار شریف
صبر کرتے ہین اذیت یہ جو دیتا ہے حریف یہ مروت ہے کہ کرتے نہین اسکو بھی خفیف

صاحب خلق ہین سرکش نہیں مغرور نہین
ان کو حیوانون کی تکلیف بھی منظور نہین

اس کرم کا یہ نتیجہ ہے کہ کتنے بھی ہین شیر جتنے ڈرپوک ہین حیوان وہ یہان سب ہین دل[illegible]
حکمران یہ ہیں تو محکوم ہین یان اہل حقیر وان بھی دیکھی تھی کبھی تو نے مروت کی یہ [illegible]

زور کو کام مین یہ مرد نہین لاتے ہین
ہیں سلیمان مگر مور سے دب جاتے ہین

بولا انسانون کی عظمت کے نتیجے ہیں یہ سب کہ ان نہ حقارت کیان سب کو بتاؤں تو سبب

بولی وہ ہنسکے کہ بھدی سی ہے تری عقل عجب — نیک کرتے ہیں بدوں پر بھی کہیں قہر و غضب

لا یہ جسم تو واللہ نہیں مجھکو پسند

جس سے پہنچے کوئی انساں کو اسدرجہ گزند

بولی وہ ہنسکے ابھی اور تھا کچھ تیرا خیال — صنعت رحم کو انساں کا سمجھتا تھا کمال

تجھکو معلوم نہ تھی خاصیت عیش و جلال — گر ضرورت ہو کسی وقت تو غصہ ہے حلال

بولا وہ سچ ہے کہ میری یہ غلط فہمی تھی

بولی وہ ہنسکے تری عقل کی یہ خامی تھی

بولا اس شہر میں ہیں عالم و فاضل بھی کہیں — بولی یہاں علم و ہنر کی تو ضرورت ہی نہیں

بولا وہ فلسفہ دنیا کی ہے ہر شئے سے بہیں — بولی جس چیز کی حاجت نہیں وہ تو ہی نہیں

فیلسوفی سے غرض نیک نہادوں کو نہیں

حرص شیطان کوئی ان آدمی زادوں میں نہیں

علم و حکمت کی غرض یہ ہے کہ جانے انسان — اپنے اور غیر کے فرضوں کو بحد امکان

یاں فرائض کے ادا کرنے کی حاجت ہی کہاں — نہ کوئی اہل غرض ہے نہ کوئی ہے احساں

فلسفہ ہیچ ہے بیکار یہاں حکمت ہے

دخل صنعت کو نہیں ٹھیٹ یہاں فطرت ہے

بولا وہ دیکھ رہا ہوں کہ یہاں آدم زاد — رشتۂ مہر و محبت سے ہیں بالکل آزاد

لطف صحبت نہیں ان لوگوں میں یہ تو ہیں جماد — آگ پانی کی طرح رکھتے ہیں باہم یہ عناد

مجلسیں ہیں نہ کلب ہیں نہ کہیں میلے ہیں

سب یہ بیراگیوں کے جوگیوں کے چیلے ہیں

بولی ملنے کی ہم ان کو نہیں کچھ حاجت — ڈر نہ اپنوں کا نہ غیروں کی کوئی ہے دہشت

نہ حکومت کی طلب ان میں نہ شوق حشمت — اور بے کار سمجھتے ہیں یہ شہرت عزت

ایسے لوگون کو حرص کیا ہے ملنے سے
گوشۂ امن مین راحت ملی کم ملنے سے

بولا افسوس ہنر ہے نہ یہان میل ملاپ ناچ گانے کے نہ جلسے ہین کہین اور نہ تما
بولی بیپا ہے نہ کھا نہ یہان لعب نہ یاب چھوڑ دیتے ہین انھین صاحب اور اک خود آر

بولا رہتا ہوں مگر دوست کی حاجت ہی یہان
بولی وان کی نہ خوشامد نہ لجاجت ہی یہان

بولا احباب بہم کرتے ہین اظہار خیال اور اک دوسرے سے سنتے ہیں دل کا احوال
دور ہوتا ہے بیان کرنے سے سب رنج و ملال اور ہمدردی احباب مین ہے لطف کمال

شہر مین دوست نہ ہو کوئی تو وہ جنگل ہے
دوست گر پاس ہو جنگل بھی تو پھر منگل ہے

بولی احباب کی خواہش تو یہان ہی بیکار نہ یہان مجلس شادی نہ کوئی ہے دربار
جلسۂ رقص کسی جا نہ کوئی ہے میخوار اور یارون کی خوشامد یہ نہین وارد

شان و شوکت کی نمایش کا یہان نام نہین
چاپلوسی کا خوشامد کا یہان کام نہین

بولا یہ تو ہے عجب راحت و آرام کی جا ڈر کسی کا نہ کسیکو نہ کسی کی پروا
اپنی حاجت سے زیادہ نہین رکھتی پیسا زر کی انبار نہین چھوڑکے کوئی جاتا

رائیگان عمر حماقت مین نہین کرتی ہین
ہاتھ ملتے نہین افسوس سے جب مرتی ہین

ان مین ہمدردی انسان کا بہت ہو گا خیال بولی وہ چلکے ذرا دیکھو تو اس شخص کا حال
تب کہنہ کی حرارت سے جو ہی سخت نڈھال ایسے مرنے کی خوشی جسکو ہی جینے کا ملال

بیکسی پاس ہے ہر دیک کوئی یار نہین

ناامیدی کے سوا کوئی بھی غمخوار نہین

اور یہ اُس پہ مصیبت کہ غذا ہے نہ دوا — رہ سر راہ پڑا رہتا ہے جیسے مردہ

بولا ہمدردی انسان ہین کیا تمہین ورا — ارلی رکھتے ہی ہیں حاجتون سے اپنی اسوا

مجھ سے بچتا ہی نہین کوئی نوالا نکلے

آئے کیا پاس کوئی مانگنے والا نکلے

پاس کوڑی نہ ہو جس کے وہ کرے کیا خیرات — مال و دولت ہو تو بر لائے کسی کے حاجات

خالی ہمدردی انساں نہین کچھ فخر کی بات — بیش قیمت ہیں جواہر کی طرح نیک صفات

منحصر یہ سر ایک خیر ہے ہمدردی سے

مفلسی مصدر اخلاق ہے نامردی سے

بولا وہ حب وطن ان مین تو ہوئیگی ضرور — بولی وہ عقل مین [illegible] اک مین تیرے ہی قصور

اپنے بیگانے کی تفریق ہے انصاف سے دور — ایک کنبے سے جدا کہ یہ رہین [illegible] معمور

ایک جب سب ہین تو پھر اپنا پرایا کیسا

گورے کالون کا بہم ملک پہ لڑنا کیسا

بولا وہ یہان تو محبت ہے نہ ہمدردی ہے — نہ تمدن نہ سخاوت ہے نہ کچھ مردی ہے

جوش کا نام طبیعت مین نہین سردی ہے — زیست حیوانون کی بس انکو خدا دی ہے

لطف صحبت نہین جلسے نہین احباب نہین

کیا مزہ زیست کا جب عیش کے اسباب نہین

بولی وہ تو سمجھتا تھا کہ [illegible] ہے بیکار — بولا وہ ایسی خطا پر نہین مجھکو اصرار

بولی دنیا کی ہر اک بات مین پہلو ہین ہزار — ذرے ذرے مین خدائی کی بھری ہین اسرار

کامیابی ہے کہان عقل مین جب خامی ہے

ترک دنیا جسے کہتے ہین وہ ناکامی ہے

بولا اس شہر مین رہنا تو ہین مجھکو پسند ہین یہان بھی تو وہی چرخ کے آزار و گزند

جسکو دیکھو وہ یہان گوشۂ عزلت مین ہی بند وہ جیسے ہین نہ میلے نہ وہ ہاتھی نہ سمند

ایسے نیکون کی مین صحبت مین ہین ہی کا

کوفت دن رات کی واللہ نہین سہنے کا

مجھکو لے چل کے وہین چھوڑ دے تو بہر خدا ہے جہان میرے بزرگون کا وطن اور میرا

بولی کیون ہو گیا اس درجہ یہان سے تو خفا بولا سمجھا نہ تھا دنیا کی حقیقت مین ذرا

بولی لینا نہ کبھی ترک جہان کا پھر نام

بولا کیا گوشہ نشینی سے ہی مجھکو اب کام

بولا یہ تارک دنیا تو ہین سب بے کار و فضول بولی روٹی کے لئے کرتے ہین یہ مکر جہول

بولا بے کاری و سستی سے انھین کیا ہی حصول بولی کرتے ہین جو محنت تو یہ ہوتے ہین ملول

بولا غیرون کی کمائی کو یہ کیون کہاتی ہین

بولی بے رنج و تعب مفت کا زر پاتی ہین

بولا وہ مفت کا کہانا تو ہے مذہب مین حرام بولی اب زہد و ریاضت تو اسی کا ہے نام

بولا تلبیس و ریا یہ تو ہے شیطان کا کام بولی اللہ کو معلوم ہے سب کا انجام

بولا مین ایسے گناہون سے تو اب تائب ہون

بولی نظرون سے تری دیکھ مین اب غائب ہون

آنکھ کھلتے ہی نہ وہ شہر نہ تھا وہ ہمدم پھر وہی کوہ تھا سناٹے کا جس پر عالم

وہین کہتا تھا خدایا یہ ہوا مجھ پہ ستم پہلے بے فکر تھا اب عشق کا ہے درد و الم

بیٹھے بٹھلائے یہ کیون عشق کا آزار ہوا

اب تو رہنا مجھے اس کوہ پہ دشوار ہوا

رات دن اس کے تصور مین یہ کرتا ہی بسر ایسا بیخود ہے کہ اپنی بھی نہین اسکو ج

موت کی مانگتا ہے روز دعا آٹھ پہر اور مر جانے کی کرتا ہے یہ فکریں اکثر
ہجر کے غم سے نہ کھاتا ہے نہ کچھ پیتا ہے
اسکے پھر ملنے کی امید پہ یہ جیتا ہے
لوگ سب اسکو سمجھتے ہیں ولی کامل کوئی کہتا ہے یہ درویش بڑا ہے عاقل
معتقد اسکے ہیں سب عالم و فاضل جاہل یہ نہیں جانتے ہے تیغ نگہ کا گھائل
یہ تو عاشق ہے محب عشق ہی معبود اسکا
مست حدا اسکا ہے معشوق ہی مسجود اسکا

داستان عشق

ایک تاریخی واقعہ

تلسی بائی اور عباس خان

بھیجکے اوج پہ جب مہر کو زوال ہوا گھٹاؤ بڑھنے لگا ختم جب کمال ہوا
رہی نہ تاب و توان ضعف سے نڈھال ہوا خزان سے حسن ضیا بار پائمال ہوا
فضا میں نور جو ہر بار مہر کھوتا تھا
گمان شمس پہ سورج مکھی کا ہوتا تھا
زمین پہ مہر کی ترچھی شعاعیں پڑھنے لگیں جبال و دشت میں باہم سایہیں لڑنے لگیں
سروں پہ کوہ کے نیروں کی بھالیں گڑنے لگیں شعاعیں برگ میں الماس جوہر جڑنے لگیں
ستارے آب رواں پر کہیں چمکتے تھے
حباب کرمک شب تاب سے دمکتے تھے

روان تھے دشت طلائی مین کچھ سوار بہم — سمان رخ پہ چمکتے تھے دھوپ مین پیہم
ستارے بھالون کی نوکون سے تھے عیان ہردم — کماتے تھے رخ مہتاب و مسدس پہ جم

جلا مین صورت آئینہ چار آئینہ تھا
چمک وہ تیز کہ دیکھا تو نور بینا تھا

پرا جمائے عجب شان سے روان تھی سوار — جو ہر سوار تھا رستم تو تھا پری رہوار
دلون مین جوش سرود ہمائی و پیکار — عروس فتح کا ہر ایک طالب دیدار

عزیز جان سے ان سب کو جانثاری تھی
بجائے خون رگون مین وفا شعاری تھی

جوان ایک تھا ان سب مین خوشنما خوش رو — بلند قامت و خوش وضع خوش بیان خوش خو
رگون مین رستم و سہراب کا بھرا تھا لہو — شراب شوق و وفا کے دل و جگر تھے سبو

جبین سے صاف عیان شوکت و شجاعت تھی
جلال و رعب مین آمیزش محبت تھی

مغل تھا قوم کا عباس خان تھا نام اسکا — لڑے تھے ہند مین اسکے بڑے میان آبا
انھین کی تیغ سے دنیا ہوئی تہ و بالا — انھین کے زور سے بابر نے ملک تھا پایا

انھین کے نام سے لرزان تھی مشرق و مغرب
جہان کے شاہون کی تقدیر کی تھی یہ کاتب

وہ رعب و داب شہنشاہ اکبر اعظم — وہ اسکا عدل وہ نظم و نسق وہ خلق و کرم
وہ اس کے عالم و فاضل وہ اسکا جاہ و حشم — وہ اہل سیف و مدبر وہ اسکے اہل قلم

جہان مین ان کے برابر نہ کوئی جوہر تھا
ہر ایک قدر مین اصول اس کا گوہر تھا

اسی کی فوج کا عباس خان تھا اک افسر — دیے تھے جس کے بزرگون نے نذر اپنے سر

ہر ایک جنگ میں شمشیر تھا یہ بھی سینہ سپر   کیئے تھے اسنے بھی مفتوح سومنات اکثر
وغا کے شوق میں گجرات کو وہ جاتا تھا
خوشی سے جامے میں اپنے نہیں سماتا تھا

برات ایک اسی سمت جا رہی تھی وہاں   عروس محافہ میں اسطرح تھی رواں
کہ جیسے لاش ہو صندوق میں کوئی پنہاں   کہ پہنچے نہ حرارت کا سامنے تھا آسمان
شعاع مہر غلافوں میں آ نہ سکتی تھی
ہوا بھی تیر نگاہ میں جا نہ سکتی تھی

غلاف سرخ وہ مانات کا محافہ پر   کہ جس سے لوٹ کے جاتی نہیں شعاع اکثر
تنور گرم میں بیٹھی تھی وہ عروس اندر   تپش سے جسم سے بھیکتے تھے دونوں قلب و جگر
ہوا جو بند تھی ہر بار غش سا آتا تھا
غشی کے ساتھ ہی دل اور بیٹھا جاتا تھا

پسینا آتا تو گھبرا کے پوچھتی تھی لباس   زباں تھی خشک حرارت سے اور ہر دم پیاس
ہوا نہ آنے سے گھٹنے کا دم کے خوف و ہراس   ہوئی تھی جان کے بیچنے سی بھی اسباب یاس
لباس سرخ کی گرمی سے اور بھڑکتی تھی
ہوا نہ آنے سے ہر لحظہ سانس رکتی تھی

رکی جو سانس تو پردے کو چاک کر ڈالا   شگاف خورد سے آئی ہوائے روح افزا
بدن میں جان جو آئی خدا کا شکر کیا   ورائے وقت کا کرنے لگی وہ نظارہ
جمال وقت کا پر لطف وہ سماں دیکھا
یہیں زمین کو ہم آغوش آسمان دیکھا

ادھر محافہ میں دلہن رواں ادھر دولہا   عروس سے جو سن و سال میں بہت کم تھا
نحیف جسکے سب اعضا ضعیف جسکے قوا   نحل تھا روئی رخسار خشک سے گیدا

خدا نے دل ہی بنائے تھے اسکے پتھر کے

سلاخ پھاڑ کے کھینچا جو اس کو باہر جو مثل بید لرزتی تھی خوف سے تھر تھر
قریب تھا کہ گرے خاک پر وہ غش کھا کر کہ اتنے میں ہوئی تائید خالق اکبر

سوار غیب سے گھوڑے اڑا کے آپہنچے
مدد کو اک زن بیکس کی مرد جا پہنچے

نظر پڑی جو سواروں پہ راہزن بھاگے اسد سے دشت میں ہر سمت کو ہرن بھاگے
جو پیچھے ان کے سواران صف شکن بھاگے تو جھاڑیوں میں پہاڑوں میں بدچلن بھاگے

چوہوں کی طرح سے رہزن وہیں چھپنے لگے
لڑے نہ پھر کے لڑائی گھروں میں چھپنے لگے

پھر بھگا کے لیٹروں کو جلد تر عباس اتر کے گھوڑے سے آیا وہ پھر دلہن کے پاس
عجیب چہرے پہ تھا جسکے خوف و رنج و ہراس جسے تھی جان سے عزت سوا ایسی پوری پاس

کھڑی تھی دشت میں تنہا عجیب ہیئت سے
بدن تمام لرزتا تھا اسکا دہشت سے

ہر ایک سمت وہ گھبرا کے ڈالتی تھی نظر نہ تن کا ہوش تھا اپنے نہ جان کی تھی خبر
پڑے سے تھے خاک پہ رومال و مقنع و چادر کھلا ہوا تھا رخ آفتاب و سینہ و سر

بدن تمام ڈھکا تھا جڑاؤ زیور سے
نگاہ خیرہ تھی الماس و لعل و گوہر سے

وہ اسکا گول بدن اور وہ گندمی رنگت خجل تھا سرو و صنوبر وہ خوشنما قامت
تمام جسم کے اعضا میں باہمی نسبت دہان و ابرو و بینی و چشم سب آفت

دراز بال وہ اسکے بلا کے کالے تھے
وہ اسکے گیسوئے مشکین تھے یا کہ کالے تھے

جڑاؤ چاند وہ جھمکے وہ بھٹے وہ بالے   گلے مین ست لڑا موتی کا وہ موہن مالے
طلائی بازو تھے یا چاند کے تھے وہ ہالے   کہ جن سے الجھے تھے نزدیک گوش دو کالے

ہر ایک پاؤن مین سونے کی چھاگل اور پازیب
کہ جن سے اُٹھتے تھے فتنے زمین پر لاریب

عجب لباس کی سج دھج تھی جو تھا پیاری   کریب کا وہ سلوکا وہ ریشمی ساری
کہ جس پہ دست صناعت نے کی تھی گلکاری   جڑاؤ اس پہ کمربند سونے کا بھاری

کھڑی تھی وقت مین پھبتی ہوئی پریکا لباس
کہ جس کے سامنے تھا گرد سب پری کا لباس

جھجک کے رہ گئی عباس خان کو جو دیکھا   نظر پڑی تو ہوئی دل سے اس پہ وہ شیدا
ادھر بھی بھا گئی عباس خان کو اوسکی ادا   لگی وہ عشق کی برچھی کہ دل ہوا پار

نظر پھرا کے محبت کو ضبط کرنے لگا
زبان تھی بند مگر دل مین آہ بھرنے لگا

کہا یہ نفس نے قابو مین ہے تری یہ پری   کہان ملے گا یہ معشوق پھر یہ بے خطرہ
نہ ہاتھ آئے گا موقع یہ دیر کی جو ذری   یہ حسن و عیش و جوانی ہن سب بقا سی بری

نہ چھوڑ اسکو رہے گا ہمیشہ رنج تجھے
دیا خدا نے ہے ویرانہ مین یہ گنج تجھے

کہا یہ عقل نے کر پہلے سوچکر ہر کام   خطا ہے گر کوئی سوچے نہ کام کا انجام
نہ ہو جہان مین عورت کبھو اسطرے بدنام   نہین ہے عشق و محبت مین راحت و آرام

عتاب شاہ سے بچنے کا تو جہا نہین نہین
غضب سے اسکے مفر خشکل و مکا نہین نہین

تمام عمر نہ دیکھے گا صورت عزت   چھپانا منہ کو پڑے گا وہ ہوئے گی ذلت

وہ مرد ہی ہیں عورت کی جو کرتے عفت خراب اس سے تو بڑھکر ہیں کوئی حرکت

شریف وہ ہیں جو رکھتے ہیں نفس پر قابو
سمجھتے ایسی ہیں غیروں کی بیٹی ہو کہ بہو

یہ تیرے بس میں ہے چاہے جدھر کو لیجائے مگر خدا سے مناسب ہے تو کر شرمائے
کہ تا مدی کی نہ کوئی بڑی سرا پائے دلاوری ہے یہی اس کو گھر میں پہنچائے

دکھانا اپنی غرض کے لئے گسیکا دل
کرم سے ہاتھ میں لا اپنے تو پرایا دل

ذرا سی دیر کی اس نفس کی خوشی کیا ہے رہے بات کی تہ کو وہ آدمی کیا ہے
بغیر زیور تعلیم پدمنی کیا ہے نہ دل میں جس کے محبت ہو وہ پری کیا ہے

یہ چند روزہ جوانی ہے حسن صورت ہے
نہیں خزاں ہی جسے وہ تو حسن سیرت ہے

سنی جو عقل و خرد کی یہ پر اثر تقریر کھڑا رہا وہ کئی لحظے صورت تصویر
عروس لو سے کہا اس نے پھر بصد توقیر کہ اب نہ خوف ہے باقی نہ کوئی امر خطیر

تمہارے گھر میں تمہیں جلد لیکے جاتا ہوں
کہار اور براتیوں کو بلاتا ہوں

یہ کہکے اس نے روانہ کئے جو چار سوار ذرا سی دیر میں آپہنچے پالکی کے کہار
پلٹ کے آئے ہوئی پھر براتیوں میں پکار پھرے تو مادلی پھر بدلوں فی ایک قطار

چلے عروس کو ہمراہ لینے وہ لیکر
بچانے والے کو اپنے دعائیں دیدیکر

چلا نخاد کے ہمراہ پھر وہ نیک صفات پر اسواروں کا پیچھے تھا اور آگے برات
لگی تھی سینہ میں برچھی جو عشق کی ہیہات تڑپ رہا تھا دل بیقرار سو سو بات

قدم قدم پہ جدائی کا درد اٹھتا تھا
ہجوم یاس سے سینہ مین دم سا گھٹتا تھا

بھڑک رہی تھی جو سینہ مین آتش الفت | تو آہ گرم کی اوسکے لبون پہ تھی کثرت
جگر مین درد حرارت کی دلمین تھی شدت | رواں تھے چشم سے آنسو غضب کی تھی رقت

وہاں کے ضبط سے بڑھتی تھی اور بے تابی
جو روکتا تھا تو کرتا تھا عشق سر تابی

چھپا کے پونچھتا جاتا تھا اشک وہ پیہم | کہ کھل نہ جائے کہیں ساتھیون پہ اپنا غم
کبھی یہ کہتا تھا دل مین کہ کیا ہوا یہ ستم | کہ مجھ پہ ٹوٹ پڑا آسمان رنج و الم

یہ اضطراب ہے کیا اور رنج و غم کیا ہے
کشش یہ دلمین ہے کیا اور یہ الم کیا ہے

ادہر یہ سوچتا جاتا تھا دل مین وہ ناکام | ادہر محل مین تلسی کو بھی نہ تھا آرام
کلیجا تھام کے کہتی تھی وہ صبح و شام | رہے گا رنج جدائی کا اس کی مجھکو مدام

بھلا تھا چورون کے ہاتھون سے ماری جاتی مین
فراق یار کا صدمہ نہ پھر اٹھاتی مین

شگاف پردہ سے تکتی تھی صورت دلدار | جو آیا پاس مکان پھر رہا نہ دل کو قرار
محافہ کر کے کھڑا منہ کو کھولکر اکبار | ملا کے پاس یہ شیدا سے ایسے کی گفتار

مین تیری لونڈی ہون احسان ہے ترا سر پر
نہ مجھ پہ ملکہ مرے باپ مان پہ گھر بھر پر

مرے بھی دلمین محبت تمہاری ہے پنہان | ملون مین تم سے پھر اب یہ نہین مرا امکان
کرون گی یاد تمہین عمر بھر رہون گی جہان | سمجھنا مجھکو کنیز ایک گاؤن مین ہی یہان

پھرو ادھر سے تو اس راہ سے گذر جانا

ذرا سی دیر مرے گھر پہ تم ٹھہر جاتا

پھر اس سے اپنی انگوٹھی اتار کر جلدی — عجیب لطف و عنایت سے جوان کو دی

کہا پھر آنکھوں میں اشک اپنی بھر کے بہن واری — ہماری آئے گی یاد اسکے دیکھنے سے کبھی

ملینگے حشر میں جاتے ہیں لو خدا حافظ

پہاڑ غم کا اٹھاتے ہیں لو خدا حافظ

یہ کہکے چھپ گئی پردے میں وہ پری پیکر — روانہ لے کے محافہ ہوئے کہار ادہر

• زمین پہ گر پڑا عباس خان بھی غش کھاکر — سوار تھم گئے رہوار بھی ہوئے ششدر

اتر کے گھوڑوں سے ہمراہیوں نے یہ دیکھا

کہ خاک پر ہے پڑا ان کا افسر اعلے

اٹھاکے خاک سے پانی چھڑکنے منہ پہ ذرا — لگے وہ دامنوں سے ایک دینے اسکو ہوا

سنبھل کے بیٹھ گیا ہوش اسکو جب آیا — کہا کہ آج تو گرمی نے کر دیا مردہ

عجیب دھوپ کی تیزی میں آج شدت ہے

دماغ تک مرے پہنچی ہوئی حرارت ہے

سنا کے بات وہ گھوڑے پہ پھر سوار ہوا — چلا ادھر کو جدھر اسکو حکم تھاتہ کا

جو دیکھا دل کو تو سینہ میں پایا کچھ نہ پتا — پری کے ساتھ گیا دل رہا جدا تنہا

پھنسا کے دام محبت میں لے گئی دلکو

نہ رحم آیا ماہرو کو کچھ بھی قاتل کو

کبھی جدا نہ ہو یار سے کوئی کسی کا حبیب — فراق یار کا صدمہ نہ ہو کسیکو نصیب

بلائے ہجر کی صورت ہے موت سی بھی مہیب — عذاب روح پہ ہوتے ہیں عاشقوں کو عجیب

قرار دل کو نہیں جس سے درد ہے وہ یہی

بچے نہ گُرو بھی جس میں نبرد ہے وہ یہی

خدا نہ دے کسی انسان کو عشق کا آزار　　جو ایک وصل کی راحت تو رنج ہجر ہزار
بغیر یار تو ہوتی ہے زیست بھی دشوار　　نہین ہے عشق مین عاشق کے دلکو صبر و قرار
بلائے ہجر کسی روز جان لیتی ہے
مریض عشق کو تسکین موت دیتی ہے

عجیب ہجر مین عباس خان کی تھی حالت　　نظر مین پھرتی تھی تلسی کی رات دن صورت
کبھی جو بڑھتی تھی اس کے مزاج مین وحشت　　تو گھر مین اسکو ٹھرنے سے ہوتی تھی نفرت
شکار و سیر کے حیلے سے جاکے میدان مین
وہ سحر اشک بہاتا تھا جا کے پنہان مین

پہنچکے گوشۂ جنگل مین خوب روتا تھا　　غبار وحشت سے چہرے کو اپنے دھوتا تھا
جو بیقرار بہت ہجر مین وہ ہوتا تھا　　تو اور نالہ و افغان سے جان کھوتا تھا
کلیجا پھکتا تھا پہلو مین دل بھی جلتا تھا
دھوان بھی آہ شرربار سے نکلتا تھا

زبان پہ نام تھا تلسی کا اور لب پہ فغان　　ہوا سے کہتا تھا جاتی ہے تو کبھی تو وہان
کہ میری جان ہے جس گاؤن جسمکا مین نہان　　ملے تو کہنا کہ عباس خان ہے اب بے جان
ملونگا تجھ سے یہ امید تو نہین مجھکو
نظر نہ آئے گی صورت تری کہین مجھکو

یہ کہتا اس سے کہ ورات ہی ترا ہی خیال　　نظر کے سامنے پھرتا ہے تیرا حسن و جمال
لگانا دل کا کسی کام مین ہے اب تو محال　　سرود و نغمہ سے ہوتا ہے اور رنج و ملال
غزل کے سننے سے رقت عجیب ہوتی ہے
کرون جو ضبط تو حالت عجیب ہوتی ہے

کبھی یہ ابر سے کہتا تھا گر ادھر جانا　　پیام اتنا مرا اُس پری کو پہنچانا

کہ تیرے عشق مین مین تو ہوا ہون دیوانہ　　جو ہو سکے تو میری قبر پر کبھی آنا
تمہارے ہجر کی آفت گزر ہی جائے گی
بھٹکتی روح میری تیرے در پہ آئے گی

عجیب حال تھا عباس خان کا فرقت مین　　وحید عصر تھا جو جنگ مین شجاعت مین
بجائے رونے کے ہنستا تھا جو مصیبت مین　　سکون قلب تھا حاصل جسے ہر آفت مین
کڑی وہ عشق کی چوٹین مگر اٹھا نہ سکا
نگاہ ناز کی برچھی جگر پہ کھا نہ سکا

یہ عشق وہ ہے کہ جس کے ہین تابع فرمان　　جہان کے سرکش و خونریز و رستم دوران
اسی کی ضرب سے دیو قوی بھی ہے بیجان　　اسی کے خوف سے جن و ملک ہین لرزان
کنوئین جھکائے فرشتون کو چاہ نے آخر
ملائی خاک مین عصمت گناہ نے آخر

نگاہ ناز ہے تیر و سنان سے بھی بڑھکر　　کہ اس کے وار سے ہوتے نہین جوان جانبر
بہادران سے بھی اس سے بچے نہ قلب و جگر　　ور آئے کوہ کے سینے مین گر بنے وہ سپر
فلک کے سینے مین پیکان تیر ہین اب تک
نہین نجوم یہ داغ منیر ہین اب تک

گذر گئے جو کئی ماہ بیقراری مین　　گھٹا و بڑھنے لگا اسکی آہ و زاری مین
سکون ہو گیا یک لخت اشکباری مین　　ملا نہ جز غم فرقت حسین کی یاری مین
گھٹا جو سیل محبت تو عقل پھرنے لگی
خمار عشق کی پستی بھی اب اترنے لگی

قرار دل کو جو آیا تو کام کرنے لگا　　امنگ فتح کی پھر دل مین ہو گئی پیدا
روان ہوا سوئے گجرات وہ بقصد و ارادا　　لڑائی چھڑ گئی فرصت ملی نہ اسکو ذرا

پلٹ کے رن سے جو خیمہ میں اپنے آتا تھا
تو پھر خیال بھی تلسی کے پاس جاتا تھا
کبھی جو ملتی تھی کچھ کارزار سے فرصت — تو دل میں آتی تھی فوراً ہی یار کی صورت
رہی یہ اس کے تعشق کی سال بھر حالت — بڑھے جو کام تو گھٹنے لگی یہ کیفیت
جدال و جنگ کی فکروں نے دل کو گھیر لیا
محب خیال کو ان آفتوں نے پھیر لیا

کھیت کی رکھوالی

تھا اک مزارع رحم دل جسکی تھی کھیتی پر گذر — تھا خلق کا پتلا مگر دنیا سے تھا وہ بے خبر
گرتی تھیں چڑیاں کھیت پر دیتا نہ تھا ان کو ضرر — تھا رحم گو حیوان پر انسان پہ فاقہ تھا مگر
کرتا جو رکھوالی اگر پاتا وہ محنت کا ثمر
لے خدا کرم سے اپنے پر کرتا تھا عسرت میں بسر
اسکا پڑوسی ایک تھا رکھتا تھا جو فکر رسا — آنے نہ دیتا تھا ورا چڑیوں کو دیتا تھا ڈرا
کانٹے دیے تھے کچھ لگا مانند ہی تھیں باڑھیں جابجا — کچھ کام اور اوسکو نہ تھا حفظ زراعت کے سوا
آتا جو کوئی جانور کرتا نظر وہ تیز تر
کرتا نہ رحم اس پہ ذرا کھاتا تھا اسکو مار کر
پوچھا کسی نے اس سے یہ کرتا ہے کیوں جور و جفا — چڑیوں پہ تو مرد خدا بیجا ظلم یہ ہے وہ بڑا
کھا لیگی وہ دانہ اگر برباد ہوگا کھیت کیا — بولا وہ ہنس کے ظلم کیا چڑیوں پہ کرنا ہے روا
چڑیوں کو گر روکیں نہ ہم ہے ظلم یہ گھر بار پر
چر جائیں سارا کھیت وہ فاقوں میں ہم عمر بھر

جاپان اور حب وطن

(یہ ایک واقعہ نظم کیا گیا ہے جو جاپان اور روس کے اثنائے جنگ میں واقع ہوا تھا)

شبخون کے بعد جب سحر یہ سپاہ جو رن ہوا ۔۔۔ انجم کے قتل عام کو حکم بزن ہوا
مریخ اپنی جان سے ڈر کر ہرن ہوا ۔۔۔ دہشت سے ماہتاب کا سب زرد تن ہوا

زخموں سے لالہ زار تن آفتاب تھا
ڈوبا ہوا لہو میں افق کا سحاب تھا

ہوتے ہی صبح چھڑ جو گئی جنگ آرتھر ۔۔۔ ہر جا صدائے توپ سے پھٹنے لگے جگر
برسا وہ خون لال ہوئے دونو بحر و بر ۔۔۔ اولوں کی طرح گرنے لگے سر زمین پر

دریا تھا خون سرخ ہر اک سمت موج تھی
پانی میں سر تھے یا کہ حبابوں کی موج تھی

اڑنا وہ تارپیڈو کا دریا میں جا بجا ۔۔۔ وہ ٹوٹنا جہازوں کا پر شور وہ ہوا
وہ کشتیوں کا ڈوبنا توپوں کی وہ صدا ۔۔۔ طوفان نوح چین کے دریا میں تھا بپا

شعلوں سے کارزار کی حدت دو چند تھی
طرفہ یہ تھا کہ آب میں آتش بلند تھی

اڑتے تھے بم کے گولوں سے جو روس کے جہاز ۔۔۔ کرتا تھا اپنے بخت پہ جاپان فخر و ناز
گرتا تھا روسیوں پہ جو ٹوٹ کے مثال باز ۔۔۔ آنکھوں سے دیکھتے تھے وہ انجام حرص و آز

چھینا تھا گھر جو چین کا اس میں بلا ملی
ظالم کو اپنے ظلم کی اچھی سزا ملی

اچھا نہیں ہے چھیننا لوگوں کا ملک و مال ۔۔۔ پڑتا ہے سلطنت ہی پہ اسکا کبھی وبال
گھٹتا نہیں دباؤ سے مظلوم دل کا حال ۔۔۔ ہوتا ہے اہل ملک کو لیکن غضب کمال

تعصب کی دلین سب کی عداوت جوڑتی ہی
خلقت تمام اٹھکے حکومت سی لڑتی ہے

آیا اسی خیال سے جب انکے دلین جوش   حب وطن سے جان کا باقی رہا نہ ہوش
اٹھا تمام ملک مین الحرب کا خروش   عورات بھی تو اپنے گھرونمین نہ تھین خموش

مردون سے رخ کو پھیر کے کہتی تھین نکو جاؤ
ہمکو بغیر فتح کے اپنا نہ منہ دکھاؤ

رہتی تھی جھوپڑی مین کہین ایک پیر زال   کمزور دلین جس کے تھی حب وطن کمال
بولی جوان بیٹے سے ای طفل خوشخصال   اپنے وطن کا تجھکو نہین کوئی بھی خیال

رن پڑ رہا ہے ملک مین تشویش عام ہی
حلقت کا دہ پہ تنہ کے پڑا اژدہام ہے

تجھکو خبر نہین کہ مصیبت سی ہے ملک پر   کرتا ہے نذر شاہ کے ہر شخص اپنا سر
دولت ہے جن کی پاس لٹاتی ہین آج گھر   بزدل بھی ایسے وقت مین ہوتی ہین شیر نر

پالا تھا تجھکو مین نے اسی دنکے واسطے
جرات بہادری ہے اسی سن کیواسطے

سر کو کٹا کے جنگ مین حب وطن دکھاؤ   زخمون سے مجھکو جوہر نازک بدن دکھاؤ
سیکھے ہین آج تک جو لڑائی کے فن دکھاؤ   مغرب کو آج شرق کے شیرونکے رن دکھاؤ

قامت مین گرچہ روس سی جاپان پست ہی
لیکن اسکے سامنے کیا فیل مست ہی

ہمدردی وطن ہے سب اہل وطن پہ فرض   ہر شخص پر ہے سب سی مقدم ادای قرض
کہتی ہے طفل سے یہ ولادت کی وقت ارض   کرتی ہون آج تجھ سے بصد عجز ایک عرض

ہمدردی وطن مین ہر آفت کو جھیلیو

مجھہ پر پڑے جو وقت تو میں جان پہ کھیلیو

آزادی وطن سے ہماری ہین عزتین دیکھی ہین ہم تو نے غلامی کے ذلتین
نابود ہو گئی ہین وہ افسوس ملتین جن پر ہوئی ہین غیر کی قایم حکومتین
ہوتے فنا ہین ملک کی اولاد کے حقوق
ملتے ہین غلامون کو آزاد کے حقوق

بولا وہ ماں سے مین بھی ہون یہ خوب جانتا ڈرتا نہین ہون جان سے آگاہ ہے خدا
ہوتا کوئی جو بھائی تو رہتا یہان مین کیا ظالمون سے مارنا بھی تو مان کا نہین روا
لعنت کریگی روح مجھے میرے باپ کی
خدمت کریگا کون بوڑھاپے مین آپکی

ہر اک بسر پہ خدمت مادر ہے فرض عین ممکن نہین کہ آپ کو کلفت ہو مجھکو چین
ہے فرض گرچہ مجھہ پہ وطن کا ادای دین لیکن مقدم اس پہ بھی ہے فرض والدین
دنیا کا لے ثبات یہ سب زیب زینت ہے
قدمون تلے جناب کے میری بہشت ہے

بولی وہ مجھہ سے بڑھکے ہے وہ مادر وطن جس کے زوال کا ہے نتیجہ غم و محن
مجھہ سے تراوجود ہے اس سے ترا بدن ہے زندگی اسی سے وہی جان وہی ہے تن
دیتی ہے رزق اور وہ دولت بھی دیتی ہے
تعلیم اور عزت و حشمت بھی دیتی ہے

مر جاؤن مین تو اس سے نہین تجھکو کچھ ضرر لیکن وطن کے صدمہ سے ہے جان کا خطر
قومون کی ٹوٹ جاتی ہے اس رنج سے کمر دم سے اسی کے جان لے آباد اپنا گھر
آزادی و عروج اسی دم کے ساتھ ہے
گر یہ نہین تو ریت بھی پھر غم کے ساتھ ہے

اولاد نا خلف ہے جو اس پر نہ ہو فدا — ناشکریوں کی دیتا ہے اللہ پھر سزا
عسرت کی ان پہ کرتا ہے نازل بری بلا — رکھتا ہے ان کو نیچ غلامی میں مبتلا

ان سے ہر ایک چیز کو وہ چھین لیتا ہے
غیروں کو ان کی دولت و عزت کو دیتا ہے

محکوم کو سمجھتے ہیں روسی یہ جانور — دیتے ہیں لاد ٹیکس کے اسباب پشت پر
لاکھوں طرح سے کھینچتے ہیں انسے مال و زر — روکھی انھیں کھلاتے ہیں کھاتے ہیں آپ تر

کہتے ہیں قوم پست کو شایان نہیں حقوق
آزاد کے غلام کے یکسان نہیں حقوق

بس کہہ چکی جو کہنا تھا اب رن کو جانہ جا — کچھ شرم ہے تو ملک کی خاطر گلا کٹا
پالے گا مجھ کو میرا ابھی رزاق ہے خدا — جینے سے میرے ملک کو اس فائدہ ہی کیا

بے کار ہوں فضول ہوں دنیا پہ بار ہوں
میں آپ اپنی موت کی اب خواستگار ہوں

یہ کہکے وہ چلی گئی سونے کو پیر زال — جینے کا اپنے جسکو بہت سخت تھا ملال
مرجاؤں زہر کھاکے یہ آیا اسے خیال — یہ زندگی ہے میری بس اب ملک پر وبال

بیزار جان سے ہوئی اور موت بھا گئی
گولی بنا کے زہر کی خود آپ کھا گئی

سوتے ہی میں عدم کو سدھاری وہ نیک ذات — وہ مر گئی یہ رہ گئی دنیا میں اسکی بات
مرنے سے آدمی کے تو مرتے نہیں صفات — سب شئے فنا ہے علم و عمل کو ہے پر ثبات

نادان ہیں کور دل ہیں جنھیں حرص مال ہے
دانا وہی ہیں قوم کا جن کو خیال ہے

وہ دل ہی کیا ہے جسمیں یہ حب وطن نہو — بے بلبلوں کے کوئی الٰہی چمن نہ ہو

الفت بغیر کوئی بھی دولہا دلہن نہ ہو   جھوٹی خوشامدون کا کسی جا چلن نہ ہو

خود غرضیون سے قوم کو یارب بچائیو

بگڑے ہوؤن کو قوم کا یاور بنائیو

عدل فاروقی

اُلٹی ہے آج بزم مین کس نے نقاب دہن   نکلا ہے شرق جسم سے یا ماہتاب دہن

ہے ماند جس سے شمس وہ ہے آفتاب فہن   روشن ہے جس سے وہ کہر وہی آب تاب فہن

پھیلی ضیائے روح حجاب تراب سے

جسطرح نکلے مہر درخشان سحاب سے

الفاظ ہین کہ شمس فلک پر ہین جلوہ گر   نقطے ہین یا کہ صفحہ کا غذ یہ ہین قمر

کششین بھی کہکشان کی مقابل ہین سربسر   سطرین شعاع مہر سے بھی ہوئین تیز تر

یہ دائرے ہین یا کہ مسلسل ہلال ہین

حلقون سے بھی زحل کی منور کمال ہین

قرطاس پر حروف ہین یا انجم فلک   ظاہر ہین ہین سیاہ تو باطن ہین ہی چمک

منہ فق ہے آفتاب کا وہ ہے چمک دمک   تارے چھپین سحاب مین دیکھین اگر جھلک

ہر بیت پر بروج فلک کا گمان ہے

مصرعے ہین دو کہ شمس و قمر کا قران ہے

ہر بند مین ہے بندش اعلیٰ نظام شمس   الفاظ کی کشش سے ہویدا ہے حسام شمس

حرفون کے دائرے ہین کہ کا غذ پہ جام شمس   معنی ہین وہ سرور کہ گویا کلام شمس

معنی و مہر دونون کے انوار خوسا ہین

روشن ہے اس سے ارض تو اس سے فلک بین

مضمون سے وہ بلند کہ ہے پست آسمان	طبع رسا کی جست ہے تا عرش و لامکان
کیا کیجئے خیال کی وسعت یہان بیان	ہے تنگ جس کے سامنے یہ عرصۂ جہان

دلمین تمام ظاہر و باطن کا رنگ ہے
وہ ہین صفا کہ دور و آئینہ دنگ ہے

فکر رسا کا وصف ہو انسان سے کیا بیان	کرتا ہے اسکی مدح تو خود خالق جہان
کہتے ہین اسکی شان مین سردار مرسلان	ہے فکر بہترین عبادات بے گمان

معراج بام عرش یہی غور و فکر ہے
گر یہ نہین تو ہیچ ہر اک شغل و ذکر ہے

جائے فلک پہ اور نہ دم بھر کی دیر ہو	چھانے تمام روئے زمین کو نہ سیر ہو
گر وہ ہو دستگیر تو روباہ شیر ہو	شیر فلک بھی گربۂ مسکین سے زیر ہو

پشہ اسی کے زور سے پیل دمان بنے
قوت سے اسکی مور سلیمان نشان بنے

حلال مشکلات ہے عقدہ کشا ہے یہ	کشاف راز فطرت ارض و سما ہے یہ
سحر و فسون کرشمۂ معجز نما ہے یہ	الہام و کشف و وحی پیام خدا ہے یہ

اس کا مقام عرش معلی سے بلند ہے
جبریل پا سکے نہ جسے وہ پرند ہے

ہان اے عروس فکر اٹھا پردۂ حجاب	جلوہ دکھا الٹ رخ روشن سے اب نقاب
مدت سے رہ گئی ہے کمند پی ساغر شراب	اس بزم مین بھی آج چلے دور آفتاب

پھیلے ضیا دکن سے ہمارے کلام کی
شہرت ہو ہر دیار مین ملک نظام کی

ملک دکن سلف سے ہے مشہور روزگار — جنت نظیر رشک ارم و باغ لالہ زار
آب و ہوا ہے روح فزا اور خوشگوار — زرخیز ہے زمین کہ دفینے ہین بے شمار
سارے پہاڑ نقرہ و گوہر کی کان ہین
معدن کے اعتبار سے دنیا کی جان ہین

ہیرے کی کان اور وہ الماس کوہ نور — شرمندہ آب و تاب سے جس کی ضیا سے طور
شہرت سلف سے جنکی ہے دنیا مین دور دور — یورپ مین جنکی وجہ سے دولت کا ہے وفور
اس خاک پر بہت کرم بوتراب ہین
ذرے بھی اس زمین کے مہ و آفتاب ہین

الماس و لعل سنگ یشب نقرہ و طلا — نیلم عقیق سنگ سیہ اور کوئلا
کھراج سنگ مرمر و یاقوت پر ضیا — بلور مس حدید نمک جست سنکھیا
کانین ہین ان کی ارض دکن مین گڑی ہوئین
یہ دولتین ہین پاؤن کے نیچے پڑی ہوئین

خالق نے اس زمین کو بنایا ہے کان زر — بخشا ہے اسکی خاک کو اکسیر کا اثر
واقف ہیں وہ جنھین ہے معاون کی کچھ خبر — قارون کے گنج دفن ہین ہر ایک گام پر
زرخیزیون کی اسکی کوئی انتہا نہین
پران سے اہل ملک کو کچھ فائدہ نہین

قدرت نے کی ہے دولت فطری انھین عطا — ان کو ہے کیا تمول ارضی سے فائدہ
وہ جانتے نہین کہ معاون ہے چیز کیا — یہ سنڈیکیٹ اور یہ کانین ہین کیا بلا
پردہ پڑا ہے جہل کا چشم بصیر پر
لٹتا ہے گھر وہ سوتے ہین تخت و حصیر پر

صد شکر تو فلک ہے رتبہ میر المسند — مطلع ثانی ہے اوج پر ستارۂ اقبال دردمند

طالع عروج مین ہے مہ و مہر سے دوچند   پھیلی ہے بام عرش پہ اب بخت نے کمند
بام فلک نما یہ کہ چرخ برین یہ ہون
تا ثابت ہوا کہ عرش کی ہین شہ نشین یہ ہون

قصر فلک نما کی بلندی ہو کیا بیان   افلاک جس کے بام کی ہین سات سیڑھیان
گردون ہے جسکی منزل اول کا سائبان   جسکے برآمدے کی ہے اک سقف آسمان
اس وضع کا مکان نہین ساری جہان مین
رحمت مآب سے نظیر تو ہے مثل شاہ نشین

کیا جا ہے شمال ہے عجیب وہ مکان   ہوتا ہے جس پہ گلشن فردوس کا گمان
ساری زمین ہے تا بہ افق تختۂ جنان   باغ بہشت مین بھی لطافت ہے یہ کہان
اشجار سایہ دار کا ہر جا ہجوم ہے
طوبےٰ کا بن ہے ارض دکن مین یہ دھوم ہے

گنجان وہ درخت وہ سرسبز مرغزار   وہ لہلہاتی گھاس کے تختے وہ آبشار
شاداب کھیت اور وہ اشجار باروار   وہ باغ وہ چمن وہ گلستان پر بہار
وہ کیوڑے کے بن ہین وہ جنگل گلاب کے
وہ حوض آب کے کہ پیالے شراب کے

چشمے ہین جا بجا کہین جھیلون کی ہے قطار   تالاب مثل دیدۂ عاشق ہین تین چار
پل کہا کے آب نہر روان ہے مثال ہار   موتی بھی لہرین لیکے بجتی ہے بار بار
گر ماہ وہ چادرون کا غضب ماہتاب مین
عالم دکھا رہا ہے تجلی کا آب مین

کوسون وہ وسعت زار وہ صحرا سے پر فضا   جنگل کا وہ سمان وہ پہاڑون کا سلسلہ
گنبد وہ اونچے اونچے وہ مینار جا بجا   وہ بیچ مین درختون کے مسجد محل سرا

چھایا ہوا دہوان ہے کہ عالم ہے نور کا
جلوہ ہر ایک کوہ مین ہے کوہ طور کا

وہ سامنے شمال کی جانب افق کے پاس — کم کم جہان شفق کا سنہرہ ہے انعکاس
جس جا وفور نور ہے بے حد و بے قیاس — دیکھو دکھائی دیتا ہے کوہ بلند راس
اس پر نشان پائے جناب امیر ہے
ہر ذرہ اس پہاڑ کا مہر منیر ہے

کوہ شریف کہتے ہین سب اسکو خاص و عام — مولا علی کا کوہ اسی کا ہے ایک نام
نام علی سے چونکہ ہے موسوم یہ مقام — اسکے بلند مرتبہ ہونے مین کیا کلام
درگاہ خاص حضرت شیر الہ ہے
جسکی زمین فلک سے ہے یہ وہ بارگاہ ہے

تالاب ایک سامنے آتا ہے وہ نظر — یا ہے زمین پہ چشمہ خورشید جلوہ گر
پانی ہے اس کا نہر لبن سے بھی خوب تر — آب حیات مین بھی نہین خاک یہ اثر
بے آبرو ہو چشمہ کوثر وہ آب ہے
آب گہر سے اس مین فزون آب و تاب ہے

پانی ہے اسکا صاف سبک ہاضم غذا — پاکیزہ خوشگوار خنک اور جانفزا
شفاف اسقدر کہ خجل جس سے آئینہ — دکھلا رہا ہے جھیل مین افلاک کا سما
اجزائے معدنی و نباتی سے پاک ہے
آب حیات اسکے مقابل مین خاک ہے

ساگر حسین کا اسے کہتے ہین خاص و عام — چادر ہے اسکی پختہ تو پشتہ ہے اسکا خام
ہے عرض و طول اسکا کئی میل لاکلام — جاری ہے اسکا آب تلون مین علی الدوام
سیراب اسکے آب سے سب عام و خاص ہین

پانی میں اسکے آب بقا کے خواص ہین

اشجار سے بلند ہین کچھ جا بجا مکان
سر اپنا جن کے در پہ جھکاتا ہے آسمان

مسجد ہے ایک کعبۂ ثانی فلک نشان
روح یروشلم ہے کہ بیت الحرم کی جان

یہ خانۂ خدا ہے مقدس مقام ہے

اسکی زمین فلک ہے تو عرش اسکا بام ہے

کہتے ہیں اسکو مسجد مکہ جو خاص و عام
تعظیم اسکی فرض ہے واجب ہے احترام

ہوتے ہین پانچ وقت نمازون کے اہتمام
ہین مقتدی ملائکہ جبریل ہین امام

پر نور مثل مسجد اقصیٰ تمام ہے

روح روانِ مسجد خیر الانام ہے

مسجد مین وہ نمازیون کا صبحدم ہجوم
شرمائین جنکے داغ جبین سے مہ و نجوم

تکبیر کا وہ شور وہ صلّے علےٰ کی وہ دھوم
وہ ہر طرف نماز کی نیت علے العموم

کوئی رکوع میں ہے تو کوئی سجود مین

کوئی قیام مین ہے تو کوئی قعود مین

وہ فرش صاف اور وہ پاکیزہ صحن دور
ششدر رہے آئینہ بھی صفا جسکی دیکھکر

محراب ہے کہ تیغ ہلالی ہے چرخ پر
جھکتے ہین اسکے سامنے سب سرکشوں کے سر

ہے اسکا عکس قوس قزح آسمان پر

ابروئے مہوشان ہین فدا اس کمان پر

مسجد کے صحن پاک مین ہین اک طرف قبور
پھولون کی چادرین ہین کہ چھایا ہے اُنپہ نور

سوتے ہین اسمین وہ کہ جو تھے آسمان قصور
دارا حشم سکندر ثانی سخی غیور

تیر انداز اجین یہ دکھاتے تھے جنگ مین

بجتے تھے ان کی فتح کے ڈنکے تلنگ مین

عبرت کی یہ جگہہ ہے تاسف کا ہے مقام　　جو اب و خیال تھا وہ تجمل وہ احتشام
تعظیم اب ہے انکی نہ تکریم و احترام　　اعمال نیک قریں آتے ہین انکے کام
دولت گئی نہ ساتھ نہ ملک و حشم گیا
دنیا مین جو کیا تھا وہ رحم و کرم گیا

مینار چار سامنے آتے ہین وہ نظر　　گویا ستون بام فلک ہین زمین پر
احرام مصر روبرو ان کے ہین پست تر　　کوہ ہمالیہ کی بلندی کا گیا اثر
ایسا مکان روئے زمین پر کہین نہین
مضبوط اسقدر کوئی حصن حصین نہین

مغرب کی سمت اور ہے پر لطف کچھ سمان　　تالاب ہین کہین تو کہین ہین پہاڑیان
وہ سامنے درختون کے اوپر ہی کچھ دھوان　　اسمین سے ایک قلعہ کے آثار ہین عیان
شاہان قطبیہ کا دکن مین نشان ہے یہ
جنت نظیر تھا جو کبھی وہ مکان ہے یہ

جس جا تھا شامیانۂ رفعت و پرنیان　　آج اس جگہ ہے بوم کا افسوس آشیان
دن رات جس مکان مین ہوتی تھین شادیان　　چلتا تھا دور ساغر مے ہر گھڑی جہان
آج اس جگہہ سکوت اگر گ و پلنگ ہے
یہ انقلاب دہر ہے دنیا کا رنگ ہے

اس قلعہ کے قریب ہین گنجان کچھ درخت　　کھائے ہوئے ہین دہر کے دہائی ہین انکی رخت
سایہ مین ان کے دفن ہین وہ صاحبان تخت　　اقبال جن کا یار تھا یاور تھا جن کا بخت
سوتے تھے وہ تو مخمل و کمخواب پر مدام
آج انکا فرش خاک ہے بالین ہے خشت خام

گنبد ابھین کے دور سے آتے ہین وہ نظر　　کس شان سے فرازین اٹھائے ہوئے ہین سر

روشن چراغہاۓ کواکب ہین تا سحر — ہے شامیانہ چرخ تو قندیل ہے قمر

خواب عدم کی دیکھیے کب صبح ہوتی ہے

ان بیکسون کے حال پہ شبنم بھی روتی ہے

ان کے یہ مقبرے ہین جو گردون مقام تھے — خوش خلق خوش نصیب سخی نیکنام تھے

عادل تھے سلم دوست تھے قوت مین سام تھے — تلوار کے دھنے تھے ذو الاحتشام تھے

آباد ان سے خطۂ ملک دکن ہوا

جنگل انھین کے فیض قدم سے چمن ہوا

چلنے لگی تلنگ مین پھر مغربی ہوا — اٹھی شمال و غرب سے اک جھومتی گھٹا

ابر کرم نے دشت کو گلشن بنا دیا — آئی بہار کھلنے لگے گل ہزار ہا

ہو ہو کے شاد مرغ چمن بولنے لگے

غنچے بھی مسکرا کے دہن کھولنے لگے

اللہ رے فیض چشمۂ خورشید دین پاک — اکسیر دم مین ہو گئی ملک دکن کی خاک

پیدا ہوئے زقوم سے کیا خوشہاۓ تاک — رشک چمن بنا یہ بیابان ہولناک

ہر سنگ ریزہ مورد فضل خدا ہوا

خالی بتون کے ظلم سے یہ بتکدہ ہوا

پہنچا جو قطبیون کا سر اوج پر عروج — آیا زوال چھپ گئے اقبال کے بروج

کرنے لگے علوم معارف سے وہ خروج — گرنے لگے عروج سے وہ جسطرح خروج

دن رات مہوشون سے انھین ارتباط تھا

رقص و سرود و نغمۂ عیش و نشاط تھا

آتی ہے مال و جاہ کے ہمراہ کاہلی — ہے ہمرکاب عیش و طرب جہل بزدلی

غفلت بگاڑ دیتی ہے سب نظم داخلی — دولت اسی سے قطبیون کی خاک مین ملی

روما کی سلطنت کے اسی سے ستون گرے
یونان کے عزوشان کے نشان سرنگون گرے

علت سے آیا روم و ایران پر زوال
سستی سے اہل ہند کا آخر ہوا یہ حال
افراط عیش سے ہوئے اہل عرب نڈھال
اسلامیون کے ملک اسی سے ہین پائمال

عیاش قوم جو ہے وہ دنیا مین پست ہے
جو محنتی ہے تا بہ فلک اسکی جست ہے

کرتے ہین جو مطالعہ احوال روزگار
ان کی نظر مین ایسی مثالین ہین بے شمار
ہوتا ہے انقلاب دول سے یہ آشکار
جز ذات پاک اور کسی کو نہین قرار

دائم کسی کی فتح کا ڈنکا بجا نہین
قبضے مین ملک و مال ہمیشہ رہا نہین

اسلامیون کا اوج و ترقی ہے کل کی بات
دن انکا عید رات تھی ان کی شب برات
معمور ان کے فیض قدم سے تھی شش جہات
اب تک جہان مین لگے ہین آثار صالحات

کھنڈرون میں انکی عظمت و شوکت کو دیکھیے
دیوار و در شکستہ مین رفعت کو دیکھیے

وہ قرطبہ کی مسجد جامع وہ مدرسہ
یورپ مین جسنے علم کا روشن کیا دیا
پھیلی یہین سے غرب مین وہ نور کی ضیا
جس نے دکھائے علم کے رستے ہزارہا

ملک فرانس فیض سے اسکے چمن ہوا
تعلیم تربیت کا ہر اک جا چلن ہوا

اخلاق و کیمیا و ریاضی و طب نجوم
ما و ہوا نباتات معادن کے سب علوم
دیتے تھے درس انکے مسلمان علی العموم
آزادی خیال مین بھی تھی انھین کی دھوم

مرکز علوم و فضل کا جب قرطبہ ہوا

یورپ کے حال زار پہ فضل خدا ہوا

مروانیون کے عہد حکومت مین قرطبہ — رکھتا تھا علم و فن کے مدارس ہزار ہا
دارالشفا تھے اور تھی بے دام ہر دوا — سڑکین تھیں بے شمار سرائین تھین جابجا
کاریگرون کا تاجرون کا کیا شمار تھا
ہر شخص قرطبہ کا غرض مالدار تھا

ریشم کے کارگاہ تھے ہر جا ہزارہا — مشہور گرز و تیغ و سپر اور خود تھا
ریوڑ یہیں کا جاتا تھا یورپ مین جابجا — اسپین کی ترقیون کی تھی نہ انتہا
یورپ کو اس نے خطۂ یونان بنا دیا
ہر وحشی سفید کو انسان بنا دیا

ہوتے ہین وحشیون پہ مہذب جو حکمران — ان کے اثر سے پھیلتی ہین اُن مین نیکیان
تاثیر میل جول کی کا شمس ہے عیان — ہم رنگ گل ہین پھولون مین کیڑے جو ہین نہان
دم بھر صبا گلون کی جو صحبت مین آتی ہے
پھولون مین پھر بسی ہوئی گلشن سے جاتی ہے

صحبت کا دل پہ پڑتا ہے اس طرح سے اثر — آئینہ مین در آتی ہے جس طرح سے نظر
ہوتا ہے انعکاس خیالات سر بسر — جیسے ضیائے شمس سے ہے بہرہ ور قمر
خاکے مصاحبون کے دلو مین اترتے ہین
انسان صحبتون سے بگڑتے سنورتے ہین

صحبت ہی آدمی کو فرشتہ بناتی ہے — صحبت ہی آسمان سے زمین پر گراتی ہے
صحبت ہی سب گناہون کو رستے بتاتی ہے — صحبت ہی نیک و بد کے نمونے دکھاتی ہے
اصحاب کہف کی جو رفاقت مین سگ رہا
پھر تا بہ زیست صحبت بد سے الگ رہا

مرزائیون کے فیض قدم کی ہین برکتین　　یورپ کو جو نصیب ہوئی ہین یہ دولتین
کھولی ہین زمانہ کو وہ ان کی حکمتین　　پائی ہین جنکی وجہ سے قومون نے عزتین

ہمت مین وہ جوان تھے تو حکمت مین پیر تھے
ہر بات مین خدا کی قسم بے نظیر تھے

اسلامیون کا عدل تھا بے مثل و بے عدیل　　سرکش تھے زیر اور زبردست تھے ذلیل
مور ضعیف پر بھی نہ چلتا تھا زور فیل　　گرگ و پلنگ بچہ آہو کے تھے کفیل

جلاد چرخ ان کی عدالت سے ڈرتا تھا
پیر فلک بھی ظلم کسی پر نہ کرتا تھا

انصاف و عدل ہے صفت رب دو جہان　　بندہ سے وصف خالق اکبر ہو کیا بیان
سب نیکیون کی ایک عدالت یہی ہے جان　　خیر البشر ہین اسکے دل و جان سے مدح خوان

آیا ہے حکم عدل خدا کی زبان مین
نازل ہوئی ہے رحمت حق اسکی شان مین

عادل کا مرتبہ ہے ملائک سے بھی بلند　　دنیا مین سربلند ہے عقبیٰ مین بہرہ مند
اجر اسکا عابدون کی عبادت سے ہے دوچند　　سب نیکیون مین ہے عمل عدل دل پسند

پلہ اسی کی عدل کا میزان مین بھاری ہے
دونو جہان مین فیض عدالت ہی جاری ہے

شاہان دہر کا ہے یہی عدل فرض عین　　لازم ہے بادشاہ کو دنیا پہ اینا دین
سنتا ہے بیکسون کے خدا آسمان پہ بین　　ملتا نہین ہے خاک مین بھی ظالمون کو چین

شاہون سے بھی تو پرسش اعمال ہوتی ہے
سارے گناہ ان کے عدالت ہی دھوتی ہے

بیدار مغز ہے جو سخن شاہ حق نژاد　　دیتا ہے آپ اپنی رعایا کی روز داد

پاتا ہے دادخواہ اسی شاہ سے مراد — اللہ اس سے خوش تو پیمبر ہوا اس سے شاد

عادل کی ہر زمانہ مین توقیر ہوتی ہے
اسکی ہر ایک بات مین تاثیر ہوتی ہے

وہ حضرت عمر کی عدالت وہ اعتدال — کرتا ہے جس کے وصف بیان رب ذوالجلال
تعریف اسکی مجھ سے بیان ہو یہ ہے محال — ہے سد ناطقہ تو زبان قلم ہے لال

وصف عمرؓ خدا و پیمبر سے پوچھیے
اوصاف عدل عادل اکبر سے پوچھیے

کرتا ہوں عدل حضرت فاروق اب رقم — مجرے کو خامہ جھکتا ہے کاغذ پہ دمبدم
سطرین بھی پیشوائی کو صف بستہ ہین بہم — موج حروف بہر سلامی ہے ہر قدم

تیغ الف علم ہے جو تعظیم کے لئے
خم نیزہ ہے قلم بھی تسلیم کے لئے

عہد عمرؓ مین تھا یہ عدالت کا زور و شور — پیل دمان کو ہیچ سمجھتا تھا دل مین مور
چلتا نہ تھا ضعیفون پہ زور آورونکا زور — تھی مفسدون کے واسطے اک جای امن گور

دزد حنا و دزد نگہہ کے خطر نہ تھے
معشوق عاشقون سے چراتے نظر نہ تھے

راہی ہوئے تھے ملک عدم کو جو راہزن — سونا اچھالتے ہوئے پھرتے تھے مرد و زن
رعب عمرؓ سے کانپتے تھے سرکشونکے تن — شیر ژیان بھی ہو گئے تھے خوف سے ہرن

ہر پیر زال رستم ثانی تھی زور مین
بہرام خوف عدل سے لرزان تھا گور مین

ہر مفتری کا خوف عمرؓ سے جگر تھا آب — ظالم کو زیر خاک بھی آتا نہین تھا خواب
چھایا تھا مفسدون کے دلون پر وہ رعب و داب — فاسد ہوا بھی نہین کرتا تھا تن خراب

ہر حلط اعتدال کی حد سے نہ بڑہتی تھی
ہرگز وباغ وہر ہین گرمی نہ چڑھتی تھی

ہر حاکم بلاد تھا وہ عادل زمان
نوشیروان بھی گو رہین تھا جسکا مدح خوان
عدل عمرؓ سے دشت و بیابان تھا گلستان
سرسبز کشت زار تھے باغ ارم کی جان
رشک جنان تھے مزرعہ شاداب ہر طرف
کوثر کے حوض پاک سے تالاب ہر طرف

دن رات تھی ترقی آبادئی بلاد
خوش حال اہل حرفہ تو سب کاشتکار شاد
ہر جا تھا ظلم و جور تعدی کا انسداد
رشوت کا نام بھی تو کسیکو نہین تھا یاد
رہزن مسافرون کے نگہبان تھے راہ مین
منزل مین راہ رو تھے کہ آرام گاہ مین

اللہ رے عدل حضرت فاروق نیک ذات
تعزیر وی پسر کو کسیکی سنی نہ بات
بیٹا موا تو حد زنا سے نہ دی نجات
درّے لگائے لاش پہ اسکی پس ممات
پھر ہو کے خوش جنازہ فرزند پر گئے
بس خاتمہ جہان مین عدالت کا کر گئے

صدمہ پسر کے مرے کا دل پر جو تھا کمال
رویا کلیجہ تھام کے وہ شاہ خوشخصال
کی عرض یہ خدا سے کہ اے رب ذوالجلال
بندے سے تیرا شکرادا ہو یہ ہے محال
بخشندہ خطا ہے خدائے کریم ہے
ستار عیب تو ہے غفور الرحیم ہے

کر عفو جرم اسکا خداوند دو جہان
قہر و غضب سے تیرے کسیکو نہین امان
لرزاں ہین تیرے ڈر سے سلاطین ہر زمان
دہشت سے کانپتے ہین زمین اور آسمان
چاہے تو پل مین کھو کے دنیا کو گاڑ دے

عالم کے انتظام کا نقشہ بگاڑ دے

کس سے بیان ہو تیری بزرگی و عز و شان　　عاجز ہے فہم کنہ سے ہر عاقل زمان
اہل نظر کو طاقت نظارہ ہے کہان　　حیران ہے آئینہ کی طرح دیدہ نہان
ششدر ہے عقل جلوۂ قدرت کو دیکھکر
افلاک سر بسجدہ ہین رفعت کو دیکھکر

ذرہ ہے تیری صنعت کامل کا آفتاب　　خال سیہ ہے چہرۂ قدرت کا ماہتاب
دریائے کن کا قطرۂ ناچیز ہے سحاب　　افلاک بحر علم آلہی کے ہین حباب
خردل سے خورد تر کرۂ ارض و باد ہے
کیا خلقت خدا مین زمین کی نہاد ہے

نسبت زمین کی شمس سے کیا کیجئے بیان　　ہے خال ایک مہر کے رخسار پر عیان
اتنا بڑا ہے کرۂ خورشید بے گمان　　لاکھون زمینین مہر کے داغون مین ہون نہان
ٹکرا گرے جو نیر اعظم کا کوٹ کر
ہو چور مثل شیشہ زمین ٹوٹ پھوٹ کر

اس عظمت و جلال پہ تو ہے وہ مہربان　　ہے مہر ماوری تری الفت کا اک نشان
خلاق مہر و ماہ ہے تو رب دو جہان　　ماہی سے تا بہ ماہ ہے تیرا کرم عیان
خورشید پر ہو قہر تو وہ آب آب ہو
ذرے پہ گر ہو مہر تو وہ آفتاب ہو

رحم و کرم کی تیرے نہین کوئی انتہا　　ہر ذرہ تیرے مہر کا کرتا ہے شکر ادا
رحمت سے تیری کون ہی محروم اے خدا　　تیری نظر مین ایک ہین سلطان ہو یا گدا
شیطان بھی تیرے فضل کا امیدوار ہے
تو ہی تو سب جہان کا پروردگار ہے

تیرے کرم سے قطرۂ ناچیز ہے سحاب — تیری نگاہ مہر سے ذرہ ہے آفتاب
ناکام تیرے فضل سے ہوتا ہے کامیاب — رحمت سے تیری خاک نشین ہے فلک جناب
باغ جہان کرم کی تری اک مثال ہے
بخشش سے تیری گلشن عالم نہال ہے

جاری تھی یہ زبان مبارک پہ حمد رب — خوف خدا سے کانپتے تھے ہاتھ پاؤں سب
رنگت تھی زرد چہرے کی ہلتے تھے مرد لب — روتا تھا زار زار وہ شاہنشہ عرب
فرماتے تھے کہ تیرا خطاوار ہے عمرؓ
غفار تو ہے اور گنہگار ہے عمرؓ

صلے علے جہان مین ہے یہ عدل یادگار — انصاف حق اسی سے ہے لاریب آشکار
عادل کوئی عمرؓ سا نہ ہوئے گا ریہبار — بے مثل و بے عدیل تھا وہ شاہ نامدار
حق نے کیا نبی پہ رسالت کا خا
ہے حضرت عمرؓ پہ عدالت کا خا

خوف خدا جنھین ہے وہ ہین عادل و کریم — آراستہ ہے ان کے لئے جنت النعیم
ہر وقت ظالمون کو ہے روز جزا کا بیم — دل ہی مین ان کے گرم ہے کیا آتش جحیم
جو کچھ کرے گا ظلم سزا اسکی پائے گا
تخم عمل ضرور کوئی بار لائے گا

کرتا ہون اس زمانہ کے حالات اب رقم — اسپین مین جب آئے تھے اسلام کے قدم
یورپ مین تھا عروج جہالت وہ دمبدم — انسان کا خون آب سے بھی قدر مین تھا کم
جور و جفا کا چار طرف زور و شور تھا
جنگ و جدال جہل و تعصب کا زور تھا

گرجا مین پوجتے تھے صلیبون کو برملا — مریم کے بت کی ہوتی تھی تعظیم جابجا

ہر صومعہ بتون کی نجاست سے تھا بھرا ۔ بت جا بجا سے چنے تھے کہ تھے خانۂ خدا
یسیٰ کرشن جی کی طرح پوجے جاتے تھے
مورت پہ ان کے زیور و گوہر چڑھاتے تھے

یورپ مین راہبون کو وہ حاصل تھا کرّ و فر ۔ جھکتے تھے ان کے سامنے سب قیصر و کسر
یہ چاہتے تھے جسکو بٹھاتے تھے تخت پر ۔ دو دو جہان مین ان کے غضب سے تھی مفر
قبضہ تھا ان کا جان و دل و ملک و مال پر
دورح بہشت بیچتے تھے اک ریال پر

زر پر نجات اور سعادت کا تھا مدار ۔ جنت کو مول لیتے تھے راہب سے مالدار
دیتا تھا اسکو دولت دنیا جو بے شمار ۔ کلفت عبادتون کی تھی اسکو نہ خوف نار
ارض جنان قلیل رقم مین جو آتی تھی
بڑھیا بھی اس مین جھونپڑا اپنا بناتی تھی

کہتے تھے پادری کہ ہے دنیا مری بلا ۔ کرتی ہے بیوا ہی اللہ سے جدا
کرتا ہے اسکا عشق گناہون مین مبتلا ۔ ڈستی ہے سانپ بن کر یہ روح مین جا بجا
عاشق کو اس کے چین جہان مین ملا نہین
خامی ہے اس کے فہم کی اس کا گلا نہین

چھوڑو خیال عزت دنیا و سیم و زر ۔ اسکے حصول سے ہین کچھ نفع جز ضرر
دنیائے بے ثبات سے جب جاؤ گے گذر ۔ رہ جائے گا یہین کا یہین سب یہ ماحضر
وقت سفر مین کم ہے جو سامان قلیل ہے
بانگ جرس کے ساتھ روانہ رحیل ہے

تحصیل زر کی فکر جنھیں ہے شبانہ روز ۔ دنیا کے مکر و زور سے غافل ہین وہ ہنوز
سمجھے ہین وہ کہ چہرۂ زر ہے یہ دل فروز ۔ آتش مگر یہی تو نار جہنم ہے سینہ سوز

سرخ و سفید آگ سے ہے یہ سیم و زر ہمیں
نار سقر میں پھکنے کی کچھ بھی خبر نہیں

تھے بر زبان مذمت دنیا کے یہ کلام | لیکن وہ جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے سیم و زر تمام
دولت کے جمع کرنے کا تھا انکو اوں عام | مال و متاع دوسروں کو تھا مگر حرام

ان کے لئے حلال سبھوں کی کمائی تھی
دنیا فقط انھیں کی کنیزی میں آئی تھی

یورپ میں راھبوں کے تمول کا تھا یہ حال | کرتے تھے ان سے قرض کا اہل دول اول
ان کے مقابلہ میں ہے کیا راس چائلڈ مال | قارون کی کیا بساط جو ہوں اس سے ہمیں ہنتال

ہم پلہ انکا اہل غنی میں کوئی نہ تھا
ہم عصر ان کا اہل جفا میں کوئی نہ تھا

وسپایہ حکمراں تھے یہی پوپ پادری | تا ہاں دہر کر نہیں سکتے تھے ہمسری
طاقت تھی قیصروں کی جو کرتے برابری | ہوتے تھے ان کے حکم سے احکام صادری

یہ چاہتے تھے جسکو بٹھانے تھے تخت پر
نافذ تھا ان کا حکم قضا اور بحث پر

سمجھا تھا پوپ روم میں مثل خدائے پاک | حکم اسکا تھا قضا و قدر سے بھی خوفناک
انسان کا خون اس کو بہانے میں تھا نہ باک | کرتا تھا بستیوں کو جلا کر وہ دم میں خاک

بندے خدا کے حکم سے اوسکے فنا ہوئے
افسوس ہے صلیب پہ لاکھوں فدا ہوئے

کہتا تھا پوپ میں ہوں دو عالم کا بادشاہ | میرے غضب سے دونو جہاں میں نہیں پناہ
پڑتی ہے میری مہر کی ذرے پہ جب نگاہ | ہوتا ہے وہ سپہر شرافت کا مہر و ماہ

میرا عتاب قہر خدا کی دلیل ہے

شیطان کی طرح میرا عدو بھی ذلیل ہے

عیسی خدا کا بیٹا ہے میں اسکا جانشین　　وارث خدا کا مین ہون کوئی دوسرا نہین

قبضے مین میرے آج ہین سب آسمان زمین　　احکام میرے دین مسیحی ہیں بالیقین

سب لے اون میرے کس کوئی جنت مین جائیگا

اعمال نیک بھی ہوں تو کب اجر پائے گا

ہے اصول دین مسیحی بطور اب　　تثلیث اسکی اصل ہے باقی ہے فرع سب

اہل صلیب کا یہ عقیدہ ہے کچھ عجب　　عالم کا ایک رب ہے تو انکے ہین تین رب

روح القدس مسیح خدا ملکے ایک ہین

عبد سپیف رب علے ملکے ایک ہین

عیسی خدا کا بیٹا ہے یہ بات ہے عجب　　روح القدس مسیح خدا ملکے سب ہین رب

کہتے ہیں پھر نجات کا عیسی ہوا سبب　　دھوئے ہیں اسنے اپنے لہو سے گناہ سب

جب یہ اصول ہین تو کوئی بھی خطر نہین

آزاد ہین جو چاہے کریں کچھ ضرر نہیں

• بس اے محب دعا یہ کر اختتم یہ کلام　　توحید کی جہان مین ترقی ہو صبح و شام

پھولیں پھلیں ریاض محمدؐ کے لالہ فام　　شاداب و سبز گلشن ایمان رہے مدام

فصل بہار آئے موحد نہال ہون

سبزہ کی طرح دشمن حق پائمال ہون

مرثیہ شہادت امیر المومنین امام المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم رسول اللہ صلعم

ہے ذوالفقار سے بڑھ کے قلم مرا رہا ہے کارزار سخن میں علم مرا
منشی چرخ دیکھے تو ہو جاوے ختم مرا سمجھتا ہے ہر فصیح فصاحت میں دم مرا
مداح عمر کا ہوں مجھے افتخار ہے
بہتر فلک سے بھی مرا عز و وقار ہے

مداح اس کا ہوں کہ جو تھا ناصر نبی محکم بنائے قلعہ اسلام جس نے کی
بعد از رسول جس نے خلافت کی داد دی تسلیم جس کے عدل کو کرتے تھے خود علی
ممکن نہیں عمر کی فضیلت بیاں ہو
ہر موئے تن ستاؤ تو کیونکر زباں ہو

کرتا ہے خود خدا لئے جہاں مدحت عمر قرآن میں انکی خدمت و رحمت کی ہے خبر
ان کی فضیلتوں کو بیاں کیا کرے بشر بعد از نبی بزرگ یہی قصہ مختصر
ہوتی اگر نہ ختم رسالت جہان میں
آتا خطاب ختم رسل ان کی شان میں

یہ وہ ہیں جن کے زور سے قایم ہوا ہے دین یہ وہ ہیں جنکے رعب سے چھپتے تھے اہل کین
یہ وہ ہیں جن کے خوف سے لرزاں تھے مشرکین یہ وہ ہیں جنکے قبضہ قدرت میں تھی زمین
ڈنکا انھیں کی فتح کا دنیا میں بجتا تھا
سر پر انھیں کے تاج خلافت کا سجتا تھا

رکن رکین دین تھا وہ بازوئے مصطفیٰ پائے ثبات ان کا تھا اسلام کی بنا
تھا پائدار ان سے در منزل ہدیٰ ان کے قدم سے گلشن ایماں ہوا ہرا
کوشش سے ان کی نام خلافت بلند تھا

دہشت سے ان کی کفر کا دروازہ بند تھا

پشت و پناہ دین محمد تھا وہ امام | لرزاں تھے جن کے خوف سے شاہان [illegible]
قیصر بھی کانپ جاتا تھا سنتے ہی ان کا نام | خاقان چین بھی انکا تھا ادنیٰ سا اک غلام
کسریٰ کو ان کے [illegible] کا فخر تھا
دارا کو ان کے کفش اٹھانے کا فخر تھا

خورشید عدل و داد تھا وہ آسمان پناہ | عرش ان کا آستان تھا [illegible] بارگاہ
رکھتے تھے سر اسی پہ سلاطین کج کلاہ | دربان تھا ان کے در کا سکندر سا بادشاہ
وہ رعب تھا عمر کا کہ سب تھرتھراتے تھے
انسان تو کیا ملک بھی یہاں سر جھکاتے تھے

کیا منکسر مزاج تھے فاروق نیک ذات | لرزاں تھے جنکے رعب عدالت سے شش جہات
جن کے غضب سے اہل جفا کو نہ تھی نجات | وہ جانتے تھے علم سیاست کے سب نکات
گردون بھی ان کی ہمت عالی سے پست تھا
دنیا کا ان کے ہاتھ میں کل بندوبست تھا

سوتا تھا فرش خاک پہ وہ آسمان جناب | رکھتا تھا ایک خشت سرہانے تہِ خواب
پھرتا تھا پاپیادہ وہ عزت کا آفتاب | گھوڑے نہ تھے جلو میں نہ پیدل تھے ہم رکاب
مطلب نہ جاہ سے تھا نہ مقصود مال تھا
ہر دم فقط رضائے خدا کا خیال تھا

آیا سفیر روم مدینہ میں ایک بار | رکھتا تھا اپنے ساتھ ہدایا وہ بے شمار
لوگوں سے پوچھتا تھا وہ باعجز و انکسار | کس جا ہے قصر حضرت فاروق باوقار
ہے وہ مکان کہاں جو فلک سے بلند ہے
برجوں میں جس کے نور قمر سے دوچند ہے

ہنس کر کہا یہ اہل مدینہ نے اے سفیر　　یاں تو نہ کوئی قصر خلافت نہ ہے سریر
دیبا کا فرش ہے نہ کوئی جامۂ حریر　　گھر میں عمرؓ کے ایک پرانا سا ہے حصیر
تکیہ فقیر کا ہے کہ ڈیوڑھی امام کی
دربار میں پہنچ ہے ہر اک خاص و عام کی

کیا پوچھتا ہے حال شہنشاہ بحر و بر　　کرتا ہے عسر و فاقہ میں وہ زندگی بسر
بھر کر وہ پیٹ جو بھی تو کھاتا نہیں مگر　　روزے پہ روزہ رکھتا ہی یہ ہے خدا کا ڈر
کمل ہے بر میں سر پہ پرانی کلاہ ہے
زینت کا کچھ خیال نہ کچھ حب جاہ ہے

زیر درخت رہتا ہے وہ سایۂ خدا　　رکھتا نہیں وہ قصر نہ کوئی محل سرا
آرام کا خیال نہیں کام کے سوا　　سوتا نہیں ہے شب کو بھی وہ شاہ باصفا
دن بھر تو عدل و داد میں مصروف رہتا ہے
راتوں کو پاسبانی کی تکلیف سہتا ہے

انصاف و عدل و داد کا اس درجہ ہے خیال　　چھپ چھپ کے دیکھتا ہے وہ خلق خدا کا حال
تکلیف میں ہے کون کسے ہے غم و ملال　　تفتیش واقعات وہ کرتا ہے خوش خصال
ڈر ہے کہیں کسی پہ جفا و ستم نہ ہو
امر خدا سے حکم کوئی بیش و کم نہ ہو

سنتے ہی یہ لرز گیا دل میں سفیر روم　　کہنے لگا عمرؓ کی جہاں میں پڑی ہے دھوم
جاری ہے ان کا فیض عدالت علی العموم　　چومے نہ پاؤں انکے جو قیصر ہی ہے شوم
لے چلئے مجھکو جلد عمرؓ کی جناب میں
حلیہ لکھا ہے ان کا خدا کی کتاب میں

سنتا ہوں راہبوں سے مکرر یہ جابجا　　ہوگا عرب میں کوئی شہنشاہ باصفا
عادل۔ خلیق۔ متقی و عاشق خدا　　سردار اولیا و مددگار مصطفےٰ

پھیلائے گا وہ دین محمد جہان مین
توڑے گا باپ کفر وہی ایک آن مین

روما کی سلطنت کو گرائے گا وہ ستون — ہوگا اُسی سے پھر علم کفر سرنگون
دم بھر مین وہ بھائیگا سب ظالمونکا خون — بھولے گا اسکے عدل کو ہرگز نہ چرخ دون

جھنڈا گڑے گا اسکی عدالت کا شام مین
ہوگا ہمائے فتح وظفر اوس کے دام مین

دارا کی عزوشان کے مٹائیگا وہ نشان — ایران اور مصر کو دے گا وہی امان
عظمت بھلائے گا وہ سکندر کی بیکمان — یونان مین کرے گا وہی دین حق عیان

بیٹھے گا اس کے عدل کا سکہ جہان مین
آئے گی بیکسون کی صدا پھر نہ کان مین

یہ کہکے وہ روان ہوا سوئے عمر شتاب — پہنچا حضور سرور گیتی باضطراب
دیکھا پڑا ہے خاک پہ وہ آسمان جناب — چہرے کی وہ ضیا کہ خجل جس سے آفتاب

پڑتا تھا عکس روئے منور جو خاک پر
ہر ذرہ خندہ زن تھا سہیل وسماک پر

روئے عمرؓ کی ٹھیک نہین شمس سے مثال — وہ نار کا کرہ ہے یہ ہے نور ذوالجلال
داغ سیاہ اُس مین تو اسمین نہیں ہے خال — وہ مور د زوال تو اس کا فزون کمال

وہ شعلہ آگ کا ہے یہ جلوہ خدا کا ہے
وہ سنگ ہے یہ آئینہ صدق وصفا کا ہے

پیشانی حضور کو نسبت قمر سے کیا — پر نور یہ ہے اور وہ بے نور ہے کرا
اس مین سیاہ داغ یہ آئینہ خدا — ضو سے اسی کے شمع کواکب مین ہے ضیا

پڑتا اگر نہ عکس جبین آفتاب پر

ہوتا کبھی نہ نور رخِ ماہتاب پر

ابرو کو کیا ہلال فلک سے ہیں دون مثال — ناقص ہے وہ یہ قدرت کامل کا ہی کمال
اس مین کہان یہ حُسنِ خدا داد یہ جمال — گھٹ جائے اور ستم سے دیکھیے جو ایک بال

تیوری چڑھے تو شیر فلک کو بھی بیم ہو
ابرو پہ بل پڑے تو مہ نو دو نیم ہو

تشبیہ چشم حضرت فاروق سے محال — یہ عین ذات اور جہان صورت مثال
نرگس کہون تو اس مین نہین نور ذوالجلال — حیوان نہین جو اسکو کہون دیدۂ غزال

ہون کور و معز آنکھہ کو بادام گر کہون
چشم عمر کو مردم عقل بشر کہون

لفظ الٰہ مین ہے وہ چشمی جو ایک ہے — چشم عمر کو اس سے مُبصر مثال دے
واصل نبی خدا سے عمر ہین رسول سے — اللہ سے ملے گا نہ جب تک عمر ملے

چشم عمر نظارۂ حسن الٰہ ہے
مصنوع صانع ازلی پر گواہ ہے

پلکین ہین یا کہ فوج ملائک کی ہین پرے — کفار جن سے قتل ہوئے مشرکین مرے
جنبش سے جن کی لشکر ہنر کے علم گرے — برپا ہو انقلاب جدہر کو نظر پھرے

چشم عمر سے قہر اگر آشکار ہو
شیر فلک سنان مژہ کا شکار ہو

اللہ کا الف ہی کہ ہے بینی حضور — روشن ہے یا کہ طاق حرم مین چراغ طور
مرسل نے اپنی آنکھہ سے دیکھا ہی تھا نور — یہ شمع وہ ہے جس پہ کہ پروانہ جان حور

یہ تو اسی کی لو کا چراغ قمر مین ہے
جلوہ اسی کے نور کا دیکھو سحر مین ہے

درج دہن ہے گنج زرِ نقدِ معرفت — لب ہیں صدف تو دانت درِ بحرِ عینیت
منھ میں زبان ہے ماہیِ دریائے ماہیت — موجِ محیطِ ذات میں ہے جس کو محویت

لب ریز و صاف چشمۂ قرآن اسی سے ہے
شاداب و سبز گلشنِ ایمان اسی سے ہے

حیرت زدہ تھا دیکھ کے یہ حسن یہ جمال — شکلِ بشر میں خود متجلی تھا ذوالجلال
انسانیت کا دیکھ لیا اُس نے جب کمال — آیا پھر اُس کے ذہن میں ایمان کا خیال

دل نے کہا کہ پائے مبارک کو چوم لے
چشمے سے مہرِ خلق کے فیضِ عموم لے

اتنے میں خواب سے ہوئے بیدار شاہِ دین — دیکھا کوئی سجود میں ہے آپ کے قریں
فرمایا اس نیاز کی حاجت یہاں نہیں — جھک کر سلام بھی نہیں کرتے ہیں مسلمیں

جز حق کسی کے سامنے جھکتے نہیں ہیں وہ
دوزخ میں نارِ شرک سے پھکتے نہیں ہیں وہ

توحید ایک ہے یہی اسلام کی بناء — اللہ کے سوا نہیں معبود دوسرا
فانی ہر ایک شئے ہی مگر اُس کو ہے بقا — اسکی نہ ابتدا ہے نہ ہے کوئی انتہا

موجود ہر جگہ بھی ہے اور بے مکان بھی ہے
سب جانتے ہیں اُس کو مگر بے نشان بھی ہے

مثلِ نظر ہے چشم میں اور چشم سے نہاں — دل ہے مکان اور ہے پھر اس لامکاں
بو کی طرح سے گل میں ہے لیکن نہیں نشاں — ذرّہ میں اور مہر میں دونوں میں ہے عیاں

دریا بھی اور موج بھی ہے اور حباب بھی
باراں بھی اور برف بھی ہے اور سحاب بھی

عالم کی جان ہے وہی اک ذات باکمال — ظاہر کہیں جمال ہے اُس کا کہیں جلال

گاہ ہے بشکل بدر کبھی صورتِ ہلال عاشق کہیں ہے اور کہیں ہے پری جمال

بلبل وہی ہے گل ہے وہی خار و خس وہی
یہ سب تعینات ہیں جو کچھ ہے بس وہی

ہے ذات ایک اور ہیں کثرت سے یہ صفات اسما کے اختلاف سے باطل نہیں ہے ذات
زیور نہیں ہزار یہ سونا ہے ایک دہات خارج نہیں ہیں جز کی حقیقت سے ڈال پات

اعداد بے حساب ہیں پر سب میں ایک ہے
پر بھی وہی ہے اصل میں اپنی جو نیک ہے

توحید ہے یہی یہی اسلام کا اصول لیکن اسی اصول سے واقف نہیں جہول
امداد غیر حق سے طلب کی تو کیا حصول کیا جانیے کہ ان کی دعا ہو یا قبول

بت کو خدا بنائیں خجالت نہیں کوئی
مردے ہیں سب کسی میں بھی طاقت نہیں کوئی

پیر و شہید و قطب و مجاذیب اور ولی شاہ و امیر و حاکم و پیغمبر و نبی
اسکے بغیر حکم ہیں سب مردہ رگلی ان کی کرامتوں میں ہے اسرار کن خفی

خاصانِ حق کے دل میں کوئی جز خدا نہیں
فاعل خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں

جو کچھ کہا رسول نے تھا وہ کلام رب اُمی تھے آپ اور نہ تھا علم مکتب
پھر اس پہ اس بیان و فصاحت کا کیا سبب ممکن نہیں کہ مصلحِ ادیان ہو اک عرب

احمد احد سے ظاہر و باطن جدا نہ تھا
پردہ میں خود خدا تھا کوئی دوسرا نہ تھا

تھا امر رب رسول کا ہر فعل ہر سخن جز نور حق زبان نہ تھی گویا نہ تھا دہن
دل آفتاب مطلعِ مصرِ مبین و دہن روشن اسی کے نور سے ہیں خانہ ہائے تن

خورشید علم گرچہ بزیر زمین گیا

قرآن بھی نور حق ہے وہ ہم سے نہیں گیا

قرآن کلام حق ہے نہیں اسمین کچھ کلام   پڑھتے ہین اور اس کو سمجھتے نہین انام

گر علم بھی ہوا تو عمل سے نہین ہے کام   اللہ منہ سے کہتے ہین دلمین ہے بتا کا نام

اسلام مین نفاق مین ہے دشمنی بہم

ہوتے نہیں کہین بھی شریف و دنی بہم

بعد اس کے حب قوم بھی ہے ایک فرض عین   خیرات ہے خدائے تعالیٰ کا قرض دین

انجل امیر کو نہین دونون جہان مین چین   دولت خود اس کیواسطے کرتی ہے شور و شین

کیا ہے بقائے نام جو پختہ لحد ملے

زر ہے وہی کہ جس سے حیات ابد ملے

کب خدمت وطن سی ہین افضل عبادتین   بندون پہ حق کے چاہیے کرین عنایتین

وہی ہین خدا نے رحم کی خاطر یہ ثروتین   ہوتی نہین ہین بخل کی مومن مین عادتین

معیار مسلمین بھی ایثار نفس ہے

ہے بخل کفر اور سم مار نفس ہے

مومن رہ خدا مین لٹاتا ہے مال و زر   دل مین عباد حق کے بناتا ہے اپنا گھر

اس قصر کو حوادث عالم سے کیا خطر   محکم مثال گنبد گردون ہے سر بسر

سب جانتے ہین غیر کو ہرگز فنا نہین

لیکن جو اپنے پاس ہے اُس کو بقا نہین

ہمدردی بشر ہی ہے اسلام کا شعار   کافر وہی ہے جس مین نہین درد سوگوار

کھاتے نہین ہین رحم یتیمون پہ اہل زار   کرتے ہین مال و زر بھی غریبون کا نذر مار

گو آج قوم و ملک کا وہ زر اڑا لینگے

کل غیر اُن سے گوہر و زیور اُدھڑائینگے

ہے مسلمین پہ فرض مسلمان کی مدد ہاں ہو وہی عوام میں اُنکو ہے جد و کد
کرتے نہیں سوال اعانت کبھی رد وہ جانتے ہیں خلق میں ہی جلوہ گر احد
دیتے ہیں ہیں غیر کو خالق کو دیتے ہیں
اور اس پہ ایک دیتے ہیں اور دس کو لیتے ہیں

کسب حلال صنعت حرفت ہے اصل دین کاسب کی عزتیں بھی کرتے ہیں مسلمین
حرفوں کو اور پیشوں کو بد جانتے نہیں ہادی ہمارے اہل تجارت تھے بالیقین
دنیا میں اتقاء عبادت ہی کام ہے
کسب حلال اور قناعت ہی کام ہے

اسلام میں ہے کفر مغلظ گدا گری جز حق کسی سے مانگنا ہے شرک داوری
مومن گداگری کی ذلت سے ہے بری وہ دیکھتا ہے کسب و قناعت میں برتری
دست طلب سے مشرک رزاق ہوتے ہیں
یہ بھیک مانگتے نہیں اسلام کھوتے ہیں

خالق نے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کہ کسب کر عقل و ہنر سے اور مشقت سے پیٹ بھر
کرتے ہیں مال مفت پہ جو زندگی بسر وہ ہیں خدا و خلق سے محجوب سر بسر
ناشکر ہیں قوا سے نہیں کام لیتے ہیں
بے مزد دوسروں سے مگر دام لیتے ہیں

جب عقل ہے تو کیوں نہ تعقل سے کام لیں کسب و معاش ہی میں توکل سے کام لیں
آفت میں صبر اور تحمل سے کام لیں محنت سے پست ہوں نہ کاہل سے کام لیں
سمجھیں عطا خدا کی جو محنت سے کچھ ملے
پھل ہے وہی جو اپنی ریاضت سے کچھ ملے

ہین عورتون کی دین محمدؐ مین عزتین
بیٹی ہین اس نے نوعِ مقدس کی دولتین

تھین ان کو کم سمجھنے کی مردون مین عادتین
بدتر وحوش سے تھین کئی اُن مین خصلتین

عورت کو گائے بھینس سے بھی جانتے تھے کم

احسان والدہ کا بہت مانتے تھے کم

اسلام ہی نے زن کو ہلاکت سے دی نجات
دخترکشی اُٹھی تو فنا کو ملی حیات

جاتی رہی عرب سے غلامی کی سخت رات
دن عید عورتون کو ہے اور شب شبِ برات

ممنون کیون نہ ہون کہ بلا سر سے ٹالی ہے

اسلام نے بھنور سے یہ کشتی نکالی ہے

زن کے حقوق کم نہین مردون سے دین مین ہین
حرہ کہین بھی لونڈیان شرعِ متین مین ہین

غضِ نظر کے حکم کلامِ مبین مین ہین
بچھڑو سو سے حرام دلِ مومنین مین ہین

زیبا نہین ہے مرد کو عورت سے سوءِ ظن

آتی نفاق و کفر سے لیکن ہے بوئے ظن

تعلیم عورتون کی ہے اس دین مین فرضِ عین
لازم ہے والدین کو اول ادائے دین

بے علم و معرفت نہین انسان کو دلکو چین
جہل اُن پہ کرتے ہین افلاک شور و شین

جیتی ہین طوطیون کی طرح اور مرتی ہین

تا زیست اپنے حال پہ افسوس کرتی ہین

عورت مین بھی خدا کی تجلی ہے جلوہ گر
وہ بھی کمالِ قدرتِ خالق ہے سر بسر

مردون کی طرح اس مین بھی ہے سر دل و جگر
اسکو بھی نفع علم سے ہے جہل سے ضرر

اُس کا بھی دل ہے علم و ریاضت کیواسطے

وہ بھی ہوئی ہے خلق عبادت کیواسطے

بے علم عورتون کو خدا سے نہین ہے کام
افسوس کام ان کا کیا جہل نے تمام

جس دل میں نورِ حق نہ ہو مردہ ہی لاکلام — بے معرفت حیات بشر ہے برائے نام
انسان بغیر علم کے انسان ہی نہیں
مردے میں سب بدن ہے مگر جان ہی نہیں

فرما چکے کلام فصاحت نظام جب — تقسیم کر دیے وہ ہدایا وہیں پہ سب
رخصت کیا سفیر کو دے کر یہ حکم رب — اسلام ہے رضائے خدا کا بڑا سبب
قیصر ترا خدا پہ جو ایمان لائے گا
سچی نجات دونوں جہان میں وہ پائے گا

مطلع
چھبیسویں کی رات قیامت کی وہ سحر — وحشت بھی جس کے خوف سے کہتی تھی الحذر
تھا صبح میں سیاہی و دیجور کا اثر — الٹا توا تھا چرخ پہ خورشید سر بسر
ہر تار تھا شعاع کا یا تیرِ آہ تھا
وہ نور تھا افق میں کہ دودِ سیاہ تھا

اس صبح کی شفق میں یہ وحشت کا تھا اثر — گویا دھوئیں سے اٹھتے تھے شعلے ادھر ادھر
موجِ سیاہ خون کی تھیں آسمان پر — بدلی کے ٹکڑے ماہیٔ بریان تھی سر بسر
جو جرم تھا فلک کا وہ ظلمت نشان تھا
کالے لہو کا ایک محیط آسمان تھا

تھا ظلمتِ فلک کا زمین پر یہ انعکاس — چہرہ سحر کا مثلِ سرِ شام تھا اداس
اس انقلاب نو سے زمانہ کو تھا ہراس — پہنا تھا غم سے ارض نے بھی ماتمی لباس
کالی بلا سحر کو فلک سے جو آئی تھی
روئے زمین پہ ایک اداسی سی چھائی تھی

صحرا و دشت و کوہ و گلستان تھے سب اداس — ساکت تھے سب طیور دلوں میں تھا یہ ہراس
شاخوں پہ خوفِ صبح سے بیٹھے تھے پاس پاس — کالی بلا کو دیکھ کے جینے کی تھی نہ آس

چلتی تھی جب ہوا تو کلیجا دھڑکتا تھا
گرتے تھے پھڑپھڑا کے یہ پتا کھڑکتا تھا

غنچے خموش اور گلوں کے اوداس رنگ　　پژمردگی پہ دیکھ کے تھیں بلبلیں بھی دنگ
وہ تھی چھپے نہ اُن میں طبیعت کی وہ اُمنگ　　غرق الم سے پھول تھے نظروں میں اُنکی سنگ
ڈوبا ہوا جو دل تھا سحر غم کی چاہ میں
زخم دہن تھا خندۂ گل کسی نگاہ میں

سکتے میں سرو تھا لب جو صورت الم　　یاہو سے قمریوں کی ہویدا تھا درد و غم
پڑتا تھا عکس سرو جو پانی پہ دمبدم　　تھی ماتمی لباس میں گویا کہ حور یم
آنکھوں سے نے سطح آب پہ دریا بہائے تھے
موج و حباب درد و فغاں لے دکھائے تھے

دستور کی تھی یہی صبح لا کلام　　مسجد میں اس سحر کو ہوا قتل وہ امام
جس نے کیا تھا دین محمد کا انصرام　　جس نے کئے تھے زیر سلاطین روم و شام
بعد از نبی عمر کی فضیلت میں شک نہیں
انکی لیاقتوں میں خلافت میں شک نہیں

لکھا ہے یہ کہ ایک مدینہ میں تھا غلام　　فارس وطن تھا اور تھا فیروز اسکا نام
گمنام کا تھا عرف ابو لولو نمک حرام　　بد اصل و بد مزاج و بد اطوار و بد لجام
دیوانہ سگ تھا غیض میں گم کردہ راہ تھا
کینہ میں انتقام میں مار سیاہ تھا

تھا آدمی کی شکل میں شیطان نابکار　　بے رحم و بد سرشت و بد اخلاق و بد شعار
مردود بارگاہ خداوند کردگار　　لعنت کا تھا اسی کے گلے میں ازل سے ہار
ہر مکر و ہر فریب میں شیطان سے دونا تھا

بدخلقیون کا ایک مجسم نمونا تھا

دل کی جگھہ یہ سینہ مین تھا نفس کینہ ور
سندہ تھا خواہشون کا نہ تھا کچھ خدا کا ڈر
بہتر تھا اس پلید سے حیوانیت مین خر
دنیا کے نیک و بد کی نہ تھی اوسکو کچھ خبر
آنکھین تھین دل کی کور تو کچھ سوجھتا نہ تھا
اور جسم بھی تھا کور تو کچھ سوجھتا نہ تھا

یہ روسیاہ گبر مغیرہ کا تھا غلام
صنعت کو جانتا تھا کماتا تھا زر مدام
دیتا تھا اپنے آقا کو پیسے مین دہ چھ دام
تھا بے وفا دروغ کا پتلہ نمک حرام
غیظ و غضب کا اوسمین جہالت کا زور تھا
خائن بھی تھا بخیل بھی تھا گبر کا چور تھا

اک روز آیا خدمت اقدس مین بے حیا
کرنے لگا شکایت آقا وہ برملا
کی عرض مجھ پہ ظلم مغیرہ کا ہے بڑا
بھاری وہ کر ہے ہو نہین سکتی ہی جو ادا
دستے کمائی آقا کو خود زہر کھائی
جو اٹھ سکے نہ بار وہ کیونکر اٹھائی

پوچھا امام وقت نے کیا جانتا ہی کام
کی عرض کتنے کام سے واقف ہی یہ غلام
نجار ہون لوہار ہون نقاش لاکلام
فرمایا تینون کامون کی ہر جا ہی قدر عام
ان صنعتون کی دہر مین ہر وقت قدر ہے
چرخ معاشرت کا تو صناع مدر ہے

فرمایا روز دیتا ہے آقا کو کیا رقم
بولا کہ سات آنے بڑا مجھ پہ ہے ستم
فرمایا تیری آمد روز آنہ سے ہے کم
خست سے ہے تری اور ہے پھر اس پہ یہ الم
تجھکو تو استغاثہ کا کوئی سبب نہین
آقا کو گر ہو تجھ سے شکایت عجب نہین

یہ سُن کے وہ غلام گھبرایا بہت اُداس　　غیض و غضب سے صورتِ مخبوط بدحواس
سر پر تھا بھوت اور تھا شیطان بھی لگی پاس　　خنّاس قلب بخس میں سینہ میں خنزیاس
جوشِ غضب سے وہ سگِ دیوانہ بن گیا
قتلِ عُمر کا دل میں ارادہ ہی ٹھن گیا

مسجد میں رات کو وہ چھپا دشمنِ خدا　　جسطرح دل کے کونے میں شیطان ہو چھپا
وقتِ سحر جو آیا جماعت ہوئی بپا　　پڑھنے لگا نماز امامت کا پیشوا
صف بستہ سب تھی آگے عُمر خود امام تھے
حاضر خدا کے پاس نمازی تمام تھے

مسجد میں جب گیا وہ محمد کا جانشین　　خنجر کا وار چل گیا کانپا تن زمین
کاری لگے تھے زخم پر اُٹھے امام دین　　تھے ابن عوف پشت شہنشاہ کی قرین
اپنی جگہہ پر اُن کو کھڑا کر کے گر پڑے
حق ثبات و صبر ادا کر کے گر پڑے

گہرا ہے زخم خنجر خونخوار الغیاث　　روو ے شکم جگر بھی ہیں افگار الغیاث
سب خونِ جسم بہہ گیا اک بار الغیاث　　غش میں پڑا ہے دین کا سردار الغیاث
فریاد ہے کہ شہر مدینہ اُجڑتا ہے
دنیا پہ آج غم کا فلک ٹوٹ پڑتا ہے

فرمایا غش سے چونکے قاتل کا کیا ہے نام　　کی عرض دوستوں نے کہ فیروز بدلجام
ہے قاتلِ جناب مغیرہ کا وہ غلام　　دوزخ میں تا ابد وہ بھکیگا نمک حرام
فرمایا حق کے دین پر ایمان تو نہیں
قاتل ہے میرا گر مسلمان تو نہیں

بعد اس کے تین دن رہی بیمار شاہِ دین　　کاری تھا زخم موت کا تھا آپ کو یقین

اس بات پہ بھی تھا خیالِ ترقی مسلمین
فرمایا انتخاب سے میرا ہو جانشین
یہ سلطنت نہیں کہ وراثت کا پاس ہو
زیبا ہے امرِ دین میں لیاقت کا پاس ہو

وارث نبی کا کون ہے جز امتِ نبی
امت میں بھی وہی ہے جو ہے مردِ متقی
اور اتقا کے ساتھ لیاقت بھی ہو بڑی
واضح ہوا اس پہ سرِ خلافت خفی جلی
ہر بات میں بڑا ہوا جو تم میں آج ہے
زیبا اسی کے سر کو خلافت کا تاج ہے

فرما چکے تو بند ہوئے چشم اور لب
رونے لگے یہ دیکھ کے خویش و قریب سب
کلثوم بنت فاطمہ کا حال تھا عجب
سر پیٹ کر علی یہ پکارے کہ ہے غضب
حسنین سینہ کوٹتے تھے اور روتے تھے
سب اہل بیت اشک سے چہرہ کو دھوتے تھے

واحسرتا جہان سے رخصت ہوئے عمرؓ
برپا ہوئی قیامت صغریٰ زمین پر
شہر مدینہ ہو گیا اندوہ غم کا گھر
دشمن بھی اور دوست بھی ہر جا تھی نوحہ گر
روتے تھے اور عدل عمرؓ یاد کرتے تھے
سب اہل عدل نالہ و فریاد کرتے تھے

تاریخ پہلی تھی وہ محرم کی حسرتا
جب مہرِ عدل وداع بزیرِ زمین گیا
حاصل ہوا عمرؓ کو شہادت کا مرتبہ
ہر جا ہوئی یادگار میں اک مجلس عزا
ہر قوم پر ہے فرض جو ہے راہبر کا ذکر
اک دن تو سال بھر میں ہو تازہ عمرؓ کا ذکر

بس اے محب کہ بزم میں رقت کا جوش ہے
ماتم کا اہل بزم میں پیدا خروش ہے
بے ہوش سب ہیں کس کو سماعت کا ہوش ہے
دریائے غم میں غرق ہر اک چشم و گوش ہے

اس حادثہ کو سنکے سب انسان روتے ہین
اور اہل عدل و داد تو بس جان کھوتے ہین

مرثیہ شہدائے طغیانی رود موسیٰ

(واقعہ یکم رمضان ۱۳۲۶ھ)

جب صبح روز حشر نمودار ہو چکی — اونچی شعاعِ مہر بھی نمودار ہو چکی
تیر بلا کی چرخ سے بوچھار ہو چکی — موسی خدا کے حکم پہ تیار ہو چکی
سیلاب رود نیل کا سر سے گزر گیا
غفلت سے اہل گھر کو بیدار کر گیا

وہ صبح واقعی شب دیجور کی تھی شام — چہرہ تھا آفتاب کا غم سے سیاہ فام
خون سیاہ رنگ شفق بھی تھا لالہ فام — ویرانۂ قہر مطلع خورشید تھا تمام
ظلمت نے بڑھ کے شمع فلک کو بجھا دیا
ابر سیہ نے نور سحر کو چھپا دیا

صحرا و باغ و دشت مین وحشت کا تھا سمان — ڈر سے طیور صبح درختون مین تھے نہان
سکتہ مین گل تھے بند تھی بلبل کی بھی زبان — جانکاہ خوف چشم سے نرگس کی تھا عیان
سنبل کے بال غم سے پریشان تھے دوش پر
ششدر تھے سرو بارش باران کے جوش پر

وہ خوفناک رات قیامت کی وہ سحر — پھٹتے تھے جسکے ڈر سے فرشتون کے بھی جگر
کہتے تھے کانپ کر ملک الموت الحذر — جبریل زیر عرش کھڑے تھے بصد [illegible]
جنبش تھی عرش حق کو یہ تھرا رہا تھا
کروبیان کی چشم مین عالم سیاہ تھا

بلدہ پہ قہر حق کا نمایاں ہوا اثر   ندی چڑھی تو ہوغرق آوے سبکے سب بسر
طوفان نوح آگیا ہر شخص کو نظر   تھا ڈوبنے کا شہر کے ہر ایک کو خطر

ڈوبے جو پل تو شور قیامت بپا ہوا
کہ اگر پڑی تو جان کا خطرہ سوا ہوا

بھاگے گھروں کو چھوڑ کے ہر سمت مرد و زن   تھا کوئی ننگے پاؤں کوئی تھا برہنہ تن
بیٹے کو ماں پکارتی تھی بھائی کو بہن   دولہا کہیں تھا اور کہیں اک رات کی دلہن

بھاگڑ میں عورتوں پہ مصیبت سوا ہوئی
سر ڈھانکنے کو بھی نہ میسر ردا ہوئی

اتنے میں سیل آب گھروں میں ہوا سوا   گرنے لگے مکان دھڑا دھڑ ہر ایک جا
سامان گھروں کا سیل میں بہہ کر سب چلا   لاکھوں ہی آدمی بھی بہے وا مصیبتا

اسباب جاندار تو تھے کس حساب میں
انسان مچھلیاں نظر آتے تھے آب میں

چمٹا تھا کوئی ناٹ سے کوئی درخت سے   کوئی لپٹ کے بہہ رہا تھا چوب سخت سے
صندوق سے تھا وصل کوئی کوئی تخت سے   پہنچا شجر کی شاخ پہ تھا کوئی بخت سے

ڈھانچے پہ کوئی سقف کے حیران بیٹھا تھا
بہتے ہوئے درخت پہ انسان بیٹھا تھا

بچہ چلا ہے بہہ کے کھڑی دیکھتی ہے ماں   کھنچتی بہن ہے پیٹ کے سر ہائے بھائی جان
بیوی میاں کے سامنے پانی میں ہے رواں   شوہر کی لاش سے کوئی لپٹی ہے نیم جان

پانی میں کوئی ماں کے بچانے کو گرتا ہے
بیٹے کو باپ کھینچ کے لانے کو گرتا ہے

کچھ چڑھ گئے تھے اونچے درختوں پہ جابجا   جڑ سے وہی اکھڑ کے بہے وا مصیبتا

پانی مین اُن درختون کا تھا کچھ عجب سما — شاخون مین پھل تھے آدمِ زندہ ہزار ہا
آئی جو موج غرق تہِ آب ہوگئے
دم مین وہ سب شجر شجرِ خواب ہوگئے

کچھ دور مہدون کا تھا مٹھ ایک پائدار — دیوار دور سے جسکے بلندی تھی آشکار
سنگین مثالِ قلعہ تھا جس کا کہ سب حصار — ندی کو جانتا تھا وہ پانی کی ایک دہار
طوفان و سیل اس نے کئی بار دیکھے تھے
کچے مکان غریبون کے مسمار دیکھے تھے

اس مٹھ کی سقف پر تھا زن و مرد کا ہجوم — ندی نے بڑھ کے چوم لئے اسکے بھی قدوم
ڈوبا حصار جب تو پڑی ڈوبنے کی دہوم — بچتے کہان کہ سر پہ اجل تھی مثالِ بوم
دم بھر مین مٹھ کے سب در و دیوار بہگئے
سو آدمی اجل کے گرفتار بہگئے

طغیانی عجیب کا کیا کیجے بیان — پانی بلند ہوکے فصیلوں سے تھا روان
دروازہ ہائے شہر کے محراب تھی نہان — پانی پہ ہاتھ بھر تھین منڈیرین فقط عیان
سر سے پلون کے آب سر نیزہ بلند تھا
ڈھیلا عمارتون کا ہر اک جوڑ بند تھا

بحرِ محیط پاٹ تھا ندی کا لاکلام — ہر سمت زیر آب بلندی کے تھی مقام
ڈوبا ہوا تھا ہر در و دیوار سقف و بام — خشکی کا دور تک نہ نشان تھا کہین نہ نام
پتھر گھٹی سے گوشہ محل تک جو آب تھا
موسیٰ کا پاٹ گنگ و جمن کا جواب تھا

گوشہ محل کے حوض تک آیا تھا سیل آب — تھا توپ خانہ سیل سے سب منہدم خراب
ڈوبا جو فیل خانہ بڑھا اور اضطراب — فیلانِ مست آب مین کھاتے تھے پیچ و تاب

چنگھاڑ ہاتھیون کی فلک تک بلند تھی
پھکتے تھے صور وحشت مردم و دو چرند تھی

ہاتھی ڈبا ڈ آب تھا سڑکون پہ بھی رواں — راہین تھین بند چار طرف جائین اب کہان
سقفون پہ چڑھ گئے کہ ملیگی وہان امان — آئی جو موج بھگئے سب سقف و سائبان

ہر طرف سڑک پہ در و بام گرتے تھے
پختہ مکاں مثلِ درِ خام گرتے تھے

تھا حاسب صوب بھی سیلاب پُرخطر — تھا برج پیشلہ تہ امواج سر بسر
بازار گھاسی کا نہ پتا تھا گیا کدہر — غرض سطحِ آبِ سیل نہ آتا تھا کچھ نظر

چارون طرف فصیل کے موجونکا شور تھا
سیلاب مین ہین تو قیامت کا زور تھا

سنگِ فصیل زور سے پانی کے بہہ گئے — پتھر بڑے بڑے کہین گر گر کے رہ گئے
موجون سے کے جو مکان تھپیڑون کو سہہ گئے — وہ بعد خیر ارکان مین زندون کو کھ گئے

سنگین عمارتون پہ تکبر نہ کیجیو
دامن مین نامِ حق کے امان جا کے لیجیو

وہ زورِ آب تھا کہ نئے پل بھی ٹوٹ کر — دیوارین نذرِ آب ہوئین رہ گئے تھے در
سے خنئے حدید پل کی بھی اب حالتِ تبر — محراب اور ستون گری جا کے دور پر

سحر ہی جدال مین قدم اُس کا جو گر گیا
بنیاد پل اکھڑ گئی اور غار پڑ گیا

ہے کہنہ پل کا حال بھی کچھ قابلِ بیان — پانی مین ڈوب کر ہوا آنکھون سے وہ نہان
دیوارین بہہ کے دو در گرین رہ گئین کمان — اس پر بھی بچ گئی تھی ہر اک سنگ سے عیان

باقی رہا جو اتنا سا منہدم ہوا

ثابت پلون سے خوب جدوت قدم ہوا

چادر کے گھاٹ کا جو ہے پل اک بہت بڑا | پانی کے زور شور سے یہ بھی بہت لڑا
الزر کی طرح ہی پانی مین تھا کھڑا | غار عمیق ایک طرف اس مین بھی پڑا

آخر کو زور آب نے کس بل دکھا دیا
غارت گری کا اس پہ بھی سکہ بٹھا دیا

پوچھو نہ واقعہ پلِ مسلم کی جنگ کا | طوفان آب سے یہ لڑائی لڑا ہوا
دیوارین بھگئین تو عجب پل کا تھا سما | تھا دو تک ستونون کمانون کا سلسلہ

پل کی سڑک سہی تو خمیدہ اُبھار تھے
تودے برنگِ پشت جمل بے شمار تھے

وہ پاٹ وہ بلندی آب اور وہ جوش موج | موجون کی ہر طرف تھی روانہ ہزار فوج
ندی ہوئی تھی قلزم طوفان زدہ کی زوج | تھا بخت بد سے چرخ چہارم پہ اسکا اوج

ڈرتھا کہ آسمان کی کشتی نہ ڈوب جائے
کروبیان عرش کی بستی نہ ڈوب جائے

موجون پہ ہر طرف تھے روانہ درخت دور | مثل حباب آب پہ تھے ڈوبتون کے سر
تخت اور پلنگ کرسی و صندوق آتے تھے نظر | دیگین کہین تھین اور کہین پیپے کہین سپر

ماٹیں کواڑ چوکٹین چھپر پل بہتے تھے
گھوڑے گدھے غنم شتر اور بیل بہتے تھے

کہتے ہین لوگ فیل بھی دو ایک بھگئے | چوہون کی طرح ریت مین وہ بھی دب کے رہ گئے
موجون کی سختیان تہ افلاک سہ گئے | جانون کو دے کے سب یہی بات کہہ گئے

تھا ناز ہمکو جسم کی قوت پہ زور پر
آئی اجل تو بس نہ چلا کچھ بھی مور پر

مطلع ثانی

غم سے بہت نڈھال ہون ساقی پلا شراب
ہو جام مے مین اس رخ روشن کی آب و تاب
جس کے کمال حسن سے شرمائے آفتاب
جسکی نگاہ لطف سے عاشق ہی بہرہ یاب
پیش نظر ہر آن تصور ہو یار کا
نام آئے خواب مین بھی نہ میرے خمار کا

وہ نشہ ہو کہ دو نو جہان کا نہ غم رہے
خوش ہو کے ہر مصیبت دنیا کو دل سہے
موج فنا سے کشتی عالم اگر بہے
اس وقت بھی یہ مست نہ چونکے نہ اف کہے
محو خیال یار رہون بعد مرگ بھی
جانان ہی سے دو چار رہون بعد مرگ بھی

ہان اے خیال یار مرا دل اچاٹ ہے
بحر غم فراق مین قلزم کا پاٹ ہے
سینہ پہ عاشقون کے کئی من کی لاٹ ہے
دریائے عشق کا نہ کنارہ نہ گھاٹ ہے
ندی مین ڈوب کر تو ہزارون سنبھل گئے
غرقاب عشق دونو جہان سے نکل گئے

ساقی شراب وصل کا اک جام دے مجھے
مدت سے بیقرار ہون آرام دے مجھے
پھر روز عید فطر کا پیغام دے مجھے
اس مرثیہ کا ایک یہ انعام دے مجھے
تا عمر پھر نہ خواہش دنیا و دین کرون
مایوس وصل یار سے ہو کر نہ مین مرون

بجھتے ہی چار دن کے یہ طوفان کم ہوا
نظرون مین سیل آب بھی آہوئے رم ہوا
ندی کے زور و شور کا اپنا قدم ہوا
خشکی کا عین نہر مین برپا علم ہوا
اترا جو آب اور بھی وحشت سوا ہوئی
لاشون سے پٹ کے خشک زمین کربلا ہوئی

لاشین پڑی تھین خاک پہ اسطرح جا بجا
جیسے کہ فرش برگ ہو زیر شجر بچھا

لپٹے تھے ساتھ ریت پہ بیکس نے آشنا   تھے ایک دوسرے کے بہم وصل دست و پا
نامحرمون سے بعد فنا یہ ملاپ تھا
یہ وہ کہان کہ غیر بھی اسوقت باپ تھا

لاشہ کسی حسین کا تھا ریت پر پڑا   مردہ کوئی وہانے مین موری کی تھا اڑا
کیچڑ مین کوئی تا کمر و ناف تھا گڑا   کوئی شگاف مین تھا نگین کیطرح جڑا
چمٹا ہوا تھا کوئی ستنے سی درخت کے
نازک بدن پہ زخم تھے ٹکڑی تھی رخت کے

تھی خاک پر برہنہ کسی مہ جبین کی لاش   رگڑون سی موج آب کی سب تن تھا پاش پاش
کانٹون کا گل سے گالون پہ تھا جا بجا خراش   تھا انقلاب دہر سی گنج نہان بھی فاش
چہرہ جبین و صدر و شکم آشکار تھا
ساری کے بدلے جسم پہ ہلکا غبار تھا

لاشون پہ لاشے مردون پہ مردے تھے جا بجا   جو دب گئے مکانون مین انکا نہ تھا پتا
ندی مین بہہ گئے تھے جو مردے ہزار ہا   وہ کرگس اور زاغ و زغن کی ہوئی غذا
بہہ بہہ کے مردے ساحلِ مدراس تک گئے
ساتھ ان کے سب مکانونکی اساس تک گئے

موسی کی دونو سمت تھے انبار خشت و سنگ   تھے ریت مین دبے ہوئے سب دار خشت و سنگ
مسمار ہوکے بہہ گئے بازار خشت و سنگ   باقی تھی نام کو بھی نہ دیوار خشت و سنگ
چوبینہ کا پتا نہ کویلو کا نام تھا
در کا نشان نہ کچھ اثرِ سقف و بام تھا

سامان بہہ گیا جو رہا زیر خاک تھا   اس پر بھی ہر مقام مین چورونکا باک تھا
مردہ کا کھینچتا کوئی کان اور ناک تھا   ہر عضوِ لاش قیمتی زیور سے پاک تھا

اترے لباس مردوں کے ننگے بدن ہوئے
گرد و غبار جسم پہ ان کے کفن ہوئے

سب بے رحم لوٹنے لگے مردوں کا مال و زر
تھا غم ہر ایک دل میں خوشی تھی انھیں مگر
سمجھے یہ کہ ہم کو بھی درپیش ہے سفر
اس حادثہ کا بھی نہ ہوا دل پہ کچھ اثر
سیلاب لطفِ زیست ہر اک سے لے گیا
لیکن یہی بروں کے لیے جشن ہو گیا

کچھ حال اہلِ درد بھی اب کیجیے بیان
فوجیں مدد کے واسطے ہر سمت تھیں رواں
اٹھتا تھا اہلِ شہر کی آہوں سے بھی دھواں
تھا ہر طرف سکوت کا چھایا ہوا سماں
صدمہ یہ تھا کہ اُف نہ زباں سے نکلتی تھی
سکتہ تھا رنگ صورتِ مردم بدلتی تھی

سب سے سوا تھا حضرتِ اعلیٰ کو رنج و غم
چہرہ تھا زرد لب پہ فغاں اور چشم نم
کہتے تھے ہائے ٹوٹ پڑا مجھ پہ کیا الم
برباد شہر ہو گیا کیسا ہوا ستم
صدیوں میں جو بنی تھی وہ بستی بگڑ گئی
دولت ہمارے عہد کی ندی میں گر گئی

روئے اس حادثہ سے بہت دیر تک حضور
صدمہ سے ہو گیا دلِ نازک تھا چور چور
خدام دست بستہ کھڑے تھے جو دور دور
ششدر تھے دیکھ کر غم و اندوہ کا وفور
دل میں دعائیں حضرتِ اقدس کو دیتے تھے
ہمدردیِ بشر کا سبق ان سے لیتے تھے

رقت کو ضبط کر کے دیا حکم لاجواب
شاہی مکان پھر رعایا میں ہوں انتخاب
کہنہ حویلی اور چوسے محلے کے کھولو باب
پوچھوں گا میں جو میری رعایا ہوئی خراب
تکلیف کوئی ان کو ذرا بھی جو ہوئی گی

شامت سبھوں کی آئیگی تقدیر روئیگی

ہوتے ہی حکم ہوگیا مجلس کا انعقاد — شورے مین سب کے ساتھ ہوئی خود جناب شاد
دیتا ہر ایک رکن تھا رحم و کرم کی داد — آمادہ تھا مدد یہ کوئی آپ خوش نہاد

حکام وقت ٹوٹ پڑے انتظام پر
ماتحت بھی تھے ساتھ شب و روز کام پر

ہر جا ریلیف فنڈ کا اعلےٰ تھا انتظام — پک پک کے روز بٹتا تھا ہر ذات کو طعام
ہر اک مقام پر تھی یہ تقسیم صبح و شام — روزون کا ماہ واقعی شوال تھا تمام

بے خانمان تھے جتنے وہ مہمان شاہ تھے
مہمان نواز خود شہ بیکس پناہ تھے

کپڑے دوپٹے سازیان بٹتی تھین جا بجا — نقد اور اُدھار ملتا تھا کپڑے کے بھی سوا
تھا وقف بیکسون کے لئے گنج عامرہ — صرف ۸ دستے سکہ حالی ہزار رہا

آفت زدون کی ہر طرح امداد کرتے تھے
ویران شدہ مقامون کو آباد کرتے تھے

تھی پردہ والیون کی جو حالت بہت خراب — ڈوبین بھلین وہین ہی افسوس بے حساب
مانع ہوا تھا جان بچانے کا وہ حجاب — جس کے سبب سے سنگ دلون کا جگر ہے آب

پردے سے ان پہ اور مصیبت سوا ہوئی
باقی بچین تو فاقہ کی نازل بلا ہوئی

ان کی مدد کے واسطے پھرتی تھین لیڈیان — لیکن نہ بیگمون کا تھا نہین کہین نشان
اسوقت بھی یہ اپنے مکانون مین تھین نہان — وردان مین اپنی جنس کا بتلاؤ تھا کہان

پردے سے سب اخوت اسلام مٹ گئی
نسوان کی قوم جب ہوئی گمنام مٹ گئی

واکر کی اور حیدری صاحب کی بیویان — اور نائیڈو کی دختر خوش طبع خوش بیان
آئین ریلیف فنڈ کی مجلس مین سب بے تکان — ہمدردی بشر سے تھین ہر گھر مین وہ روان
محلون مین بیگمات تو مصروف خوب تھین
اقوام غیر طالب خیر و ثواب تھین

بس اے محب خموش رہ یہ خلاف ہے — اعمال بد سے بلدۂ آباد صاف ہے
ناحق یہ درد قوم کا لاف و گزاف ہے — خدمت وطن کی سہل نہین کوہ قاف ہے
عزلت مین بیٹھ بند زبان کو کیے ہوئے
مست خیال یار ہو ہر دم پیے ہوئے

نالۂ دردمند

جب پردۂ افق سے برآمد قمر ہوا — پیدا جہان مین شام کو نور سحر ہوا
پر نور چاندنی سے رخ بحر و بر ہوا — پھیلی یہ ضو کہ آئینہ ہر بام و در ہوا
افشان چنی ہوئی تھی فلک کی جبین پر
اک چاندنی کا فرش بچھا تھا زمین پر

جنگل کا وہ سمان وہ شب ماہ کی بہار — چاندی گلی ہوئی تھی کہ جاری تھی آبشار
اوراق نقرئی نظر آتے تھے جوئبار — امواج مثل برق چمکتی تھین بار بار
چشمون مین عکس نور رخ ماہتاب تھا
اک چاند تھا فلک پہ تو اک زیر آب تھا

پھیلا تھا آب پر یہ شعاع قمر کا نور — گوٹے کا فرش بچھا تھا جنگل مین دور دور
دریا مین عکس بدر تھا یا غوطہ زن تھی حور — خلاق مہر و ماہ کا پانی مین تھا ظہور
سارا سمان فلک کا غرض زیر آب تھا

ہر موج کہکشان تھی ستارہ حباب تھا

پورا وہ چاند اور پہاڑون کی وہ قطار — ٹکڑا تھا خام چاندی کا ہر سنگ کوہسار
تھی بادلوں سے رحمت یہ ہر کوہ کے بہار — شبنم کی لڑیون سے مزین سر چھا

بالائے کوہ نور کے لاکھون ہی لگے تھے
بادل تھے جو افق مین وہ چاندی کے تھاکتے

کیا دلفریب تھا یہ شب ماہ کا سماں — ہر شاخ رنگ سے جلوہ معبود تھا عیان
سبزے پہ رے وخت تھی سب جائے جنان — ہر سو ستارے برق چمکتی تھین پتیان

سبزے پہ تھا جو عکس صنوبر کھنچا ہوا
زیر شجر تھا فرش مشجر بچھا ہوا

شفاف چاندنی وہ درختان سایہ دار — پتون سے نور آتا تھا چھن چھن کر بار بار
وہ چاندنی کے پھول چنبیلی کی وہ بہار — خوشبو سے جنکی باد صبا بھی تھی عطر بار

چلتی ہوا تو کہار شب بھی چہکتے سے تھے
جنگل بھی سارے پھولونکی بو سے مہکتے تھے

جھیلون کے گرد تھا کہین اشجار کا ہجوم — آتی تھی کان مین کبھی آواز چغد و بوم
جنگل مین گیدڑون نے مچائی تھی ایک دھوم — روتے تھے بار بار وہ کلکب علی العموم

مینڈک تھے حوض مین لب دریا چکور تھے
ان سب کے ساتھ جاورین گرینکے شور تھے

دلچسپ تھا نظارہ قدرت یہ اسقدر — مجھکو نہ تھی ذرا بھی سر و پا کی کچھ خبر
اتنے مین اک مکان بڑا سا ہے نظر — سقف فلک کو چومتا تھا جو اٹھائے سر

کیا دلفریب اسکی بلندی و پستی تھی
دیوار و در شکستہ یہ حسرت برستی تھی

کچھ رہگیا تھا گرنے سے باقی جو یہ مکان　　معلوم اس سے ہوتی تھی اسکے مکین کی شان
ابتک ستون کھڑے تھے نہ تھا سقف کا نشان　　برجون سے اسکے عظمتِ تعمیر تھی عیان
موجود کچھ نشان تھا ابھی تک سریر کا
یہ قصر بادشاہ کا تھا یا وزیر کا

پر اس کا ایک حجرہ ابھی تک تھا پائدار　　آواز اس سے آتی تھی رونے کی بار بار
حیرت ہوئی یہ مجھکو کہ ہے کون سوگوار　　اس درد کی صدا نے کیا دلکو بے قرار
صدمہ ہوا یہ دل کو کہ آنسو نکل پڑے
امنڈا کلیجہ آنکھون سے چشمے ابل پڑے

دل مین کہا یہ مین نے کہ ہے کون خستہ تن　　کیون رات کو یہ روتی ہے کیا ہی اسے محن
لاتی ہے لب پہ کسلئے یہ یاس کے سخن　　خاوند سر سے اٹھ گیا غالب یہی ہے ظن
مفلس ہے پاس کوئی بھی ہمدرد و زن نہین
مردا پڑا ہوا ہے میسر کفن نہین

یا مبتلائے دردِ جگر ہے کوئی غریب　　افلاس کے سبب سے میسر نہین طبیب
مفقود ہے علاج دوا بھی نہین نصیب　　ظاہر ہے یہ فغان سے کہ اب موت ہی قریب
بے خبر جو جان کا خوف و خطر بھی ہو
انسان وہی ہے جسمین کہ دردِ بشر بھی ہو

بے درد آدمی سے تو بڑھکر ہین دام و دد　　خونخوار ہین یہ انسے کے یاور ہین دام و دد
انسان خود غرض کے برابر ہین دام و دد　　شہوت پرست قوم سے بہتر ہین دام و دد
اعضا کو دردِ عضو گوارا کبھی نہ ہو
ہمدرد آدمی کا مگر آدمی نہ ہو

افسوس اس زمانہ مین ہمدرد ہین کہان　　اپنی غرض سے کام ہی مرجائے سب جہان

گر فائدہ ہو کوئی تو حق کو کرین نہان   باقی نہین ہے نام رفاقت ثواب یار

لٹ جائے ملک ان کو لٹیرون سے کیا غرض
آباد گھر ہوا نیا تو اورون سے کیا غرض

دیکھین کسی پہ ظلم تو آنکھین چرائین یہ   کاٹین گلے غریبون کے رشوت اڑائین
جلسون مین لاکھ درد کی باتین بنائین یہ   مشکل مین قوم کے نہ کبھی کام آئین
سنگ حرم کو توڑ کے لاتون سے پھینکدین
کعبہ کو کھود کر انہین ہاتھون سے پھینکدین

یہ سوچتا ہوا جو چلا مین سوئے شمال   آتا تھا ہر قدم پہ یہ میرے دل مین یہ خیال
ہندوستان کی عورتون کا کیا بُرا ہی حال   آہون سے انکے آیا ہی اس قوم پہ وبال
مردون مین اس جگہہ کے حمیت کی بو نہین
جس جا کہ عورتون کی کوئی آبرو نہین

پہنچا انہین خیالون مین جب اس مکانکے پاس   دیکھا اوگی ہوئی در و دیوار پہ ہے گھاس
گرتے ہوئے ستون سے ٹپکتی ہے ایک یاس   تعمیر نوکی اب نہین باقی ہے کوئی آس
تعمیر کیا ہو کھانے کو دانہ نہین رہا
دولت نہین رہی وہ زمانہ نہین رہا

سننے لگا مین بیٹھ کے آواز دردناک   ہوتا تھا سنگ دل کا کلیجہ بھی جس سے چاک
پیکان آہ توڑتے تھے سینۂ سماک   شور فغان سے چونکتے تھے خفتگانِ خاک
زاری یہ تھی کہ جس سے دلِ یم لرزتا تھا
نالون سے بام عرش معظم لرزتا تھا

کہتی تھی کوئی زن یہی رو رو کے بار بار   تنہا ہے ایک جانِ حزین اور دُکھ ہزار
جلتی تپ درون سے ہون مین صورتِ چنار   مجھ سا نہ ہو گا کوئی زمانہ مین دلفگار

کیا ہے سوں کے دُکھ تجھے بھاتے ہیں اے فلک
اتنا نہیں کسی کو ستاتے ہیں اے فلک

شوہر کا اپنے جا کے کروں کس سے میں گلا
پھر کر بھی دیکھتے نہیں صورت مری ذرا

بیوی جو مجھ سے ہوتے ہیں ہر بات میں خفا
لونڈی کا اور میرا برابر ہے مرتبہ

کانٹا جو ون کہیں تو کہیں تیر رات کی
مجھ سے تو آج تک نہ کبھی ہنس کے بات کی

وہ کسبیوں میں خوش ہیں تو ہوں گھر میں میں اداس
اون سے بہت جلیس ہیں تنہائی میری پاس

اب تو نہیں ہے مجھکو کسی کی بھی کوئی آس
امید جب ہو قطع تو کیونکر نہ ہو ہراس

تقدیر کے لکھے کا کوئی کیا گلا کرے
پیوند مجھکو خاک کا جلدی خدا کرے

شادی سے کون سی ہوئی راحت ہمیں نصیب
عزت کہاں ہے روز کی ذلت ہمیں نصیب

ہر طرح کی ہے اب تو مصیبت ہمیں نصیب
شوہر کی بھی ہوئی نہ رفاقت ہمیں نصیب

پردیس جائیں وہ تو رہیں ہائے گھر میں ہم
باہر وہ خوش ہوں اور مریں دردِ سر میں ہم

پردیس میں وہ رہتے ہیں گھر میں پڑی ہوں میں
گھبرائی صحن میں کبھی در میں کھڑی ہوں میں

جیتے ہی جی مکان کے اندر گڑی ہوں میں
پتھر سے سخت جانی میں بڑھکر کڑی ہوں میں

بیوی نہیں ہوں میں جو انہیں مجھ سے کام ہو
موت آئے بھی کہیں مرا قصہ تمام ہو

لیتے نہیں خبر مری برسوں خدا گواہ
جھوٹوں بھی پوچھتے نہیں وہ حال میرا آہ

جب خود غرض ہوں مرد تو گھر کیوں نہ ہو تباہ
دنیا میں ایسے لوگوں سے ہم کرتے ہیں پناہ

لونڈی سے بڑھ کے مرد ہمیں جانتے نہیں

سوہمی کا مرتبہ ہی وہ پہچانتے نہین

جانے کا اون کے ساتھ ارادہ کرون اگر — بے شرم مجھکو ہائے بتاتا ہے سارا گھ
کہتی ہے ساس غیظ مین یہ مجھسے آنکر — مردون کے ساتھ کرتی ہین کیا عورتین سفر

باہر نکلکے ذات مین بٹا لگاؤگی

انگریزنون کی طرح سے کیا ساتھ جاؤگی

لکھی پڑھی جو ہوتی تو لکھتی مین اونکو خط — اظہار حال اپنا تو کرتی کسی نمط
دو حرف لکھہ سکے ہیجتی اونکو غلط سلط — ابتو ہے دوسرون کا بہروسہ مجھے فقط

سن لین جو غیر چار طرف بات جاتی ہے

اپنون سے بھی کہون تو مجھے شرم آتی ہے

افسوس باپ مان نے پڑھایا نہ ہمکو کچھ — خاوند نے بھی ہائے سکھایا نہ ہمکو کچھ
سسرال والون نے بھی بتایا نہ ہمکو کچھ — قسمت نے اس چمن مین دکھایا نہ ہمکو کچھ

عزت سے عورتون کو تو انسان رکھتی ہین

ہندوستان مین ہمکو تو حیوان رکھتے ہین

حالت ہماری وحشیون سے بھی ہے پست تر — آزاد وہ ہین قید مین کرتے ہین ہم بسر
اپنی ضرورتون سے ہین آگاہ جانور — دنیا و دین کی ہمکو نہین مطلقاً خبر

خالق کو اور عبد کو پہچانتے نہین

اعمال نیک و بد کو بھی ہم جانتے نہین

ہے فرض کیا طریقۂ خیر الوریٰ ہے کیا — بتخانہ کیا ہے کعبہ ہے کیا کربلا ہے کیا
ہے کفر کیا ہدایتِ دین ہدیٰ ہے کیا — کیا چیز حشر و نشر ہے روز جزا ہے کیا

جاہل کو سنگ اور خدا دونون ایک ہین

راہِ ثواب اور خطا دونون ایک ہین

کعبہ نماز و صوم ہے مردون کیواسطے — سب وعظ و پند قوم ہے مردون کیواسطے
تخویف بخل و لوم ہے مردون کیواسطے — ترغیب ترک نوم ہے مردون کیواسطے
ہم مین نہین ہین فہم کے شاید قوا کوئی
نسوان کے واسطے نہین حکم خدا کوئی

جنت مین جائین مرد تو نار سقر مین ہم — مسجد مین وہ نماز پڑہین ہائے گھر مین ہم
داخل نہین ہین امت خیر البشر مین ہم — کیسے ذلیل و خوار ہین سب کی نظر مین ہم
زینت کا غیر کفو کو دکہانا حرام ہے
کیا عیدگاہ مین ہمین جانا حرام ہے

جاتے ہین مرد مسجد جامع مین ہفتہ وار — پڑہتے ہین ہر نماز جماعت سے دیندار
سنتے ہین وعظ و پند جوانان ہوشیار — محروم ان ثوابون سے پر ہم ہین کردگار
ان مردون کے واسطے ساری خدائی ہے
دوزخ ہمارے ہی لئے تو نے بنائی ہے

ہر مرد کے لئے تو ہین جنت مین قصر و حور — کھانے کو میوے پینے کو ہر دم مئے طہور
تفریح کو ہے باغ ارم نغمۂ طیور — دیدار حق جو چاہین تو دیکھین خدا کا نور
لطف بہشت کیونکہ اوٹھائین گی عورتین
جنت بغیر علم نپائینگی عورتین

نادان ہمین سمجھتے ہین کم فہم مرد وے — مغرور اپنی عقل پہ کیسے ہین یہ موے
پیدا ہمارے پیٹ سے سارے نبی ہوے — تنہا یہ کھینچ سکتے ہین گاڑے کی دو جوے
اپنی ترقیون کا تو ہر دم خیال ہے
بے عورتون کے مرد ہین کیا مجال ہے

کہتے ہین مرد عورتین رکھتی نہین دماغ — اس بات کا بتائین ملا کسطرح سراغ

آدم کے ایک نور سے روشن ہین دو چراغ   آما و اک درخت کے یہ دونون سو ہے یہ بار

نوعیت ثمر کی معرف ہے رنگ و بو

پھولون کا کس شجر کے مخالف ہے رنگ و بو

ہوتے نہ مرد تو نہین ہو عقل و دماغ و سر   علم و ہنر مین کرتین ترقی نہ اسقدر

یہ سچ ہے مین عورتون کی کتابین ہین معتبر   ہین لیسٹلے ہے ... ی تو کوئی ہے ڈاکٹر

مشق جہاز رانی و کمپاس کرتی ہین

اے بی سے بی اے تک لڑکیاں اب پاس کرتی ہین

چکی بھی پیسنی نہین آتی مگر ہمین   واللہ اب تو زیست ہوئی درد سر ہمین

پردے نے کر دیا ہے جو بے بال و پر ہمین   قید فرنگ سے بھی یہ بدتر ہے گھر ہمین

بچون کو کیسے پالین جئین خاک کھا کے ہم

کسطرح مدرسون مین پڑہین ہائے جا کے ہم

کن کن مصیبتونکو کرین اپنی ہم بیان   ہوتا نہین ہے ہم سے تو اب سوز دا

پھلتا ہے تن نکلتا ہے آہون سے بھی دہوان   ڈر ہے کہین نہ نالون سے جل جائے آسما

دنیا مین اپنے درد کا چارہ نہین ہے اب

اے چارہ ساز ضبط کا یارہ نہین ہے اب

مردون سے اپنے ہمکو تو کچھ بھی نہین ہے آس   انکو غرض نہین ہے کہ ہم خوش ہون یا ادا

مر جائین بھی تو یہ نہ کھڑے ہون ہمارے پاس   بے اعتنائی انکی بڑہاتی ہے اب ہرا

بدخواہ عورتون کا جو ہو نیک خو ہے وہ

ہمدرد جو نسا کا ہے انکا عدو ہے وہ

سچا جو خیر خواہ ہے انکا وہ ہے غیر   دشمن کو اپنے سمجھے ہین یہ اپنا

شیطان رہنما تو ضلالت ہے ان کی سیر   مکار کھینچتے ہین انہین سے

گو مفت وہ کتاب تو لیتے نہین ہین یہ
کوڑی بھی قوم کے لئے دیتے نہین ہین یہ

ظاہر ہمارا حال ہے سب تجھپہ ایخدا فاقون سے اب تو جسم مین طاقت نہین ذرا
اوڑھتی ہون جب تو کانپنے لگتے ہین سب اعضا پنکھا سا مارے ضعف کے ہلتا ہے دل مرا
تو جانتا ہے زیست بسر جیسے کرتے ہین
بے آب و دانہ ہمکو تو ہفتے گذرتے ہین

دن بھر کے بعد شام کو ہوتے ہین جو نصیب چکی مین پیستی ہون انہین آپ مین غریب
دو روٹیان پکاتی ہون مین رات کے قریب شدت کی اشتہا مین یہ ہین نعمت عجیب
ملتی ہے جب غذا تو ترا شکر کرتی ہون
دوزخ کو ساگ پات سے مین اپنی بھرتی ہون

عریان تنی کا اپنے کرون کس سے مین گلا سر پہ ہے بارکین کی بوسیدہ سی ردا
ٹانگون مین ٹاٹ ہی کا ہے پاجامہ اک پھٹا جوتا نہین نصیب تو پھرتی ہون ننگے پا
سونے کو اس مکان کا بس ایک کونا ہے
بستر ہے خاک فرش زمین کا بچھونا ہے

پردے سے اور بڑھ گیا حسرت کا ہائے دکھ بے پردگی کا ڈر تو شرافت کا ہائے دکھ
نکلون جو گھر سے مین تو ملامت کا ہائے دکھ سر پر ہمارے آیا قیامت کا ہائے دکھ
کٹ جائے ناک کنبے کی باہر جو جاؤن مین
سودا سلف خرید کے کس طرح لاؤن مین

پیسا بھی ہو جو پاس تو بازار جائے کون کھانے کی چیزین وہ بھی قیمت سے لائے کون
کپڑے کے دام پھر کے دکانین چکائے کون تکلیف میرے واسطے اتنی اٹھائے کون
آئے ترس کسی کو تو ہون جو کہین نصیب

ہمکو تو یون تیل بھی ہوتا ہے نہیں نصیب

پھرون پڑوسیون سے مین کرتی ہون التجا تب جا کے کوئی لاتا ہے سودا سلف ذرا
کرتی ہون اونکے حق میں شب و روز مین دعا گروہ کرین نہ کام تو پھر زور میرا کیا

آبا کا عز و جاہ ملا خاک مین ہے اب

پردے کی سختیون سے تو دم ناک مین ہے اب

دنیا مین کوئی ہم سا نہین مبتلائے غم بیہودہ ریت رسمون کے سہتی ہین ہم ستم
مردون کے ظلم و جور ہین اولاد کے الم اللہ کا ہے حال یہ اپنے بہت کرم

آتی نہین ہے موت ہمین مر دم مرتے ہین

کیا زندگی ہے جینے کے دن تیر کرتی ہین"

سکھ چین یہ بہن ہوا دل جو بے قرار رو کر کہا یہ مین نے کہ اے رب کردگار
یہ باندیان ہین تیری مصیبت سے دلفگار زندہ برائے نام تو مردون مین ہین شمار

مظلوم ہین غریب ہین مردون مین خوار ہین

رحم و کرم کی تیرے یہ امیدوار ہین

بیوگان ہند کی حالت

کہتی ہے بیوہ رو کے کہ اے خالق کریم تیرے سوا نہ ہے کوئی والی نہ ہے رحیم
محتاج مین ہون اور ہین بچے مرے یتیم فاقہ کشی سے حال ہمارا ہے اب سقیم

سوزش سے دل کے زخم یہان اب ٹپکتی ہین

روتی ہون جو بھوک سے بچے بلکتے ہین

کیا بیوگی کا صدمہ جانکاہ ہو بیان تجھ سے نہین چھپا ہے دلوں مین جو ہے نہان
جز قبر اس بلا سے کہین بھی نہین امان بہتر ہے یہ کہ تن سے نکل جائے اب تو جان

کیونکر ستی نہ ہون تو بتاوے مین کیا کرون
کب تک مین اس رنڈاپے کے صدمے سہا کرون

کسکو غرض ہے جو کوئی بیوہ کا ہو معین — ہمدرد ہند مین کوئی رانڈون کا اب نہین
کرتے نہین ہین عقد بھی بیوہ سے اب کہین — رنڈوے بھی ڈھونڈتے ہین کوئی باکرہ حسین

معذور عورتین ہون یہی بندوبست ہین
اس ملک مین وہ جانورون سے بھی پست ہین

کس طرح سے پلین یہ یتیمان خورد سال — پردہ نشین ہون کس سے کرون جاکے مین سوال
نکلی نہین ہون گھر سے کبھی مین شکستہ حال — مانع حیا ہے اور ہے پردہ کا بھی خیال

اس درد کی بتائے کوئی کیا دوا کرون
کوئی ہنر بھی یاد نہین ہائے کیا کرون

کس طرح دون مین بچون کو تعلیم اے خدا — قایم نہین یتیمون کا یان کوئی مدرسہ
ان پڑھ رہین گے ہاے مرے اب یہ لقا — آوارہ ہوکے نام مٹائین گے باپ کا

اُستاد پاس ہے نہ میسر کتاب ہے
جاہل رہے اب انکی بھی مٹی خراب ہے

افسوس مین بھی تو نہین ذی علم ذی ہنر — ورنہ مین آپ انکو پڑھاتی شکستہ پر
مان ہوتی خود مدرسہ مکتب جو ہوتا گھر — حاجت نہ تھی جو پھرتی انہین لیکے دربدر

ماؤن کی تربیت کے یہ اعلے نتیجے ہین
یہ عورتون کے علم کے ادنے نتیجے ہین

سوداگری کرون تو کہین گے یہان کے لوگ — بیوہ نے خوب اپنے میان کا لیا ہے جوگ
باطن مین اور بھید ہے ظاہر مین ہے یہ سوگ — باقی نہین رہے گی اب عصمت نہ یہ بروگ

بیپار کرکے عورتین عزت ڈبوتی ہین

مردون سے جو ملین وہ کہین پاک ہوتی ہین

چرخا ہی کاتون گر تو نہین اسمین فائدہ ۔ دن بھر تھکاؤن ہاتھ تو پاؤن کہین ٹکا
آنکھون کا پھوڑنا ہے سلائی مین اور کیا ۔ پھر پلے کی کل نے خاک مین ہمکو ملا دیا

معلوم ہے خدا کو ہمارا جو حال ہے
مشکل ہے زیست عمر کا کٹنا محال ہے

دو حرف جانتی تو نہ ہوتی مین یون تباہ ۔ ہوتا کسی شریف کے گھر مین مرا نباہ
یا اپنا ہی مکان بناتی مین درس گاہ ۔ پیشہ معلمی کا نہین ہے کوئی گناہ

تعلیم خاص سنت خیر الانام ہے
اس کام کی بزرگی مین کسکو کلام ہے

گر جانتی مین فن طبابت کے کچھ اصول ۔ ہوتی معالجہ ہی سے دولت مجھے حصول
کر لیتی اسپتال کی یا نوکری قبول ۔ راحت سے عمر کٹتی نہ ہوتی کبھی ملول

بچون کو علم کے لیئے جرمن کو بھیجتی
اپنی کمائی سے انہین لندن کو بھیجتی

انسان وہی ہے آئے جو دکھ مین کسیکے کام ۔ طب کے شریف ہونے مین ہے قوم کو کلام
وارث ہین انبیا کے طبیبان نیک نام ۔ ہین مستفیض ان کی تجارب سے خاص و عام

پیر و حکیم پیرو غرض ایک فن کے ہین
وہ روح کے طبیب یہ عالم بدن کے ہین

پردے نے کر دیا ہمین بے پر ہی اسقدر ۔ ہم جانتے نہین کہ ہے دنیا کی کیا خبر
کیڑون کی طرح کرتے ہین ہم زندگی بسر ۔ رہتے ہین تا بہ زیست گھرون مین شکستہ پر

مرنے کے بعد قبر مین سب جا کے سوتی ہین
ہم جیتے جی مکانون مین مدفون ہوتی ہین

یہ بیوگی یہ درد یہ تنہائی یہ بے کسی　　پردے کی سختی اور یہ افلاس یہ بے بسی
جاؤں تو کہاں کہ رسم کی چکی میں ہوں پسی　　ناگن رواج کی مجھے ہائے غضب ڈسی
کس سے کہوں جو ہند کی رسموں سے حال ہے
پنجے سے ان غنیموں کے چھٹنا محال ہے

اس بیوہ گی میں پردے کی آفت بھی ہے بڑی　　دیوار و در سے کرتی ہوں باتیں میں ہر گھڑی
سختی کو جھیلتی ہوں اٹھاتی ہوں میں کڑی　　بستر پہ منہ چھپائے ہوئے رہتی ہوں پڑی
وہ اٹھ گئے جلیس مرا اب کوئی نہیں
جز بے کسی انیس مرا اب کوئی نہیں

ہوتا ہے رنج و غم کا مرے دل پہ جب ہجوم　　پھرتی ہوں شب کو صحن میں گنتی ہوئی نجوم
بیدار رات بھر میں رہتی ہوں مثلِ بوم　　مجھ سا نہ ہوگا کوئی زمانے میں اور شوم
ہمسائیاں بھی میری نہیں غمگسار آہ!
سائے سے میرے بھاگتے ہیں رشتہ دار آہ

جاؤں اگر کسی کے مکاں کو میں خستہ تن　　ہوتے ہیں بدگماں سبھی مجھ سے مرد و زن
دیتی ہے ساس گالیاں ماں بھی ہے طعنہ زن　　ہمجولیاں بھی لاتی ہیں لب پر برے سخن
اپنوں سے کچھ غرض ہے نہ غیروں سے کام ہے
ملنا بھی عورتوں سے مجھے اب حرام ہے

انساں فطرتاً ہے جو ہمدرد و ہم جلیس　　وحشی بھی ڈھونڈ لیتا ہے اپنا کوئی انیس
دانا کے پاس بیٹھے تو ناداں ہو فطیں　　تنہا درشتہ رہتا ہے یا [illegible]
دنیا میں پاؤں دھرتے ہی مجبور ہم ہوئے
آپس کے میل جول سے مایوس ہم ہوئے

گر عورتوں میں بیٹھیں تو ہو دور رنج و غم　　دکھ اپنا ہم بیان کریں ان کا سنیں الم

سنتے رہیں حوادثِ عالم جو روز ہم   اپنی مصیبتوں کا بھی دل پر اثر ہو کم
پر وہ جو حکمِ رب سے زیادہ نہ کرتے ہم
گھٹ گھٹ کے اسطرح سے گھروں میں نہ مرتے ہم

ٹھنڈی ہوا کو ہائے ترستے ہیں گھر میں ہم   گھٹتے ہیں کوٹھڑیوں میں لو آتے ہیں در میں ہم
ہیں مبتلا بخار میں ضعفِ جگر میں ہم   کرتے ہیں زیست اپنی بسر دردِ سر میں ہم
رکتا ہے سے دم کے سارا بدن سنسناتا ہے
اٹھتا ہے ہول سینہ میں دل تھرتھراتا ہے

صحت کہاں ہزار مرض میں ہیں مبتلا   کابوس واختناق وجنون وردِ دست وپا
خفقان دوار وگردہ ز امراض امتلا   اوہام وتپ گرانئ سر قلت غذا
ان آفتوں کے دام سے چھٹنا محال ہے
مرنا قبول ہے ہمیں جینا وبال ہے

امراض ضعف اور پھر اس پہ مفلسی   ممکن علاج ہی نہیں اللہ رے بے بسی
تیماردار کون ہے جز یاس وبیکسی   آتی ہے اپنے حال پہ اب تو مجھے ہنسی
پیدل نہ جا سکوں جو سواری نہ پاؤں میں
کسطرح عورتوں کے شفاخانے جاؤں میں

بجز موت اب کوئی نہیں یارب مرا علاج   کیا ہو دوا کہ کھانے کو گھر میں نہیں اناج
بجز تیرے کوئی والی ووارث نہیں ہی آج   پیوند ہوں زمین کی تو رہ جائے میری لاج
لاؤں جگر کہاں سے جو میں بد دعا کروں
بے شرم قوم کا میں بھلا کیا گلا کروں

اے قوم! کچھ تو بیوؤں کی حالت پہ کر نظر   مرتی ہیں عورتیں نہیں اسکی تجھے خبر
غفلت میں کیا پڑی ہے اجڑتا ہے تیرا گھر   ویران ہوا مکان تو پھیرے گی تو در بدر

تیرے محب ہین تیرا گلا کر رہے ہین ہم
اپنا جو فرض ہے وہ ادا کر رہے ہین ہم

واسوخت ہند

واہ اے ہند ہے کیا حسن خدا داد ترا — رشک جنت ہے ہر اک قریۂ آباد ترا
خوشہ چین تھا چمن دہر مین شداد ترا — کہین طوبے سے سرافراز ہے شمشاد ترا
باغ عالم مین کبھی پھول نہ پھولا ایسا
آسمان نے بھی نہ دیکھا کوئی تارا ایسا

دست قدرت نے عجب کھینچی ہے تیری تصویر — پائی جاتی نہین عالم مین کہین تیری نظیر
رخ خورشید مین ذرہ نہین تیری تنویر — باغ جنت مین نہین رنگ ترا عشر عشیر
ہے کہان گلشن فردوس مین نکہت تیری
پوچھئے آدم و حوا سے لطافت تیری

ہے یہ زیبا جو کہون تجھکو عروس دنیا — لونڈیان تیری ہین یہ پیرس و لندن نجدا
ہین غلامون مین ترے مصر و بخارا خیوا — سامنے تیرے ہے کیا چین و ختن کا رتبہ
شام و ایران کو بھلا تجھسے کوئی نسبت ہے
حسن فطری کے برابر بھی کہین صنعت ہے

باغ فردوس جسے کہتے ہین اہل اسلام — وہ ترے خطۂ کشمیر کا نقشہ ہے تمام
تیری حورین ہین کنیزین ترے غلمان ہین غلام — گلشن خلد مین تجھ سا نہین کوئی گلفام
تجھکو ہم چھوڑ کے جنت مین نہ جائینگے کبھی
لاکھ حورین ہون حسین منہ نہ لگائینگے کبھی

تو ہی وہ گل کہ جو ہے گلشن ایجاد کی جان — مثل بلبل ہے ہر اک شاہ تجھی پر قربان
تو ہے وہ شمع کہ جس سے ہے منور یہ جہان — تجھپہ پروانہ ہے ہر قیصر و زار و خاقان

تیرے ہی عشق کا دم شاہ و گدا بھرتے ہین
تجھپہ دنیا کے سلاطین بخدا مرتے ہین

تیرے ہی حسن کے یہ چرچے ہین ہاہی تک بہر   تیری ہی زلف معنبر کی ہے پھیلی خوشبو
تیرے ہی دست حنائی نے بہایا ہی لہو   تیرے ہی آرو تیغا رے کاٹے ہین گلو

ہر ادا پر ترے عشاق کے دل قربان ہین
تیرے ہی عشق سے شاہان زمن حیران ہین

تیرے ہی چشم فسون ساز کا مفتون تہا جہان   لب میگون پہ ترے جم تھا بصد جان قربان
تیرے ہی تیر نگہ سے ہوا نادر بے جان   تیرے ہی در کا تھا محمود سا غازی دربان

تیرے ہی دید کا مشتاق سکندر آیا
سر کے بل تیرے قدم چومنے بابر آیا

پاسبان تھی ترے دروازہ کے دارا فغفور   تیری دربانی کا پرویز کو تھا ناز و غرور
مے الفت سے تری مست تھا شاہ طنبور   تیری ہی چہل سے تھا قلب ہمایون معمور

جس نے اکبار بہی تیرا رخ تابان دیکھا
اوسنے پھر کرنہ کبھی مہر درخشان دیکھا

اہل یورپ ترے اوصاف سنا کرتے تھے   غائبانہ تری صورت پہ وہ سب مرتے تھے
تیری ہی عشق و محبت کا وہ دم بھرتے تھے   بے دہڑک بحر ہلاکت مین قدم دہرتے تھے

تیری ہی صدمۂ ہجران سے وہ سر دھنتے تھے
تنکے الفت مین تری قیس صفت چنتے تھے

تیرے عشاق کی حالت کو کوئی کیا جانے   تیری الفت مین کلمبس نے سمندر چھانے
شمع ترے شعلہ رخسار کے تھے پروانے   پرتگیزی بھی ترے عشق مین تھے دیوانے

تیری ہی عشق و محبت کا تھا ہیجان سب کو

تیری ہی در کی گدائی کا تھا ارمان سب کو

تھا فرانسا کو تری زلف کا سودا انجد ا
اور انگلینڈ بھی تھا ایک ترے در کا گدا
ہم بھی عاشق سے تھے کبھی تیرے ہی کریا ہوا
جان دیتے تھے ترے نام پہ ای شوخ ادا

جس جگہہ تیرا پسینہ میری جان گرتا تہا
خون سیلاب سا وان اپنا بھا پھرتا تہا

ہمنے تیرے لئے کیا کیا نہ مصیبت جھیلی
تیرے پیچھے مری جان کس سے نہ تلوار چلی
تجھپہ قربان سے کئے ہمنے سبھی دوست دلی
جان نثاری سے کبھی ہمکو تو فرصت نہ ملی

سچے عاشق تھے او اون پہ تری مرتے تھے
جان ابرو کے اشارے پہ فدا کرتے تھے

چھوڑ کر ملک عرب ہم تری خاطر آئے
جنگ گجرات مین کیا کیا نہ ہنر دکھلائے
ہمنے تیرے لئے اپنون کے گلے کٹوائے
آب شمشیر پیا رجہیون سے پھل کھائے

سامنے اپنے ہزارون کی بھی کچھ ہستی تھی
سر برس جاتے تھے تلوار جہان کھنچتی تھی

تیرے ہی واسطے ہم سندہ مین ای شوخ لڑے
رن کہین ایسے تو اب تک نہین واللہ پڑے
سر کے انبار لگے پاؤن جہان اپنے گڑے
کوہ ٹل ٹل گئے جب ہم سر میدان اڑے

تیغ تولے ہوئے جب فوج مین ہم ہلتے تھے
فیل چنگھاڑتے تھے شیرون کے دل ہلتے تھے

اپنے منہ سے کرین خود آپ صفت اپنی کیا
ہم ہی لڑتے تھے ہزارون سے اکیلے تنہا
زندگی اپنی سمجھتے تھے وغا مین مرنا
نقش پا پہ ترے ہم کرتے تھے سر اپنا فدا

تجھپہ اے ہند ہوئے لاکھون ہی قربان افسوس
پر ہوئی تو نہ کسیکی بھی مری جان افسوس

اپنی جان ہاریان کیا یاد دلائین تجھکو | قصّے کیا اپنی شجاعت کے سنائین تجھکو
کسطرح چیر کے دل اپنا دکھائین تجھکو | فائدہ کیا جو تعشق بھی جتائین تجھکو

تیری الفت نے کہین کا نہین رکھا ظالم
ہمکو بے موت ادا نے تری مارا ظالم

ایک دن وہ تھا کہ تو پاس بلاتی تھی ہمین | سب سے پہلو مین جگہ دیکے بٹھاتی تھی ہمین
روٹھ جاتے تھے کبھی ہم تو مناتی تھی ہمین | دلدہی کرتی تھی چھاتی سے لگاتی تھی ہمین

ہم جو آتے تھے تو تو اٹھ کے قدم لیتی تھی
اپنی محفل سے رقیبون کو اٹھا دیتی تھی

ہم بھی رکھتے تھے تجھے اپنے دل وجان سے عزیز | تیری ہر بات تھی ہر آیۂ قرآن سے عزیز
ترا کوچہ تھا ہمین روضۂ رضوان سے عزیز | بت پرستی بخدا تیری تھی ایمان سے عزیز

کفر کو دین ہدیٰ بت کو خدا سمجھے تھے
نقش پا کو ترے ہم سجدہ کی جا سمجھے تھے

دین و ایمان کو ترے عشق مین چھوڑا ہمنے | دیر کو رخ کیا منھ کعبہ سے موڑا ہمنے
پہنا زنار کو تسبیح کو توڑا ہمنے | بت کے آگے بخدا ہاتھونکو جوڑا ہمنے

جو کہا تو نے اسے ہمنے مری جان کیا
کفر پر مذہب اسلام کو قربان کیا

ہمنے تیرے لئے تعمیر کئے بت خانے | سب تری ملت و مذہب کے عقیدے مانے
ریت رسمون کے تری ہم ہی تو تھے دیوانے | شمع دیدار پہ ترے تھے ہم ہی پروانے

ہو گئی بیچاری کچھ ہمین سے تو یہ سب بیرن ہی
تری خاطر سے تو والون کو بھی جاگیرین دی

جو نکرنا تھا کیا عشق مین ہمنے تیرے | دین ایمان بھی دیا عشق مین ہمنے تیرے

بت بھی پوجے بخدا عشق مین ہمنے تیرے　　نام تیرا ہی جپا عشق مین ہمنے تیرے
تیرے دروازے پہ دھونی جو رمائی ہمنے
چھوڑ دی تیرے لئے ساری خدائی ہمنے

چھوڑا گھر بار وطن سب تری خاطر ہمنے　　ایک برتاؤ کیا باطن و ظاہر ہم نے
تیرے ہی کوچہ مین بنوائے مقابر ہمنے　　اور مدفون کئے ان مین اکابر ہم نے
جیتے جی تو نے ہمین لاکھ ستمگر چھوڑا
بعد مرنے کے بھی ہمنے نہ ترا در چھوڑا

ہمکو تھا کوئی عرب سے نہ عجم سے مطلب　　نہ مدینہ سے تعلق نہ حرم سے مطلب
نہ خلافت سے کسی جاہ و حشم سے مطلب　　وہ سے تیرے تھی غرض اور قدم سے مطلب
بت عیار تھی تو غارت ایمان تھی تو
اپنی تو جان تھی تو روح تھی ارمان تھی تو

جو کہا یا وہ ترے ہاتھ پہ ہمنے رکھا　　ہاتھ اٹھا کر جو دیا تو نے وہی ہمنے لیا
خرچ جو کچھ کیا وہ سب ترے گھر ہی مین رہا　　ایک پیسا بھی تو باہر نہ کہین اور گیا
تو جو دیتی تھی ہمین وہ بھی لٹا دیتے تھے
تیرے کنبے ہی کو ہر پھر کے کھلا دیتے تھے

تیری اولاد کو کس ناز سے پالا ہمنے　　ہم سے جب بگڑے تو ہر بار سنبھالا ہمنے
ملک مین ان کے کبھی ہاتھ نہ ڈالا ہمنے　　مرتبہ اور کیا آگے سے بالا ہمنے
کرسی خدمت اعلیٰ پہ بٹھایا ان کو
اپنی افواج کا افسر بھی بنایا انکو

ہمنے ٹوڈر کو کیا اپنا مشیر دربار　　مان سنگھ راجہ تھا سب لشکروں کا سالار
ایک سے تھے اپنی نظر مین جو مسلمان کفار　　مالی خدمات پہ تھے سارے برہمن ہشیار

غرض اپنا جو دل و جاں سے بجا لاتی تھی
تیری اولاد ہی انعام و صلے پاتی تھی

تیرا دل جانتا ہے ہم سے کئے ہیں جو سلوک   اپنے برتاؤ کے شاہد ہیں زمانہ کے ملوک
ایک تجھے یاد نہ رہا ہو نہیں جو مالک مملوک   فرق ہندو و مسلمان کا تھا بالکل متروک

تیری ہر چیز سے اے ہند محبت تھی ہمیں
جو عدو تیرا تھا اس سے تو عداوت تھی ہمیں

اس اطاعت پہ بھی تو نے یہ وفا کی افسوس   ہمسے آخر کو بڑی ہائے دغا کی افسوس
بے سبب ہم پہ بہت جور و جفا کی افسوس   اپنے عاشق کو کیا ذبح جفا کی افسوس

خون ناحق تری گردن پہ رہے گا ظالم
حشر تک تجھکو ہر اک شخص کہے گا ظالم

مل گئے خاک میں ہم تجھکو خبر ہے کہ نہیں   ہو گئے ہم پہ ستم تجھکو خبر ہے کہ نہیں
آ گیا ہونٹوں پہ دم تجھکو خبر ہے کہ نہیں   جاتے ہیں سوئے عدم تجھکو خبر ہے کہ نہیں

بیوفائی کا تری حال کہیں ہم کس سے
کوئی غمخوار نہیں کیجئے بیان غم کس سے

ہجر میں تیرے اٹھائی ہیں وہ صدمے ظالم   آسمان پر بھی جو پڑتے تو نہ رہتا قائم
اپنا دل دیکھ کے تجھسے آپ ہوئے ہیں نادم   اپنے حالات سے واقف ہے خدائے عالم

ہم سا رنجور کوئی اور تو خلقت میں نہیں
کون وہ درد ہے ایسا کہ جو قسمت میں نہیں

ہم سا دنیا میں نہیں کوئی ذلیل و رسوا   دیکھتی ہمکو حقارت سے ہے سب خلق خدا
پھرتے ہی تیری نظر ہم سے زمانہ بھی پھرا   سایہ سے بھاگتے ہیں اپنے تو اب شاہ و گدا
ایسا بدنام جہاں میں تو کوئی اور نہیں

داغ ذلت کے مٹانے کا کوئی طور نہیں

اب نہ گھر میں کوئی وقعت ہے نہ باہر عزت
ختم سب ہو چکی اسلاف کے اوپر عزت
کوئی شہرت ہے ہماری نہ ستمگر عزت
تیرے پیچھے ہوئی برباد سراسر عزت

اب نہ وہ بزم طرب اور نہ وہ ساقی ہے
خاک میں مل گئے ہم نام فقط باقی ہے

سب کی نظروں میں کیا تو نے بہت ہمکو حقیر
اب نہ تعظیم ہماری ہے نہ کوئی توقیر
سر سے تا پا ہمیں مجنون کی ہیں پوری تصویر
عبرت انگیز ہے دنیا میں ہماری بھی نظیر

عشق میں تیرے مجسم ہوئی وحشت اپنی
بھاگے وحشی بھی جو دیکھے کہیں صورت اپنی

سر پہ ٹوپی ہے پھٹی پاؤں میں ٹوٹا جوتا
مل کرتا تو انگرکھے میں نہیں جان ذرا
دھجیاں سارا گریبان تو دامان پھٹا
چیتھڑے تن پہ ہیں ٹانگوں میں نہیں پاجامہ

رشک جو کرتے تھے دولت پہ ہماری اعدا
اب وہ رو دیتے ہیں حالت پہ ہماری اعدا

زرد رنگت ہے بدن خشک ہے چہرہ ہے اداس
متفرق ہیں تو دل سر پریشان حواس
ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں پہ برستی ہے ہراس
رخ سے ظاہر ہے کہ جینے کی نہیں کوئی آس

ناتوانی سے کمر چلنے میں بل کھاتی ہے
پسلیاں نکلی ہیں تہ رگ بھی نظر آتی ہے

ضعف سے جسم میں اٹھنے کی نہیں ہے طاقت
روز کے فاقوں سے پہنچی ہے غشی کی حالت
مردنی چھائی ہے کیسی ہے بھیانک صورت
اتنو مردوں سے بھی بدتر ہے ہماری حالت

کچھ حرارت ابھی باقی ہے یہ بیجان ہیں ہم
اتنو دنیا میں کوئی آن کے مہمان ہیں ہم

دیکھکر حال ہمارا یہی کہتے ہیں طبیب — خاک اچھا ہو دوا بھی تو نہیں اسکو نصیب

یہ تو ممکن ہی نہیں پہلو میں پھر آئے وہ حبیب — جاں بھی جائے تو آنے نہیں دینے کو رقیب

ایک ہچکی جو لگے سینہ میں دم گھٹ جائے

سانس اوکھڑ جائے تو تکلیف سے یہ چھٹ جائے

کوئی کہتا ہے یہ مردہ ہے نہیں دم اسمیں — نبض ساقط ہے حرارت ہے بہت کم اسمیں

دفن اسکو کرو پھیلا ہے بہت سم اسمیں — دیر لازم نہیں جلدی سے ہے مقدم اسمیں

جسم بے جان ابھی مٹی میں ملا دو اسکا

اوڑھنا اور بچھونا بھی جلا دو اسکا

کوئی کہتا ہے کہ باقی ہے ابھی جسم میں جان — ضعف سے آیا ہے حس سدس لت حسیم و زبان

نبض چلتی ہے ذرا خون ہے آہستہ رواں — گرمی تن سے ہیں کچھ زیست کے آثار عیاں

ہو شفا جائے اگر سعی میں دوا دینے کی

سانس جاری ہے تو ہے آس ابھی جینے کی

کوئی کہتا ہے یہ بیمار جہالت ہے غریب — ابھی اچھا ہو جو ہو دارو تعلیم نصیب

مردے جی اٹھتے ہیں پاتے ہیں جو ہمدرد طبیب — اسکا غمخوار ہے کوئی نہ مددگار و حبیب

تلخ ہوتی ہے تو شکر میں کھلاتے ہیں دوا

باپ ماں حرص سے بادوں کو پلاتے ہیں دوا

کوئی کہتا ہے یہ ہے اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ — کاہلی اور تغافل سے ہوا ہے گمراہ

ایسے ضدی کا کسطرح سے دنیا میں نباہ — خیر خواہوں کو سمجھتا ہو جو اپنا بدخواہ

جہل و خودداری و غفلت سے اسی رغبت ہے

عقل کی بات کے سننے سے بڑی نفرت ہے

اس کے اطوار سے عادات سے واقف ہے جہان — عیش و عشرت یہ یہ کمبخت ہے دل سے قربان

غفلت و کاہلی و جہل پہ ہے دیتا ہے یہ جان آشنا مار تعصب کا یہی ہے نادان
گرگ اسراف کو تن اپنا کھلایا اس نے
گژدم رسم کو خون اپنا پلایا اس نے
ہیش سے نفس پرستی نے کیا اسکو تباہ ہے گرفتار غرور حسد و عزت و جاہ
جز خدا اسکی ہے اب دولت دنیا پہ نگاہ اپنے ہی وہم و وساوس سے ہوا ہے گمراہ
اس نے توحید سے قرآن سے منہ پھیرا ہے
شرک اور کفر کی آفت نے اسے گھیرا ہے
دختر رز کے پسینے پہ بہاتا ہے لہو دن کو خم پیتا ہے پھر شب کو لنڈھاتا ہے سبو
چانڈو افیون مدک بانبو کی ہے خوئے نکو سینکہی پیتا ہے تو آتی ہے دہن سے بدبو
رنجے تیراب سے اتنے ہیں کہ حالی ہے دماغ
سر میں بھیجا تو ہے پر عقل سے خالی ہے دماغ
اسکی ہمت ہے بری اسکے ہیں اعمال خراب بد کو یہ نیک سمجھتا ہے خطا کو یہ ثواب
درد انسان نہ جس میں وہ بشر ہے قصاب ظلم سے آتا ہے ہر شخص پہ خالق کا عتاب
اچھے افعال کا اچھا ہی صلا ہوتا ہے
آخر انجام برائی کا برا ہوتا ہے
سب یہ ظاہر ہے کہ دنیا ہے مکافات کا گھر خار بونے سے کہیں ملتے ہیں گل اور ثمر
پوتھ کے دانے سے ہوتے ہیں کہیں لعل و گہر کونسا فعل ہے ایسا کہ نہ جس کا اثر
گوش گل میں یہ صبا آ کے کہہ جاتی ہے
بات جو منہ سے نکلی ہے وہ رہ جاتی ہے

مسدس نسوان

نہیں نوعِ انساں سے خارج ہے عورت — وہ ہے داخلِ حدِّ افراد ملّت
یہ تصدیق ہے کچھ نہیں اس میں حجت — کہ ہیں مرد و زن دونوں خالق کی قدرت
ملائک سے برتر ہے دونوں کا رتبا
خدا کی خلافت ہے دونوں کو زیبا

جو ہے مرد کبریٰ تو عورت ہے صغریٰ — مگر اک قضیّہ کے دونوں ہیں اجزا
فقط فرق مابین ہے صنفیت کا — حقیقت میں کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا
دلائل ہیں یہ کبریائی کے دونو
نتیجے ہیں ساری خدائی کے دونو

یہی دو ہیں نورِ خداوند یکتا — نہیں کوئی خلقت میں ثانی ہے ا
کوئی تیر اشش جہت میں ہے انہا — یہی دو تو عالم میں سب سے ہیں
خدا کے خلیفہ یہی دو ہے باہم
مؤخر ہے حوا مقدم ہے آدم

گلستانِ حکمت کے دو نو شجر ہیں — درختِ صناعت کے دو نو ثمر ہیں
یہی کانِ عصمت کے لعل و گہر ہیں — سپہرِ شرافت کے شمس و قمر ہیں
جہاں میں ہے رونق انہیں دو کے دم سے
یہ آباد ہے گھر انہیں کے قدم سے

قوائے دماغی میں دونوں ہیں یکساں — نہیں جسمِ نسواں میں کوئی ہے نقصا
نہ وہ ناقص العقل ہیں اور نہ ناداں — بنا دی گئی ہیں جہالت سے حیوا
خدا نے انہیں بھی دیئے ہیں وہ جوہر
کہ ہے جن سے آدم فرشتوں سے برتر

وہ کہتی ہیں دل عقل و ہوش و طبیعت　　دماغ و عصب اور ادراک و قوت
ذکاوت ذہانت حمیت شجاعت　　تفکر تدبر محبت مروت

خداداد ہر کام کی ہے لیاقت
امور تمدن ہوں یا ہو سیاست

محنت میں ہمت میں کچھ کم نہیں وہ　　تحمل میں حرارت میں کچھ کم نہیں وہ
کرم اور حدت میں کچھ کم نہیں وہ　　وفا اور عفت میں کچھ کم نہیں وہ

وہی بات کی اور وعدے کی پکی
جلے سے جیتے جی وہ ارادے کی پکی

وہ جھانسی کی رانی کی بے ڈھب لڑائی　　لرزتی تھی ہیبت سے جسکی خدائی
ہلا کر وہ برچھے کو جس رخ پہ آئی　　کوئی دم میں کردی صفوں کی صفائی

سر و آرا جتنے افسر وہاں تھے
وہ دہشت سے خیموں میں اپنے نہاں تھے

وہ اکبر کی وہ چاند بی بی کی لڑائی　　شجاعت عجب ایک زن نے دکھائی
وہ نورجہاں کی نبرد آزمائی　　رضیہ کی وہ دشمنوں پر چڑھائی

وہ جنگ جمل عائشہؓ کی وہ جرأت
ہے تاریخ اسلام میں جسکی شہرت

نساء عرب کی وہ شیرانہ جرأت　　لرزتی تھی جس کے مقابل میں ہیبت
لڑائی میں وہ ان کی مردوں پہ نصرت　　وہ ان کے بڑھاوے وہ انکی حمیت

لڑی ہیں وہ مردوں سے جنگوں میں اکثر
اگر شک ہو دیکھو تواریخ پڑھکر

وہ وکٹوریہ قیصر ہند اعظم　　تدبر کا جس کے مقر سارا عالم

جہاں میں ہے جس کی عدالت مسلم سلاطین یورپ میں ممتاز و اکرم

کہاں ہیں پاؤ گے تم جیسے مگر ہو

کہ عورت ہے مردوں کے بالکل برابر

ہر اک علم و فن کی ہے یورپ میں عورت کسی کو ہے علم ادب میں لیاقت

عدالت میں کرتی ہے کوئی وکالت کسی کی ہے مضموں نگاری میں شہرت

مسیحا صفت ہے طبابت میں کوئی

فلاطونِ دوراں ہے حکمت میں کوئی

علومِ تمدن میں ہے کوئی ماہر کوئی خانہ داری میں ہے مثل و نادر

کوئی درسِ اطفال کے فن پہ قادر کوئی عالم علم دین و عناصر

کوئی شہسواری میں فردِ زماں ہے

کوئی تیرہ ماری میں برقِ تپاں ہے

غرض ہر طرح کی لیاقت ہے ان میں فصاحت ہے ان میں ملاحت ہے ان میں

ہی خواہی ملک و ملت ہے ان میں قیامت کی قومی حمیت ہے ان میں

مگر اپنی نسواں کے مٹی قوا ہیں

ہر اک علم و فن سے وہ ناآشنا ہیں

دیئے ہیں خدا نے وہ انسان کو جوہر خدائی میں جن کا نہیں کوئی ہمسر

مگر تربیت کی ضرورت ہے اکثر زمیں بھی نہ جوتیں تو ہوتی ہے بنجر

شجر گرچہ ہے ایک دانہ میں پنہاں

نہ بوئیں تو ہوتا ہے کب وہ نمایاں

زمیں میں ہے گو خود اگانے کی قوت گڑھے بیج کو پھر جلانے کی قوت

ذرا سے شجر کو بڑھانے کی قوت بنوں کو گلستاں بنانے کی قوت

مگر جوتی بوئی نہیں جب وہ جاتی
سوا خار و خس کے نہیں کچھ اگاتی

یہی ہے دماغ بشر کی بھی حالت — بڑی جس میں نشو و نما کی ہے قوت
مگر تربیت سے ہے وہ قلبی زراعت — کہ ثمرے ہیں جس کے سعادت سیادت

لگایا جو باغ علوم اس زمین مین
تو گویا بنا قصر خلد بریں مین

رہین جب نہیں جوتی اور بوئی جاتی — تو ہے گھاس کانٹوں کو خود وہ اگاتی
یہ جھاڑی درندوں کو ہے خوب بھاتی — یہ گلشن کو بھی ہے بیابان بناتی

نہیں دل میں گر تخم تعلیم بویا
تو وہ مار و کژدم کا جنگل ہے گویا

یہی اپنی نسوان کی حالت ہے یارو — دماغ اور دل کی بری گت ہے یارو
مکاں گو بہت خوبصورت ہے یارو — مکین سے مگر اسکی زینت ہے یارو

نہیں زیور علم سا کوئی گہنا
غضب ہے گنواروں مین دن رات رہنا

خدا نے تو نسوان کو انسان بنایا — مگر جہل نے ان کو حیوان بنایا
بری ریت رسموں نے بے جان بنایا — انہیں ہم نے بیکار و نادان بنایا

کیا ظلم نسوان پہ گو ہم نے لیکن
بچین ہم سزا سے یہ ہے غیر ممکن

وہ کرتی نہیں قوم ہرگز ترقی — کہ جس کی ہیں سب عورتیں نیم وحشی
لحد تک رہے گا اثر ماں کا باقی — کہ مائیں ہیں مردوں کی پہلی مربی

مگر ہائے افسوس اے قوم غافل

تمہارے مربی ہوں نادان و جاہل

ہے آغوشِ مادر وہ اسکول پہلا — جہاں تربیت پاتے ہیں سارے اطفال
جہاں لوحِ سادہ پہ کھنچتا ہے خاکہ — اُترتا ہے ماں کے خیالوں کا چربہ

لکیریں ہیں پتھر کی یہ پہلے خاکے
مٹائے سے مٹتی نہیں پھر کسی کے

یہ بچے انہیں بوئے ہوئے بیج ماں کے — ہیں اسباب نشو و نما جسم و جاں کے
پھولِ سدن ہیں پیر و جواں کے — انہیں سے ہیں سب خار و گل بوستاں کے

نہیں کوئی بچتا ہے ماں کے اثر سے
نہیں جاتے اس کے خیالات سر سے

اسی مدرسے میں زباں سیکھتے ہیں — یہیں روزمرے نہاں سیکھتے ہیں
بلا درس طرزِ بیاں سیکھتے ہیں — فصاحت بلاغت یہاں سیکھتے ہیں

اگر ماں ہے اَن پڑھ تو غارت زباں ہو
نہ طرزِ سخن ہے نہ طرزِ بیاں ہو

اسی گھر میں پڑتی ہے بنیادِ عادت — کہ بنتی ہے جس پر سعادت شقاوت
یہیں بوئے جاتے ہیں تخمِ شجاعت — یہیں پاسے ہے آغازِ عقل و حماقت

اگر عورتیں گھر کی سب پارسا ہیں
تو بچے بھی باعفت و باحیا ہیں

یہی گھر ہیں اخلاق کی درسگاہیں — دکھاتی ہیں مائیں بد و نیک راہیں
غضب تاڑ جاتی ہیں ماں کی نگاہیں — یہ بچوں کو لائق بنائیں جو چاہیں

حکومت ہے عورت کی مردوں کے دل پہ قائم
رہے گا اثر اس کا تا حشر دائم

ہین افراد قومی یہی مرد و عورت — انہین دو سے بنتی ہے قومی عمارت
اگر عورتون مین ہے پستی جہالت — تو باطل ہے دعوے قومی شرافت

کسوٹی ہے قومون کی تہذیب نسوان

جو عورت ہے وحشی تو ہے مرد حیوان

اگر عورتون مین ہے علمی لیاقت — تو وہ جانتی ہین ہدایت ضلالت
سمجھتی ہین معنی پاکی و عفت — زنا کی مضرت حیا کی شرافت

نہین چشم بینا تو گرتے ہین اندھے

بڑی ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین اندھے

یہ سب سے بڑا ہے جہالت کا نقصان — کہ جاہل پہ ہوتا مسلط ہے شیطان
شب و روز اندھون کو دونون ہین یکسان — برابر ہے داغ سیہ مہر تابان

نہین خیر کی کچھ امید اس شر سے

جو واقف نہین نفس کے خیر و شر سے

مگر علم حکمت ہے خیر مجسم — فرشتون سے برتر ہوا جس سے آدم
ہوا علم ہی سے تو فخر دو عالم — خدا کی خدائی مین ممتاز و اکرم

نہین کوئی عالم مین انسان سے بڑھکر

اور انسان مین ہے عقل ہی سب سے بہتر

یہی علم حیوان کو عاقل بنائے — یہی علم ناقص کو کامل بنائے
یہی علم وحشی کو قابل بنائے — یہی علم جاہل کو فاضل بنائے

اسی علم سے آدمی آدمی ہے

فضیلت یہی اور شرافت یہی ہے

جو اقوام ہین آج دنیا مین نامی — کیا جن کو تعلیم نے ہے گرامی

لے مس تعلیم نسواں کے حامی | نہیں ان مین پردہ نہ قیدِ دوامی
وہ رکھتی نہین اپنی نسوان کو جاہل
جو ہین مرد اکمل تو عورات ہیں کامل

جہالت سے بڑھکر نہین کوئی آفت | گناہون کی جڑ اور اصلِ شقاوت
ہی نوعِ انسان کی قلبی مصیبت | رہائے کی کلفت ہے اسکی بدولت
مگر ہائے افسوس نسوان ہماری
جہالت کے دریا مین ہین غرق ساری

نہ تعلیم ان کی نہ کچھ تربیت ہے | نہ تہذیب ان مین نہ کچھ اہلیت ہے
وقار و ادب حلم سب خیریت ہے | فقط نام کی ان مین انسانیت ہے
وہ ہیں اس قدر علم و فن سے معرا
کہ مٹی کی ہون مورتین جیسے گویا

نہ اولاد کا پالنا جانتی ہین | نہ تاثیر آب و ہوا جانتی ہین
نہ خواب و لباس و غذا جانتی ہین | نہ امراض و صحت و دوا جانتی ہین
سکون و ریاضت سے واقف نہین وہ
قوانین صحت سے واقف نہین وہ

ٹرینڈ پیڑ گر ایسے مالی کے پالے | جو کھاد اور پانی سمجھکر نہ ڈالے
اصولِ غلط پر درختون کو پالے | کرے جہل و قسمت کے انکو حوالے
تو کیا خاک نشو و نما ان کا ہو گا
کوئی بے ثمر کوئی مرجھایا ہو گا

اگر مائین بے عقل ہین اور جاہل | تو بچون کے حق مین ہین زہرِ ہلاہل
بڑی پرورش کا اثر بھی ہے قاتل | گھٹے جس سے سب قوم کے جسم جان و دل

نہیں تربیت ہے شکایت اسی کی
ملے خاک میں ہم بدولت اسی کی

ذرا قوم کی اپنی حالت تو دیکھو　　بدن دست و پا زور و قوت تو دیکھو
طبیعت مزاج اور عادت تو دیکھو　　خیالات و احساس و ہمت تو دیکھو
یہ افسوس ہوگا تمہیں اس یقین پر
کہ ہم واجب الرحم ہیں اس زمین پر

کوئی عہدِ طفلی سے روگون کا گھر ہے　　جوانی میں کوئی خمیدہ کمر ہے
کہیں ضعفِ معدہ کہیں دردِ سر ہے　　کہیں ناتوانی فسادِ جگر ہے
نہیں سو میں دس کو بھی حاصل ہے صحت
دماغون کی اس سے بھی بدتر ہے حالت

کسی کے ہیں سر میں خیالات فاسد　　کسی کے دماغوں میں باطل عقائد
فقیروں کی قبروں پہ کہیں ہیں معابد　　کہیں ہیں مساجد سے بڑھکر مشاہد
کوئی شرک و بدعت میں ڈوبا ہوا ہے
کوئی بت پرستی پہ دل سے فدا ہے

کہیں شانِ اسلام سے ہے بت پرستی　　کہیں ہے مزاروں سے آباد بستی
کہیں مستی سے ہے اسیرِ ہستی　　سمجھ پر حماقت پہ ہے عقل ہنستی
نہیں عقل سے اپنی کچھ کام لیتے
عقیدوں پہ افسوس ہیں جان دیتے

خیالوں پہ مبنی ہیں اقوالِ انسان　　عقیدوں کے تابع ہیں اعمالِ انسان
نتیجے ہیں عادت کے افعالِ انسان　　بدلتا ہے صحبت سے احوالِ انسان
وہ ہے ریت رسموں کا پابند ایسا

کہین انکو عادت کا انجن تو رہیا

یہی عادتیں ہین ترقی کے سامان — تنزل کے اسباب پستی کے سامان
ثواب و سخاوت و معاصی کے سامان — عبودیت و قہرماری کے سامان

کسی قوم پر جب ہے ادبار آتا
بگڑتے ہین اخلاق اس کے سراپا

یہی عادتین ہین وہ حسلا و اظلم — کہ جن کی جفاؤن کا گھایل ہے آدم
لرزتا ہے جن کے مظالم سے عالم — سہے جن کے مخلوق نے جور پیہم

ٹھکانا نہین ان کی خونخواریون کا
ستمگاریون کا جفاکاریون کا

انہین نے بہت خونِ انسان بہایا — بلا جرم نسوان کو زندہ جلایا
معابد کو مقتل انہین نے بنایا — انہین نے بہت تیرخوارون کو کھایا

برہم پتر ساگر جگناتھ گنگا
بتائین گے تم کو نشان قتل و خون کا

ستی اور دختر کشی کی وہ رسمین — ابھی تک تھا ہندوستان جن کے بس مین
ہزارون ستی ہوتی تھین ہر برس مین — بچتی تھی لڑکی کوئی ایک دس مین

جلاتے تھے زن کو ادہر بے محابا
ادہر قتل کرتے تھے بچون کو ہر جا

کیا ہند کی قیصرہ نے وہ احسان — بجا لائیں ہم شکر یہ جس کا ہر آن
اسی کے کرم سے بچی جانِ نسوان — اسی نے کیا ان کے دردون کا درمان

انہین موت کے منہ سے چھینا ہے اس نے
بھنور سے نکالا سفینا ہے اس نے

قلم غم سے خم ہے بعد آہ و زاری   اداسی سے حرفوں کی صورت پہ طاری
یہ سطریں ہیں صف بستہ ماتم میں ساری   لکھوں کیا کہ آنکھوں سے آنسو ہیں جاری
نہیں ضبطِ غم کی ہیں اب تاب دل میں
لہو ہو گیا رنج سے آب دل میں

نئے طرز کی اک مصیبت رقم ہے   کہ لکھتے ہی جس کے دو پارہ قلم ہے
جگر شق ہے دل پر ہجومِ الم ہے   کہ ان عورتوں پر بڑا ہی ستم ہے
نصیبوں میں ان کی نہیں کوئی راحت
یہ دنیا ہے ان کے لئے دارِ کلفت

گھروں میں مقید ہیں تا زیست نسوان   زمیں میں ہوں جس طرح سے بیج پنہان
انہیں گور، گھر، بطنِ مادر ہے یکسان   نہ مرنے کی وحشت نہ جینے کا ارمان
لحد تک نہیں ایک دم بھی رہائی
چھوٹیں قید سے جب انہیں موت آئی

یہ پردا نہیں بلکہ قیدِ گران ہے   مصیبت ہے آفت ہے دردِ نہاں ہے
جہالت کا ثمرہ تعصب کی جان ہے   ہمیں جس نے سمجھا یہی بے گمان ہے
نہیں ایسا پردا کہیں بھی روا ہے
اگر ہے تو آنکھوں کی شرم و حیا ہے

مکان انکے ہیں قیدخانوں سے بدتر   احاطے بلند اور پہرے ہیں در پر
پرندا نہیں مار سکتا جہاں پر   گذر روشنی کا نہیں جس کے اندر
درندوں سے بڑھکر حفاظت ہے انکی
بہائم سے بھی پست فطرت ہے انکی

نہیں قید سے سخت کوئی سزا ہے   کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے

ہر اک جانور حریت پرور ہے | جو اسیر کا پنجرا بھی دامِ بلا ہے

مگر پرندہ ہے کیسا آزاد و نعمت

سبب اس کے ہے دانش بازو و قوت

عرب۔ شام۔ ایران۔ روم۔ دمشق | حجاز و مصر اور کوفہ بخارا

عراق اور کابل دمشق اور ... | ... مین اور بغداد و بصرہ

نہ تھی ان مین کوئی بھی عورت مقید

شریعت نے پردے کی باندھی ہے اک حد

مدارس ہین نسوان کے ترکی مین قایم | جہان جا کے پڑھتی ہین عورات باہم

کوئی ہے ادیب اور کوئی معلم | کوئی ہے طبیب اور کوئی ہے ناظم

ترقی ہے تعلیم نسوان کی ہر جا

حلب مصر بیروت بغداد و کوفا

وہ کعبہ جو گھر ہے خدائے جہان کا | کہان ہند کا اس مین ہے سخت پردا

یہان مرد و عورت کا مجمع ہے ہر جا | رگڑتا ہے دونو کا شانہ سے شانا

نہین ستر چہرے کا لازم کہین ہے

مصدق اسی کا کلام مبین ہے

وہ بے روک نسوان کا جنگون مین جانا | نمازون کی خاطر مساجد مین آنا

لڑائی مین مردون کو غیرت دلانا | صفِ جنگ مین جراتون کو بڑھانا

وہ جلسون مین برجستہ تقریر ان کی

دلون کو ہلاتی تھی توقیر ان کی

نہین قید نسوان کی تاکید دین مین | نہ قرآن مین ہے اور نہ شرع متین مین

نہ تھا حبس نسوان کبھی مسلمین مین | یہ سختی تھی کچھ ہند کے مشرکین مین

یہاں راجپوتوں میں یہ رسم بد تھی
انہیں عورتوں کو چھپانے میں کد تھی

وہ اسلام جس کا مذہب ہمارا
جو مبنی ہے حکمت پہ فطرت پہ سارا
کئے جس سے قدرت کے راز آشکارا
ہیں ممنون جس کے یہود و نصارا
اسی نے غلامی سے زن کو چھڑایا
تمدن کا دنیا کو رستہ بتایا

وہ اسلام اور اسکی سچی ہدایت
مصدق ہیں جس کے قوانین فطرت
وہ سید اسے علم اور عدو جہالت
وہ معقول دین اور خداداد حکمت
یہاں آکے اس کی ہوئی یہ خرابی
نشانِ قدم تک نہیں جس کا باقی

وہ آزاد مذہب وہ اس کی صفائی
مسخر ہوئی جس کی ساری خدائی
گنوائی گئی ہند میں وہ کمائی
رواجوں کے بت پر ہمیں نے چڑھائی
جلاتے تھے عورت کو ہندو مگر ہم
اسے حبس دائم میں رکھتے ہیں ہر دم

کسیکو بھی اس کی نہیں کوئی پروا
کہ ہے قوم کا حال ابتر کہ اچھا
نہ ہمدردی قوم کا ہم میں چرچا
نہ اصلاح ملک اور ملت کا چسکا
نہ قومی حمیت نہ غیرت ہے باقی
سلف کی فقط ایک عزت ہے باقی

جو ان پڑھ ہیں نسوان تو اپنی بلا سے
جو بچے ہیں بے جان تو اپنی بلا سے
جو مرتے ہیں انسان تو اپنی بلا سے
جو بیوہ ہے نالان تو اپنی بلا سے
نہیں درد قومی ہے دل میں ہمارے

بھری ہے جو دی آب و گل میں ہمارے

سمجھتے نہیں قوم کے ہم معانی — کہ ہے قوم سے عزت جاودانی
سکھاتے ہیں ہم کو یہ ملت کے بانی — رہو قوم کے دل سے تم یار جانی

محب اسکا محبوب رب العلیٰ ہے
عدو اسکا بے شک عدوئے خدا ہے

شجر میں گل و شاخ و برگ و ثمر ہیں — بڑے فرق صورت میں انکی مگر ہیں
ہرے ہیں جو پتے تو گل سرخ تر ہیں — جو خاکی ہے جڑ زرد پھل سر بسر ہیں

رگ و ریشہ ہر اک کا باہم ملا ہے
نہیں کوئی ان میں بھی جڑ سے جدا ہے

جو دیتے ہیں تھوڑا سا پانی شجر کو — پہنچتا ہے وہ اصل ہر شاخ تر کو
ہر اک شاخ گل برگ گل اور ثمر کو — ہر اک گل کو اور اسکے داغ جگر کو

نہیں کوئی کونپل بھی بے آب رہتی
نہیں پیاس کا دکھ کوئی شاخ سہتی

ہر اک قوم باغ جہاں میں شجر ہے — کہ جس کے لئے آب علم و ہنر ہے
قیامت ہے بے علم عورت اگر ہے — خرابی سے جڑ کی شجر کو خطر ہے

نہ گل برگ پانی سے سیراب ہونگے
نہ پھل خشک پودوں کے شاداب ہونگے

نہیں کچھ بھی اپنی خبر ہم کو اصلا — کہ ہم کیا تھے اور ہو گئے ہائے اب کیا
کیا ہم نے علم و ہنر سے کنارا — نہیں زیست کا کوئی اب تو سہارا

نہ طاقت بدن میں نہ قوت دلوں میں
مٹے پر بھی ہے ایک حرارت دلوں میں

معطل ہین یکسر قواے دماغی — کہ گویا نہین سر قواے دماغی
وہ ان مول گوہر قواے دماغی — ہوئے ہاے پتھر قواے دماغی

نہ فکر آج کی ہے نہ اندیشہ کل کا
تعیش ہے کام ایک اہلِ دول کا

نہین وقت کی کچھ ہمین قدر و قیمت — عبث دی ہے ہمکو خدا نے یہ نعمت
گھڑی دے رہی ہے خود اسکی شہادت — کہ ہے وقت ہی گنجِ آرام و راحت

مہ و مہر و انجم طیور و بہائم
ہین پابندِ اوقات باکار دائم

نکلتا ہے سورج ہمیشہ سحر کو — سکون ایک ساعت نہین ہے قمر کو
بلا وقت کس نے اگایا شجر کو — بلا فصل دیکھا ہے کس نے ثمر کو

بہار و خزان اور گرما و سرما
ہر اک وقت پہ اپنے کرتے ہین دورا

نہین کوئی عالم مین بیکار ہم سا — نہین کوئی درماندہ ناچار ہم سا
نہین کوئی غفلت کا بیمار ہم سا — نہین کوئی مجبور و بے یار ہم سا

ہمین ہین جو رستے کو بھولے ہوئے ہین
ضلالت حماقت پہ پھولے ہوئے ہین

نہین ڈھونڈھتے راہِ منزل مگر ہم — گئے کاروان اور جاے ہین پیہم
چراغون سے نقشِ قدم کچھ نہین کم — نہین گرچہ رہبر نہ ہمراہ و ہمدم

زمین پر ہین نجمِ فلک لانے والے
رکے ہین کسی سے کہین جانے والے

خدا نے دیا ہے وہ مسکل کشا دل — کہ ہم آپ خود حل کرین اپنی مشکل

سہارا نہیں ڈھونڈتے مرد عاقل   دعاؤں کو کرتے نہیں اپنے عاطل

مگر ہم نہیں کام لیتے قوا سے

معیشت کے شاکی ہیں ہر دم خدا سے

نہیں اس سے بڑھکر کوئی کفر نعمت   کہ انساں خدا کی کرے کچھ شکایت

نہ سوچے مرض اور نہ دیکھے علامت   نہ ڈھونڈھے کبھی کوئی اسباب صحت

کرے اپنی تقدیر ہی پر بھروسا

کہ گویا ہیں بیکار سب اس کے اعضا

بہائم سے بدتر ہے انسان ایسا   جو کرتا ہے بیکار سب اپنے اعضا

فراغت نہیں جانور کو بھی اصلا   بڑی جستجو سے وہ پاتا ہے دانا

نہیں وہ مقدر پہ کچھ جم کے بیٹھا

بھروسہ خدا کا ہے کوشش کی آسا

مگر عقل سے ہم نہیں کام لیتے   تدبر کا ہرگز نہیں نام لیتے

جو کرتے مشقت تو ہم دام لیتے   اوٹھاتے صعوبت تو آرام لیتے

یہ دنیا مکافات کا اک مکان ہے

ہر اک رنج و راحت کا ساماں یہاں ہے

ہر اک فعل کا اک نتیجہ عیاں ہے   ہر اک بیج میں ایک پودا نہاں ہے

ہر اک شاخ میں ثمرۂ جاوداں ہے   ہر اک پھول پھل میں اثر بے گماں ہے

ہر اک چیز کے جب سبب ہیں نتیجے

تو ہر کام میں عقل سے کام لیجئے

خدا نے بنایا نہیں ہم کو پتھر   کہ بے حس و حرکت رہیں ایک جا پر

جہاں چاہیں پھینکیں ہمیں سب اوٹھا کر   مگر خود نہ ہم ہل سکیں ایک جو بھر

نہیں ایسا مجبور انسان ہرگز
نہیں وہ جماد اور بے جان ہرگز

خدا نے دیا ہے وہ انسان کو جوہر — خدائی میں کوئی نہیں جس کا ہمسر
زمیں۔ آسماں۔ مہر و مہتاب و اختر — نہیں عقلِ انسان کے کوئی برابر

زر و گوہر و لعل و الماس و مرجان
یہ سب ہیں مگر سب سے اشرف ہے انسان

ذرا ابھی نسواں کی حالت بھی دیکھو — دماغ و قواء جسم و ہیئت بھی دیکھو
خیالات و افکار و عادت بھی دیکھو — طبیعت مزاج اور خصلت بھی دیکھو

نہیں عقل نسواں میں در اصل باقی
کہاں ان میں انسان کی ہے خصل باقی

وحوش و بہائم سے بتر ہے حالت — غرض کر چکی کام ایسا جہالت
فنا کر چکی جسم و جاں سب حماقت — مٹا کر رہی دین و ایمان ضلالت

نہ واقف خدا سے نہ آگاہ دیں سے
نہ قرآن سے مطلب نہ شرع متیں سے

نہیں کچھ بھی اسلام کی بو ہے انمیں — نہ اسلامیوں کی ذرا خو ہے انمیں
نہ پابندئ دین سرمو ہے انمیں — بہت کم ہے جو تجو جو خوشترو ہے انمیں

نہیں انکو کچھ کام علم و ہنر سے
تمدن سے اخلاق سے خیر و شر سے

نہیں جانتیں وہ کسی شے کی فطرت — نہ انسان کی خو بو نہ حیوان کی خصلت
انہیں ایک ہی ہے جہالت بصیرت — فوائد سے مطلب نہ خوفِ مضرت

وہ ہیں اس قدر کور دل اور جاہل

سمجھتی ہیں امرت کو زہر ہلاہل

نہیں ان کو علم شریعت ذرا ہے
نبی کون ہے اور اللہ کیا ہے
خدا انکا اور ان کا مذہب جدا ہے
مرض شرک و بدعت انہیں سب روا ہے

نہیں جانتیں عورتیں کفر و ایمان
فقط گائے کے گوشت سے ہیں مسلمان

کوئی زین خان کو سمجھتی ہے قادر
کوئی شیخ سدو کی کرتی ہے خاطر
کوئی جانتی ہے مٹیلے کو قاہر
کسی کے ہے دلمیں بڑا خوف ساحر

کہاں انکو خوف خدا اسقدر ہے
کہ جتنا انہیں ان خبیثوں کا ڈر ہے

دھڑلے سے کرتی ہیں قبروں کو سجدے
مقابر مساجد ہیں معبود بندے
گلے میں ہیں انکے وہ شیطان کی پھندی
کہ نذرات ہیں انکو نذروں کے دھندے

علم - تعزیے - نال - جھنڈے - مقابر
یہ ہیں انکے حاجت روا اور قادر

نہیں جانتیں وہ کلام خدا کو
طریقت کو سنت کو روز جزا کو
فرائض نہ احکام رب العلیٰ کو
نہ ارشاد و فرمان خیر الوریٰ کو

خدا ہی سے جب انکو مطلب نہیں ہے
تو کیا ان میں ہمدردی اہل دین ہے

عجب عورتوں کے عقیدے ہیں باطل
فقیروں سے اولاد و دولت کی سائل
سمجھتی ہیں عالم انہیں جو ہیں جاہل
نہیں جانتیں وہ فضائل رذائل

انہیں عقل و ادراک سے کیا غرض ہے
رواجوں کی پابندیوں کا مرض ہے

چڑھاتی ہین قبرون پہ وہ جاکے چادر سمجھتی ہیں بندون کو خالق کا ہمسر
نہ ڈر ہے خدا کا نہ خوفِ پیمبر کہ مانگین مرادین وہ مردون سے جاکر
جو تھے زندگانی مین بے زور و قوت
ہوئی انکو مرتے ہی حاصل حکومت

ہزارون زناکار و مکار و جاہل ٹھگون کے گرو اور شیطان خصائل
سرون پر عمامے گلون مین حمائل مگر زر زمین زن پہ سو جان سے مائل
بظاہر تو ہے زالِ دنیا سے نفرت
مگر دل مین ہے نوجوانون سے الفت

وہ ریشِ دراز اور وہ تہہ بند جبا بسنتی عمامہ ملاگیری کرتا
وہ پیری مریدی وہ ہفتون کا چلّا وہ تعویذ گنڈے دعا وہ فلیتا
وہ تہلیل و تسبیح و ورد و وظائف
عمل پر ہین ایسے کہ شیطان ہے خائف

وہ کرتے ہیں عیش عورتون کی بدولت خدا ہی بچائے تو بچتی ہے عصمت
سعادت سمجھتی ہین جو ان کی خدمت نہین ان کو دنیا کی کوئی بصیرت
جہالت سے ایسے اٹھاتی ہین نقصان
تدارک کا ان کے نہین کوئی امکان

اگر گھر مین ہو جائے بیمار بچا یقین اس پہ سایہ کا ہوتا ہے ہر جا
طلب ہوتے ہی جلد آتا ہے ملّا بتاتا ہے وہ کوئی صدقہ اُتارا
نہین عورتون کو غرض کچھ دوا سے
فقط کام ہے فال نقش و دعا سے

کوئی فال کھلواتی ہے یہ سمجھ کر کہ معلوم ہو کون ہے اس کے سر پر

یہ کہتا ہے ملّا نہ ہووے گا جانبر — کہ بچے پہ ہے سایۂ جن مقرر
نکالا تھا بچے کو جب تم نے باہر
تو اسوقت اوڑتا تھا اک جن ہوا پر

قضا را رہین کی طرف اس نے دیکھا — نظر آیا آغوش مادر مین تارا
جو مدت سے فرزند کی تھی تمنا — ہوا تیرے بچے پہ وہ دل سے شیدا
نہین دی تھی خالق نے اولاد اسکو
بنایا تھا گلشن مین شمشاد اوسکو

اتارو بہت جلد جا کر نظر تم — تصدق کرو کچھ ابھی سیم و زر تم
کھلاؤ فقیرون کو حلوا سے تر تم — پلاؤ یہ تعوید وقت سحر تم
دوا کا نہ لینا اگر نام ہرگز
نہ ہوگا اُسے اس سے آرام ہرگز

نجومی کو گھر مین بلاتی ہے کوئی — ستارے کی گردش بتاتی ہے کوئی
کھڑے ماش جو تیل لاتی ہے کوئی — برہمن کو صدقہ دلاتی ہے کوئی
کوئی پوچھتی ہے نجومی سے آکر
برے ہین کہ بچے کے طالع ہین بہتر

وہ پوتھی مین یہ دیکھکر ہے بتاتا — کہ اب ہے قمر برج عقرب مین آتا
کٹھن ہے گھڑی پر کرے سہل داتا — کرو دان پُن اس سے ہے روگ جاتا
سنیچر متھن راس مین آگیا ہے
اسی سے ترا چاند گہنا گیا ہے

ابھی دیڑھ دن ہے سنیچر کا پھیرا — کہ ہے جان کا جس مین بچے کی دھوکا
اتارا فقط ہے یہی اس بلا کا — کہ جلدی سے دو تم برہمن کو صدقا

کھڑے پاس ہیں جو تیل - کچھ سونا روپا
کرو گر تصدق تو تجھ پہ ہوچینگا

ادہر تو اترے ہیں صدقے برابر
اُدہر شاہ صاحب کی آمد ہے اندر

کوئی چومتی ہے قدم ان کے آکر
کوئی پاؤن پر رکھے ہی دیتی ہے سر

کوئی ہاتھ جوڑے کھڑی ہے مؤدب
کہ گویا وہ بر لائینگے دل کے مطلب

کوئی شاہ صاحب سے کہتی ہے رو رو
خدا کے فقیروں کے قائل ہیں ہم تو

نہیں رکھتے دل میں عقیدہ ذرا جو
انہیں فائدہ پھر دعاؤں سے کیا ہو

ہمیں تو تمہارا ہی بس آسرا ہے
کہ نیچے ہو تم اور اوپر خدا ہے

جو چاہو تو مردے کو زندہ کرو تم
قضا و قدر سے بہر گذرو تم

پہاڑوں کو چھولی میں اپنی بھرو تم
قدم آسمانوں پہ اوڑکر دہرو تم

زمین سے فلک تک تمہارا عمل ہے
تمہیں ہے خبر اسکی ہونا جو کل ہے

یہ ہے عقل مستورات کی افسوس حالت
ٹپکتی ہے ہر عمل سے انکے وحشت

نہیں ان سے مردوں کو کوئی بھی راحت
نہ گھر کی صفائی نہ حفظانِ صحت

سلیقہ نہیں خانہ داری کا ان کو
نہ کچھ یاد گر غمگساری کا ان کو

نہ علمی مشاغل نہ کچھ تشغلِ صنعت
لڑائی کی یا پان کھانے کی عادت

کوئی دم نہ بیکار باتوں سے فرصت
نہ دنیا کا کھٹکا نہ عقبے کی دہشت

نہیں کوئی بیکار مخلوقِ عالم

ترانہ ہے لیکن یہ اک صنف آدم

مکان ان کے تاریک مبند اور بھدے   غلاظت نجاست کثافت کے تودے
نہ پھولوں کے گملے نہ میوونکے پودے   جو سبزہ کہیں ہے سو وہ بے ارادے

زمین پر گل لالہ یا نون کی پیکین
کہین شاخ مرجان ہین جھاڑو کی سیکین

پڑا ہے کہین منتشر گھر کا سامان   کہین دست لنجہ کہین جیب وداماں
کہین پاندان عطردان اور قلمدان   کہین میلے کپڑے کہین حقہ وریان

غرض ہر طرف جہل وحشت عیان ہے
بتاؤ تو ترتیب سامان کہان ہے

لباس اونکا رنگین باریک بھاری   مگر سر سے تا پا متانت سے عاری
لگا ہے بہت جس مین گوٹا کناری   نہین وہ بھی عورت کی کچھ دستکاری

لباس ایسے ہوتے نہین جلوتون کے
حقیقت مین کپڑے ہین یہ خلوتون کے

پرانے زمانے کے سارے ہین زیور   وہی بالیان بیچے نتھ اور جھومر
نکٹے بوجھ سے کان اور ناک اکثر   چھدانے کی تکلیف اللہ اکبر

مکانون مین جھنکار ہے وہ چھڑون کی
کہ محبس مین ہے بیڑیون کی کڑونکی

ادہر ناک زخمی ادھر کان چھلنی   بگاڑا تکلف نے سب حسن فطری
بلاق اور لٹکن سے ناپاک بینی   ہے زیبا کہے کوئی اتنی کی پھبتی

یہ زیور بتاتے ہین تہذیب وحشت
ہمارے مذاق اور تنزل کی حالت

کہان تک لکھون مین جہالت کی رسمین — حقیقت مین ہین سب یہ وحشت کی رسمین
عرب کی نہ سمجھی شریعت کی رسمین — نہ انسانیت آدمیت کی رسمین
انھین ریت رسمون نے میٹا ہے ہمکو
خوشی کو نکالا بلایا ہے غم کو

مگر عورتین اہل یورپ کی ساری — معطل نہین ہین کہ جیسی ہماری
کوئی بجبر تعلیم کرتی ہے جاری — سکھاتی ہے مذہب کوئی دستکاری
غریبون کی خدمت مین مصروف کوئی
سخاوت مین مشہور و معروف کوئی

کوئی پند دیتی ہے سڑکون پہ جاکر — کوئی بزم مین آکے دیتی ہے لکچر
گدا کی طرح کوئی پھرتی ہی گھر گھر — کہ بنوائے چندے سے مکتب کہین پر
کوئی مانگتی پھرتی ہے اس غرض سے
کہ بیمار جان بر ہو مہلک مرض سے

کوئی آپ اپنی مدد کر رہی ہے — مشقت مین محنت مین کد کر رہی ہے
کوئی وعظ باشد و مد کر رہی ہے — کلیسا مین حمد احد کر رہی ہے
نہین رائیگان وقت کرتی ہین اپنا
خزانہ کمائی سے بھرتی ہین اپنا

وہ ہین اپنے شوہر کی مونس سفر مین — پہاڑون مین میدان مین بحر و بر مین
رفیق اور غمخوار خوف و خطر مین — معلم ہین وہ اس کے بچون کی گھر مین
مصیبت مین کام آئین مردون سے بڑھکر
غریبون کا غم کھائین مردون سے بڑھکر

۱ محنت

انھین سے ہے مردِ ن کو آرام وراحت قدم دھرتے ہی گھر پہنچ جاتی ہر کلفت
لباس مکلّف ہین سب اُنکے مردون مین
نہین لیڈیان ہین یہ حورین گھروں مین

مکان ان کے دنیا کے جنت ہین گویا لطافت نزاکت نفاست ہے ہر جا
کہین بج رہا ہے خوش آواز باجا کسی کی ہے آواز جیسی پپیہا
گلون کی وہ کیا رین وہ پھولون کی بیلین
وہ دلچسپ تختے وہ اون کی کلیلین

ہوا دار کمرے تو سامان مکلّف ہر اک چیز پاکیزہ نادر مالُف
کہین آئینے وہ محدب مجوّف نظر جن مین آتی ہیں شکلین مخوف
لگی ہے قرینہ سے میز اور کرسی
تپائی پہ ہین کچھ کتابین بھی ویسی

لباس ان کے سادہ ہین اور وضع پیاری فدا جس پہ قدرت کی ہے دستکاری
تکلف بناوٹ سجاوٹ سے عاری بنت ہے نہ جس مین نہ گوٹا کناری
عجب سادگی ہے سنگارون مین انکے
قیامت ہے لیکن نکھارون مین ان کے

وہ ڈفرن کی لیڈی کے کار نمایان کیا عورتون پر بڑا جس نے احسان
مہیا کیا جس نے درد و دوا کا درمان مرض کی دوا تندرستی کا سامان
بلا سے چھوڑایا ہے بیماریون کو
اجل سے بچایا ہے آزاریون کو

بہت ہین وہان ایسی ہمدرد نسوان جو ہین قوم پر اپنی سو جان سے قربان
سمجھتی ہین قومی ضرر نفع و نقصان عمومی ترقی کی ہین دل سے خواہان

وہ ہین اسقدر ملک پر اپنے شیدا
کہ ہے اسکی خاطر انہین دکھ گوارا

ہین امداد کے ڈھنگ بھی کچھ نرالے — جو گرتے ہین دیتی ہین ان کو سنبھالے
وہ پالین انھین جن کو مان بھی نہ پالے — کھلاتی یتیمون کو ہین خود نوالے

سمجھتی ہین تکلیف کو عین راحت
اگر قوم کو ان کی ہو اس سے عزت

وہ ہین اسپتالون مین غیرونکی مونس — لڑائی مین زخمی دلیرون کی مونس
مصیبت مین مجبور مستغیرون کی مونس — غریبی مین سوچی کسیرون کی مونس

غرض اپنے اہل وطن پر فدا ہین
عمومی خیانت سے ناآشنا ہین

یہ دنیا ہے اصلی کتاب حقیقت — کہ ہے جس مین منقوش ہر شی کی فطرت
یہان ذرے ذرے مین اسرار حکمت — جو آنکھون کو کھولین تو پائین یہ دولت

غلط علم پڑھتے ہین لڑتے ہین ناحق
سکھے ہیچ جو کوئی بگڑتے ہین ناحق

خدا نے ہمین دی ہین آنکھین کہ دیکھین — دیا دل کہ دیکھین جسے خوب سمجھین
حواسون سے اپنے خواصونکو سیکھین — جو سیکھین اسے خوب محفوظ رکھین

تجارب سے جو علم آتا ہے ہم کو
وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے ہمکو

اگر کوئی بچہ مقید ہو گھر مین — نہ دیکھے کوئی چیز وہ عمر بھر مین
ہے اسطرح جیسے کیڑا حجر مین — نہان تخم ہو جسطرح سے ثمر مین

تو کیا عقل و ادراک کا حال ہوگا

وحوش و بہائم کا احوال ہوگا

وہ انسان کی سچی خوشی اور فرحت — وہ قدرت کا نظارہ اور وہ مسرت
وہ دلچسپ بے حد تماشائے فطرت — وہ دنیا کا ناٹک کہ ہو جس سے عبرت

نہین ایسی عورات کی قسمتون مین
مقید ہین رسمون مین اور خشتون مین

غرض وحشیون سی حالت ہے ان کی — توجہ کے قابل ہلاکت ہے ان کی
ہمین جب [illegible] نے میٹھا جہالت ہے ان کی — نہین فرض کیا کچھ ہدایت ہے ان کی

خدارا ذرا اپنے دل سے تو پوچھو
یہ انصاف ہے ان کو حیوان رکھو

یہ تاکید ہے اہل قرآن کو دین مین — کہ با علم ہون عورتین مسلمین مین
کرین علم حاصل جو ہو ملک چین مین — اگر شک ہو دیکھو حدیث متین مین

فریضہ پیمبر نے جسکو بتایا
اسے ہم نے افسوس دل سے بھلایا

محب مانگ اب یہ دعا تو خدا سے — رہائی ہو نسوان کی دام بلا سے
تعصب کے پھندے سے حرص و ہوا سے — جہالت سے مردون کی جور و جفا سے

جو مشکل ہمین ہے وہ آسان خدا کو
وہ چاہے کرے مستجاب اس دعا کو

مقدس شراب خوری

گذشتہ زمانہ کے مذہبی لوگون کی حالت اور ایک گرجا کی شراب خوری اور تہواری

جب آفتاب خونِ شفق مین نہا چکا   دن کے لہو کا چرخ بھی دریا بہا چکا
شب کا سمان جو گنبدِ گردون پہ چھا چکا   روزِ زیرِ زمین منھ چھپا چکا

ظلمت بڑہی تو نور نے چھوڑا خیام کو
شاہِ حبش نے چھین لیا ملک شام کو

زنگیٔ شب کے تخت مین آیا جو ملک روم   دو بازمین مین پھر آ بہے نجوم
انجم کا بام چرخ پہ ہر جا ہوا ہجوم   ہیرے چمک رہے تھے فلک پر علی العموم

تارون کا آسمان پہ عجب اژدہام تھا
کیا مخمل سیاہ پہ سلمے کا کام تھا

بامِ فلک پہ غرب مین زہرہ تھی جلوہ گر   تابندہ اس قدر کہ مخل جس سے تھا قمر
غالب تھی اوسکی ضو جو ستارونکے نور پر   اختر بھی پاس پاس کے آتے تھے کم نظر

پرتو جو ماہتاب کا زہرہ دکھاتی تھی
کچھ چاندنی فلک سے زمین پر بھی آتی تھی

کیا مشتری کا شرق مین بازار گرم تھا   مریخ سرخ جامہ سے نوشاہ تھا بنا
سر پر زحل تھا گوشۂ مغرب مین بیٹھا   چھوٹے بڑے ستارونکی کثرت تھی جابجا

گو منتشر نجوم فلک بے شمار تھے
پر چشمِ اہلِ نجم مین ترتیب وار تھے

تابندہ کچھ جنوب مین تھے اخترِ کلان   گویا جڑی تھین تختۂ نیلم مین چنیان
قوسِ قزح کے رنگ جھلکتے مین تھی عیان   نیرنگیان دکھاتا تھا ہر آن آسمان

تیرِ قضا سے کون سا محفوظ گھر ہوا
تارون کے ٹوٹنے سے یہ ثابت مگر ہوا

جلوے تھے حق کے نور کے بالائے آسمان   غافل بہت تھی اور تھے بیدار بھی یہان

دل کے پرند دبکے درختوں میں تھے نہاں　　شب کے طیور اپنے مکان و قفس میں تھے پرفشاں

ظلمات و نور ایک تھے حیرت کی بات تھی
دن تھا کہیں کو، کہیں کو یہ رات تھی

ٹوٹے ستاروں سے اوڑی تھی پھیر کر دھوم　　چمگادڑوں نے سقف فلک پر کیا ہجوم
جنگل میں جھینگروں نے مچائی تھی ایک دھوم　　شاخوں پہ چیختا ہوا پھرتا تھا جغد شوم

مینڈک جو بولتے تھے تو مرچنگ بجتے تھے
پانی میں جل ترنگ کے سو رنگ بجتے تھے

کتوں کے بھونکنے کی وہ آواز جاں گداز　　وہ شب کے پاسبانوں کی اونچی کڑی صدا
اس سب پہ بلند تھا مستوں کا قہقہا　　گھر میں خدا کے نعرۂ ہو حق کا شور تھا

پیتے تھے جب شراب تو مے گدگداتی تھی
ہر قہقہے کی چرخ پہ آواز جاتی تھی

اس رات کچھ عجیب کلیسا میں تھی بہار　　تھی بیچ میں بچھی ہوئی اک میز زرنگار
تثلیث پر جو سارے عقیدوں کا تھا مدار　　اس میز سے بھی شکل صلیبی تھی آشکار

عیسیٰ کو حق نے چرخ پہ زندہ اٹھایا تھا
شیطان نے صلیب کو لا کر بچھایا تھا

بیٹھے تھے گرد میز کے جو ساٹھ پادری　　کرتے تھے جو مسیح کی ہر دم برابری
ڈرتے نہ تھے خدا سے یہ تھی انکی خودسری　　گھر میں تھی ان کے دولت کسریٰ و قیصری

قارون کی کیا بساط تھی یہ وہ غریب تھے
دنیا کے سارے عیش انہیں کو نصیب تھے

روشن تھے ان کے سامنے کافوری شمعدان　　تھا مشک اور عود کا پھیلا ہوا دھواں
سرخ و سفید چہروں سے انکے یہ تھا عیاں　　دنیا کا سارا عیش انہیں کو ہے بے گماں

آسودگی تھی لطف بھی وہ ذن ہوا کا تھا
کچھ خوف تھا یہان کا نہ کھٹکا وہان کا تھا

کھا کھا کے مال مفت وہ موٹی تھا اسقدر
بیٹھے تھے پاکے گدے جو تھے کرسی پہ جلوہ گر
سب فربہی سے دیو سفید آتے تھے نظر
لقمہ سے پیٹ ہو گئے تھے انکے پھولکر

دین مسیح پاک سے زر ہاتھ آیا تھا
دنیا کو ترک کرکے عجب عیش پایا تھا

بیٹھا مقام صدر پہ تھا پیر پادری
دنیا و دین کی فکر سے تھا مطلقاً بری
عیسٰی کے دین کی کرتا تھا یہ پست بہتری
اس کے ستم سے کانپتی تھے ظلم نادری

عیسٰی تو کیا خدا کے غضب سے نہ ڈرتا تھا
لاکھون کو ایک آن مین یہ قتل کرتا تھا

بیٹھا تھا اس کے سامنے اک اور بادہ خوار
کہتا تھا جھوم جھوم کے نشہ مین بار بار
ے اتو وا پیو کہ نہین ہم کو خوف نار
گر جرم بھی کروگے نہ ہوگے گناہ گار

مین رند ہون نہ قائل روز الست ہون
دو غسل مجھکو مے سے کہ مین مے پرست ہون

ایبٹ سے پھر وہ بولا کہ فادر شراب دے
اے میرے باپ خوک کے لاکر کباب دے
عیسٰی کے واسطے قدح آفتاب دے
ساقی جواب دے مرے فادر جواب دے

اٹھون کبھی صلیب کے اوپر کبھی گرون
وہ تیز مے پلا دے کہ مین ناچتا پھرون

سجدے مین اسقدر مین جھکاؤن پھر اپنا سر
ماتھا کوئین کی تہ مین لگے جا کے سربسر
اٹھون تو پہنچون لے کے صلیب آسمان پر
چھک کر پیون شراب مقدس خدا کے گھر

مے سے بچے فلک پہ کوئی جب مین جاؤنگا

عیسی کو بن پلائے ہوئے مین نہ مانگا

مانگون گا یہ دعا کہ مرا حلق ہو دراز   پہنچے سما سے تابہ سمک بڑھ کے بے نیاز
ہو جیٹ میرا کوہ ہمالہ سا کار زار   دریا شراب کے مین پیون کر کے منھ کو باز

رسے فلک سے روز یہ ارمان شراب کا

دریا جہان بھر مین ہو طوفان شراب کا

یہ کہہ کے اس حریص نے پھر جام مے بھرا   کانپے جو ہاتھ رعشہ سے لب تک نہ وہ گیا
جبہ یہ سب شراب گری جام جب ہلا   دامن سے فرش تک عرق آتشین بہا

چنگاریان سی آتش مے کی چمکتی تھین

بنت عنب کے خون کی بوندین ٹپکتی تھین

امرس کا حال دیکھ کے اک منک نے کہا   بیٹھا تھا اس کے سامنے کرسی پہ جو ڈٹا
دیکھو تو پادری کو بھی کیسا نشہ چڑھا   کرتا نہین وہ فرق کوئی بت ہو یا خدا

پیتے ہین جب شراب تو سب ننگ لاتی ہین

انسان فرشتے دونون یہان سر جھکاتی ہین

امرس نے سن کے تلخ سخن یہ دیا جواب   بیٹا یہ مے ہے حضرت ہارون کا خضاب
ڈاڑہی مین اپنی ملتے تھے یہ تیل وہ جناب   کپڑون پہ اون کے گرتا تھا یہ پاک سرخ آب

خطرے ہمین نہین ہین عذاب و ثواب کے

بندے ہین ہم تو مست خدائے شراب کے

بیٹا پیو شراب کرو رات دن خوشی   دولت جہان کی ہمکو خداوند نے ہی دی
قربانی مسیح ہمین پاک کر چکی   پھر کس لئے اوڑائین نہ ہم چین جیتے جی

ہم تو اسی پری کے سہارے سے جیتے ہین

بابا ہمارا پیتا ہے اور ہم بھی پیتے ہین

غصّے سے آگ ہو کے یہ ایبٹ نے تب کہا — اَمرس شراب کرتا ہے برباد ہے یہ کیا
خوں مسیح پاک گراتا ہے بے حیا — پی تھوڑی تھوڑی حرص سے جاتا ہی کیون مرا

آتش نگل رہا ہے غٹاغٹ نہین وہان
یہ پیٹ ہے کہ ویک ہے پیپا ہے یا کنوان

سن اب گرا زمین پہ اگر قطرۂ شراب — نازل کرے گا تجھپہ خداوند پھر عذاب
جو تون کا تیرے سر پہ برس جائیگا سحاب — عیسیٰ کا باپ تجھکو کرے گا بہت خراب
مے کے یہ خم اب آگ تری منہ مین ڈالونگا
گردن پکڑ کے چرچ سے باہر نکالونگا

کتری کو ڈال کر تری گردن مین او شقی — مینڈھے کی طرح کھینچتا لیجاؤنگا ابھی
لولہ کہین سے گے پیچھے ترے سب یہ پادری — سر سے ترے اتار دون کیا سایہ پری
بگڑون گا مین تو ارض و سما کانپ جائینگے
روح القدس مسیح نہ پھر کام آئینگے

امرس نے مسکرا کے بصد عجز یہ کہا — پاپا کوئی بھی ہوتا ہے بچون سے یون خفا
میری تو ہے شراب ہی دن رات کی غذا — مین شیر وحست ز رہی کو پی پی کے ہون پلا
خالق نے روح خمر سے یہ جان بنائی ہے
گھٹی مین میری مان نے مجھکو مے پلائی ہے

پاپا وہ لال لال چمکتی ہوئی شراب — ہے جام مے کہ ہاتھ مین ساقی کی ہے گلاب
نکلا ہے آج ارض کلیسا سے آفتاب — جاتی ہے تا بہ چرخ ضیائے رُخ تراب
گھر مین خدا کے رحمتِ حق کا ورود ہے
ہے صبح تو فلک پہ یہان دن نمود ہے

پاپا مین جب مرون مجھے دینا نہ تو کفن — ہو بعد مرگ تاک کے پتون کا پیرہن

پہلے شراب ناب سے دھونا مرا بدن — انگور کے گلون سے بنانا مجھے کفن

کافور ہو نہ پھول نہ خوشبو سی بُرا وہو
تابوت میرا تاک کے تختون کا سا ہو

پاپا مری لحد ہو تہ دار بستِ تاک — انگور بن کے تا کہ ہو پھر بار میری خاک
خوش ہون گے اس شراب کو پیکر جو پیئیں چالاک — دونو جہان کی فکر سے ہو جائینگے وہ پاک

دنیا و دین کے غم سے دلاؤنگا مین نجات
زاہد کی زندگی سے تو بہتر ہے یہ ممات

مرنے کے بعد لاش میری دفن ہو وہان — شاداب کوئی تختۂ انگور ہو جہان
مین خاک مین بھی ملکے پیون آبِ ارغوان — ہو قبر مین بھی روح مری مست و شاد وہان

برزخ مین جا کے میکدہ پاپا بناؤن مین
قبل از نشور مُردون کو مے سے جلاؤن مین

پاپا مجھے بنا کوئی پھر پیر یا ولی — ہو مست شاہ نام میرا بعد مرگ بھی
ہر سال میری قبر پہ ہو عرس پیر جی — مست عنب کے ساتھ کرین رقص پادری

عیسیٰ پلائین گے جو پیالہ شراب کا
مستون کو خوف ہوگا نہ روز حساب کا

پاپا پسند طبع نہ ہو یہ اگر سخن — رنگنا مرا شراب ہی سے سُرخ پھر کفن
دولہا بنا کے گاڑنا خم مین یہ میرا تن — بھٹی مین مے کی یا کہ جلانا مرا بدن

مر کر بھی روح میری یہ پیر مغان بنے
مٹی سے میری جام مے ارغوان بنے

تھی پیر پادری کی عبث ڈانٹ اور ڈپٹ — جیت کوئی تھا کلیسا مین کوئی پڑا تھا بٹ
دیتا تھا ایک دوسرے کو زور سے اکٹ — جاتا تھا کوئی نشہ مین خود آپ ہی پلٹ

بندر کی شکل کودتے پھرتے تھے کچھ الگ
وبکا تھا کوئی میز کے نیچے مثال سگ

گرتے تھے کرسیوں سے وہ مدہوش جو بادہ خوار
شیشوں کے ٹوٹنے کی تھی جھنکار بار بار
گر گر کے چور ہوتے تھے ساغر تو بیشمار
فرش زمین پہ انجم تابان کی تھی بہار
مستی میں منہ کھلے تھے مگر کان بند تھے
ہپ ہپ کا شور ہُرّون کی بھی بلند تھے

ٹوپی اچھالتا تھا کوئی مست بار بار
اتری تھی زیر ران کسی ہوش کی ازار
پتلون کوٹ ایک نے ڈالا تھا سب اتار
کرتا تھا کوئی جیب و گریبان کو تار تار
ڈگ چلتے تھے کہیں کوئی روتا تھا ہنستا تھا
سر پر کسی کے جوتیوں کا مینہ برستا تھا

حد سے سوا جو بڑھ گیا طوفان انتشار
ایبٹ کو جز سکوت نہ تھا کوئی چارہ کار
سر ویک تھا کہ اوسکو بھی پینے پہ بادہ خوار
عیسٰی کا خر سمجھ کے ہون پھر اسپہ بھی سوار
خوف خدائے پاک تو وسے مٹایا تھا
آمر س کا رعب وداب مگر سب چھپایا تھا

قوت میں ڈیل ڈول میں تھا سب سے وہ زیاد
انسان نہ تھا یہ فیل تھا یا کوئی دیو زاد
طفلی ہی سے جو مشق ستم میں تھا اوستاد
کرتا تھا بات بات میں یہ فتنہ و فساد
خونخوار دل تھا اسکی تھی جڑا بھیڑ کا
پہنی تھی بھیڑ نے مگر کھال بھیڑ کی

غرایا صوت سخت سے وہ گرگ مثل سگ
آواز سے بیٹھی تھی بھولی تھی شاہ رگ
ہیبت سے اسکی مست گئی پشت ورس لگ
کونون میں وبکے جا کے کئی یاد رہی الگ
ہوتا ہے سنگ آگ اگر گرم ہوتا ہے

لوہا تو گھن کی ضرب ہی سے نرم ہوتا ہے

بولا وہ اپنا بیٹ سے ہے یہ مسجد حرام　　قربانیاں چڑھاتے ہیں سب جس پہ صبح و شام

بیت الحرم یہی ہے یہی جبرئیل کا مقام　　روح القدس مسیح تو ہیں بیٹے ہی کی نام

پیتا نہیں شراب کا میں خون بہاتا ہوں

قربان گہہ پہ ست عنب کو چڑھاتا ہوں

قربان جان و دل سے ہوں نام مسیح پر　　مجھ سا شہید دین مسیحا ہی کون خر

یہ جام مے ہے جام شہادت کرو نظر　　کرتی ہے دخت رز مجھے ہر دم لہو میں تر

ٹکڑے کلیجہ جس سے ہو وہ زہر پیتا ہوں

سو بار قتل ہوتا ہوں سو بار جیتا ہوں

یہ سن کے قہقہوں کا ہوا شور پھر بلند　　رینکے گدہے تو گونج اٹھی سقف سنگ بند

گرجا میں ہنہنانے لگے ہر طرف سمند　　حیوان تھے سارے دین مسیحی کے ہوشمند

ایبٹ ذرا جوان کے تمسخر کو روکتا

یہ ست پادری اسے پھر چوب ٹھوکتا

چڑھتا ہے بھوت خمر کا سر پر کسی کے جب　　کرتے ہیں کوچ ہوش و خرد و عقل و فکر سب

روکے خدا بھی آ کے تو وہ باز آئے کب　　رہتی نہیں ہے شرم و حیا پھر نہ خوف رب

نشہ میں عقل و دین کی کہاں مانتا ہی وہ

ناصح کو اپنے دشمن جان جانتا ہے وہ

اس مس شراب پی کے جو ہوتا تھا بدحواس　　عیسیٰ کے باپ کا بھی نہ تھا کوئی اسکو پاس

داڑھی کو پوپ کی وہ سمجھتا تھا خشک گھاس　　نرم و سفید بال سے تھے گویا نئی کپاس

چپتیں سے گھٹے سرون پہ کبھی مار جاتا تھا

ریش دراز پوپ میں آتش لگاتا تھا

بگڑکر سو بیر سے کیا اوسنے یہ کلام　　میری حسب نسب سے تو واقف ہین خاص عام
بیٹا ہون بادشاہ کا ہے فخر کا مقام　　اورون کی طرح مین نہین کم ذات یا غلام
راہب ہوا ہون مین نہ امیری کیواسطے
چھوڑا ہے سلطنت کو فقیری کیواسطے

قدرت کہ مین نے ترک کیا لی گداگری　　عیسی کے انکسار پہ قربان ہے قیصری
کرتی ہے دور راہ خدا سے جو خود سری　　دولت عدو ہے میری توہی وحشت بیزری
پیمان خدا سے ترک امیری کا باندہ ہے
عیسی سے مین نے عہد فقیری کا باندہ ہے

تو جانتا ہے نفس کشی کا ہے مجھکو شوق　　ہے ذکر و شغل و زہد و ورع کا بھی دلکو ذوق
گردن مین میری بندگی حق کا ہے جو طوق　　شیطان میرے تحت ہے روح القدس ہے فوق
واقف ہیں سب کہ نصف شکم جو مین کہاتا ہون
خود آپ اپنے جسم پہ کوڑے لگاتا ہون

فاقون سے دیکھہ جسم ہے کیسا مرا نحیف　　سبکی مین تن ہے وزن پرکاہ سے خفیف
مین مارتا ہون نفس لعین کو جو ہے حریف　　رکہتا ہون مین ربیع سے روزے بھی تا خریف
مطلق لہو نہین ہے تو اطراف سر مین
مردہ ہون مین یہ گال مرے زرد زرد ہین

دبلے نحیف لوگ جو موجود ہین یہان　　ضعف بدن سے جنکی نمایان ہین ہڈیان
زردی رخ سے جنکی ہے فاقہ کشی عیان　　روزے پہ روزہ رکہنے سے یہ سب ہین نیم جان
میری طرح جو خوف خدائے زمن کرین
پھر جیتے جی یہ پیراہن اپنا کفن کرین

بیٹھے ہین یہ جو تارک الدنیا خدا نما　　دیتے ہین یہ فریب خدا کو بھی برملا

کھاتے ہیں مال مفت کماتے نہیں ٹکا　　یہ زہد یہ ورع یہ عبادت ہے سب ریا
سولی پہ چڑھ کے قہر خدا سے اماں دہی
ناحق نخرون کیواسطے عیسیٰ نے جاں دی

مکر و فریب و کذب و دغا میں ہیں سب یہ طاق　　ابلیس ان سے سیکھے ابھی کینہ و نفاق
نیکی میں سست اور بدی میں ہیں چست چاق　　ہر امر میں حسد ہے تو ہر بات میں شقاق
عقبیٰ فروش قاتل عیسیٰ یہی تو ہیں
کتّے ہیں پیٹ کے سگ دنیا یہی تو ہیں

انکا خدا ہے زر تو تعیش ہے انکا دین　　گھر میں خدا کے بھی یہ حرا یم کریں لعین
اطفال کے لہو سے ہے معبد کی ترزمین　　انسان کا خون ہوتا ہے کفارہ کہیں کہیں
دنیا کا چھوڑنا بھی حصول جہان ہے یہ
کہتے ہیں ترک نفس جسے وہ کہان ہے یہ

اس پر یہ بک رہا تھا کہ تھرا یا آسمان　　سوئے زمین غضب کے فرشتے ہوئے روان
دوزخ ہوا کلیسا رو ما کا سب مکان　　دم بھر میں قہر حق کا نظر آ گیا سمان
دشمن اگر جہان ہو تو کوئی ضرر نہیں
لیکن کہیں بھی قہر خدا سے مفر نہیں

اٹھا شمال و شرق کیجانب سے ابر تار　　بادل نہ تھا فلک پہ پہاڑوں کی تھی قطار
دم بھر میں سقف گنبد نیلی تھی کوہسار　　تاروں کی جا تھے سنگ کے انبار بے شمار
کوسوں کہیں فلک پہ نہ اختر نہ ماہ تھا
یہ شیشۂ بلور تو سنگ سیاہ تھا

ابر سیہ میں برق چمکتی تھی دم بدم　　کرتا تھا چرخ تیغ شرر بار کو علم
بادل جو جھوم جھوم کے بڑھتے تھے ہر قدم　　فیلان مست مارتے تھے ٹکر بن بہم

کڑکے تھے رعد و برق کی آغاز ہر طرف
زنجیرین ٹوٹنے کی تھی آواز ہر طرف
جنگ و جدالِ موج عناصر تو تھی اُدھر تھا اسطرف کلیسہ مین مستون کا شور و شر
غافل نزولِ قہرِ خدا سے تھے بے خبر بجلی گری تو رہ گئے سب سہم سہم کر
جوش و خروش قلزم مستی گذر گیا
دم بھر مین بھوت خمر کا سر سے اتر گیا
بجلی صلیب پر جو تڑپ کر گری وہان گرجا یہ رعد گونج گئی سقف آسمان
سکان رو م چونک پڑے کہکے الامان دیوار شق ہوئی تو لرزنے لگا مکان
اکبارگی صلیب زمین پر جو گر گئی
تصویر مرگ سامنے آنکھون کے پھر گئی
اس وقت سومعہ مین قیامت کا تھا سمان ہر پادری کے تن مین نہ تھی خوف حق سے جان
سجدے مین کوئی کوئی پس پشت و رنہان اوندھا پڑا تھا روئے زمین پر کوئی وہان
آنکھون سے اپنی شعلۂ دوزخ جو دیکھا تھا
ہاتھون سے منہ چھپائے ہوئے کوئی بیٹھا تھا
خاموش مثل بت کوئی کونے مین تھا کھڑا بے ہوش کوئی میز کے نیچے ہی تھا پڑا
تختے کی طرح کوئی تھا دیوار مین جڑا کوئی خم شراب مین تھا تا کمر گڑا
کرسی سے سر کے بل کوئی نیچے الٹ گیا
ڈرکر کسی کی پیٹھ سے کوئی چمٹ گیا
قہر خدا کو دیکھ لیا جبکہ رو برو بولی قضا عبث ہے امان کی جستجو
نار جہنم آتش دوزخ ہی دو بدو اس آگ مین پیوگے بس اب پیاپے لہو
دیکھو محب شراب کو در اصل آگ ہے

ستر پے جس سے آتش دوزخ کو لاگتا ہے

ہمارے زمانہ کی شاعری

کیا لکھیں شعر کہ ولیں نہیں کچھ جوش و خروش
اب نہ شادی کی خوشی ہے نہ کسی جشن کا ہوش

درد ہم قوم سے ہے اب تو یہ دل ہم آغوش
کنج عزلت میں پڑے رہتے ہیں ہم خاموش

ہجو لکھیں کہ محامد کے جریدے لکھیں
مرثئے قوم کے لکھیں کہ قصیدے لکھیں

اب تو کانوں کو بری لگتی ہے جھوٹی تعریف
اس سے ممدوح بھی ہوتا ہے بہت ولیں خفیف

وہ سمجھتا ہے بناتا ہے کوئی مجھکو ظریف
پر وہ مدح میں یہ تو ہے مری ہجو لطیف

قد ہے چھوٹا مرا اور ضعف سے ہے جسم نڈھال
زور میں میں تو نہ رستم ہوں نہ سہراب نہ زال

کچھ عجب بگڑا ہے اب مدح سرائی کا بھی رنگ
ہجو اور مدح کے لکھنے کا ہے بس ایک ہی ڈھنگ

جس نے دیکھی نہ ہو آنکھوں سے کبھی توپ تفنگ
اور نہ مرغوں کی لڑائی نہ بٹیروں کی جنگ

کرتے ہیں اوس کی جو تعریف ہمارے شاعر
کہتے ہیں رستم و سہراب اُسے سارے شاعر

ایک مفلس کی جو آجاتے ہیں مداحی پر
اُسکو کر دیتے ہیں قارون کا دم میں ہمسر

جم و دارا کو بنا دیتے ہیں اوس کا چاکر
کہتے ہیں اُس کے یہ دربان کو کہ ہے اسکندر

اپنے ممدوح سے گر ایک درم لیتی ہین
سلطنت دو نو جہان کی اوسے دیتی ہین

کرتے ہین جاہل و نادان کی جو تعریف بیان ۔ کہتے ہین اس کو خوشامد سے کہ ہے یہ لقمان
سامنے اس کے ارسطو بھی ہے طفل نادان ۔ اور سقراط و فلاطون مین یہ دانش ہی کہان

علم گر ہو تو کوئی مدح کی حد مین ہو تمیز
خود ہی جاہل ہون تو کیون جہل خرد مین ہو تمیز

ایک ظالم کی جو تعریف پہ آجائین کبھی ۔ تو کہین شمر بداختر کو حسین ابن علے
دم پہ آجائین تو عاصم کو کہین یہ عاصی ۔ اور شیطان کو خوشامد سے بنائین یہ ولی

مٹ گیا قوم سے فرقِ حق و باطل دونو
ایک ہین شاعرون کو فضل و رذائل دونو

جاہل و مرتشی و فاسق و فاجر مےخوار ۔ ان کے ممدوح و معرف ہین یہی سب بدکار
عابد و زاہد و واعظ جو ہین اسکے اغیار ۔ ان پہ کیا پھبتیون کی ہوتی ہے ہر دم بوچھار

مدحت دختر رز وصف کمر ہوتے ہین
عیب سب شعر ہی مین آکے ہنر ہوتے ہین

فحش و بدکاری بیان و جنون عشاق ۔ ہین یہ موضوع سخن جن مین ہو شاعر مشتاق
عشق مین شہرہ آفاق جنون مین ہو طاق ۔ شوخی و ہزل و تمسخر سے بھی ہو اسکو مذاق

کس کی شامت ہی جو ان باتون مین ماہر ہو کوئی
آج کل ہون یہ کمالات تو شاعر ہو کوئی

پاک سمجھا ہو کوئی تب ہو تغزل مین کمال ۔ قابل داد ہے ہر رنگ کا ناپاک خیال
لب پہ تہذیب کے جن باتون کا آنا ہی محال ۔ وہ نہ ہون پھر تو نہین شعر مین کچھ حسن و جمال

وہ فواحش کہ کبیران سے کبھی بڑھ نہ سکے

بے حیا بھی انھین محفل مین کوئی پڑھ نہ سکے

تختۂ مشق جفا ان کی فقط ہین عورات — جن کی تذلیل مین باقی نہین انکو کوئی بات
ان کی اعضا کی وہ تشریح کہ جراح ہی مات — کوئی سرجن بھی نہین کرتا ہے یون بیدر تمات

شعر مین ان کے رخ و کاکل و پیچان ہین بندھے
زلف و چشم و کمر و ابرو و پستان ہین بندھے

قیس و فرہاد کا ہر ایک ہی شاگرد رشید — کوئی وامق کا ہے اور کوئی ہے مجنون کا مرید
ان کی دیوانگی اشعار مین ہے قابل دید — تیغ ابرو کا ہے گھایل کوئی اور کوئی شہید

کہین پھرتا ہے ہتیلی پہ لیے سر کوئی
زہر کھائے ہوئے ہے سبزۂ خط پر کوئی

چیر کر سینہ دکھاتا ہے کوئی زخم جگر — پس دیوار کوئی پھوڑتا ہے اپنا سر
دشت و کہسار کا ہے کوئی لگاتا چکر — کوچۂ یار مین پھرتا ہے کوئی آٹھ پہر

روزن در سے کھڑا آنکھ لڑاتا ہے کوئی
دھجیان جیب و گریبان کی اوڑاتا ہے کوئی

تیغ ابرو سے کوئی کاٹتا ہے اپنا گلا — کھینچتا دل سے کوئی تیر مژہ ہے خستہ
مرغ بسمل ہے کوئی کشتۂ انداز و ادا — دمبدم کرتا ہے مہجور کوئی آہ و بکاہ

ہجر جانان مین کھڑا کرتا ہے ماتم کوئی
بستر غم پہ پڑا توڑتا ہے دم کوئی

کچھ درندون سے بھی بڑھکر ہوئے گر رشک و حسد — رشک عاشق کو جو لازم ہے تو معشوق کو کد
عشق کی راہ مین حایل ہو رقابت کی بھی سد — لطف ہے عشق مین جتنا ہو رقیبونکا عدد

رشک کو جانتے ہین جان سی گذرنیوالے
ایک معشوق کے ہون لاکھونہی مرنیوالے

کیا حیا ہے کہ ہون اک پردہ نشین پر عاشق — سیکڑون نفس پرست عیش طلب اور فا
چار دیواری مین گھٹنے سے ہوئی اسکو دق — گھر سے پردے مین رقابت کی ہی کیسی
سخت پردے سے کبھی گو خوف رقابت نہ گیا
دست نسوان سے مگر دامن عصمت نہ گیا

وہی شاعر ہے جو عاشق ہو کسی کسبی پر — یا وہ اسوخت امانت کا ہو جس کو از
رند و مومن کی وہ دواوین پڑہی ہون اکثر — لذت عشق کے بڑہنے مین ہو یا عمر
گو ہر اک علم و معارف سے معرا یہ ہے
پر سخن سنج ہے اور شاعر غرا یہ ہے
علم و حکمت سے تو اذہان ہین انکے خالی — شان مین ان کے یہ فرماتا ہی شاعر حالی
لاتے ہین باغ سے اورون کی لگا کر ڈالی — تحفہ چون ہیر شود پیشہ کند دلالی
اب نہ دولت ہی نہ شمشیر و سپر ہی اپنی
شاعری بھی تو عجب پوچ لچر ہے اپنی

آئینہ قوم

(جہل و عصب) بلائے جہل مین یارب نہ مبتلا ہو قوم — نہ پھوٹین قلب کے آنکھین نہ بیحیا ہو قوم
ذلیل و خوار نہ مفلس نہ بے نوا ہو قوم — نہ کبر و عجب و تعلی سے آشنا ہو قوم
و نائت و حسد و بغض کی نہ عادت ہو
یہ ذلتین ہون تو پھر قوم ہی وہ غارت ہو
بچائے جہل و تعصب سے خدائے کریم — کہ ان کے سامنے کیا چیز ہے عذاب الیم
یہ آگ وہ ہے کہ دوزخ کو بھی ہی اسکا بیم — اسی کو جانتے ہین اہل علم نار جحیم

جلاؤ۔ گاڑو پس از مرگ جسم بےحس ہے
عذاب روح پہ ہے جسم خاک یابس ہے

قیام روح کے قایل ہین اہل حکمت ودین　　عذاب روح پہ ہوگا یہی ہے سب کو یقین
تباہ جہل سے بڑھ کر بھی ہے عذاب کہین　　نجات جسکی نہین ہے وہ جاہل بدبین
جو شک ہو دیکھ لو قرآن مین کیا لکھا ہے
ثنا ہے علم کی اور جہل کی مذمت ہے

حسد۔ نفاق و غرور و تعلی و نخوت　　فریب کذب و خوشامد و نخوت و خست
شقاوت ازلی۔ نزولی عبودیت　　فساد نیت و خود مطلبی انانیت
ہر ایک شئے کی جہالت سب نتیجے ہین
یہ ایک جہل و تعصب کے سب نتیجے ہین

زوال قوم مسلمان کے ہین یہی اسباب　　یہ اپنے جہل و تعصب سے ہین جہان مین خراب
خدا نے بھیجا ہے انپر عبودیت کا عذاب　　یہود ہون یہ جو نازل کبھی ہوا تھا عتاب
مثال سنگ سوئے غار جہل گرتے ہین
جہان مین مارے ہوئے دربدر یہ پھرتے ہین

نہ اسمین خوف خدا ہے نہ پاس ملت و دین　　دھرا ہے طاق مین بت کی طرح کلام مبین
عمل کیواسطے اتری ہی یہ کتاب نہین　　مرے جو کوئی تو پڑھنے کی نوبت آتی کہین
سبب عقوبت و ذکر نجات یہ نہ سنین
عتاب کیون نہ ہو جب حق کی بات یہ نہ سنین

قریب تر ہے کہ یہ قوم ہو جہان سے فنا　　کہ اسمین باقی ہے غیرت نہ عبرت و حیا
نہ درد قوم ہے و لیکن نہ حب ملک ذرا　　غرض سے کام ہے اپنی کسی سے مطلب کیا
یہ اپنے عیش مین سرمست ہین جہان مرجائے

ملائے قحط ہو نازل کہ قہر طاعون آئے

سنین اب اہل نظر ایک قوم کی رووداد
کہ جسکی عظمت و شوکت ہے سبکو ابتک یاد
کہ جسکی ڈہائی ہے طوفان جہل نے بنیاد
ملایا خاک مین غفلت نے جسکو ہی فریاد
جگر خراش بیان واقعات ہوئین گے
سنین گے حال جو اوسکا وہ خوب روئین گے

گذر ہوا جو مرا ملک ہند مین یکبار
تو دیکہا قوم مسلمان کا ہر طرف ادبار
بلائے جہل و تعصب کے ہر جگہہ آثار
ہر ایک سمت گدائی و فقر کا بازار
اٹھا ہے ہند سے یہ غیرت و حیا کا خیال
کہ بھیک مانگ کے کہانا نہیں ہے کسب حلال

ہر ایک جا ہین ہزارون ہی شیخ و پیر و ولی
جو مفت خواری کو سمجھے ہین پیشۂ ازلی
کمائی اورون کی ان کو بغیر کسب ملی
فریب دیتے ہین دنیا کو یہ خفی و جلی
ملے شکار تو پھر اوس کی پیچھے لگتے ہین
ہزارون طرح سے یہ احمقون کو ٹھگتے ہین

سبق فریب کا شیطان کو دین وہ ہین گیاد
فنون مکر و حیل کے ہین وہ بڑے استاد
خدا رسول سے کب چوکتے ہین یہ آزاد
خدا پرستی کی دراصل ڈہاتے ہین بنیاد
خدا سے پھیر کے بندون کو گھیر لاتے ہین
یہ اپنے آپ کو انکا خدا بناتے ہین

یہ دین پاک کو توحید پر تھا فخر و ناز
کہ لا شریک لہ کی ہوئی بلند آواز
بتایا خلق کو توحید کا نبی نے جو راز
تو بت پرستی کے کاٹے گئے پر پرواز
نبی نہ ہوتے بتون کا عمل ہی سب رہتا
خدا کا نام بھی بندون کو یاد کب رہتا

ہزار حیف وہ شیخ وندور و مکار — درازریش ہے جس کی ستارہ اک دمدار
ہے جس کے فرق مبارک پہ گنبد دستار — ہے جس کا جبہ تو نیچا مگر اُٹنگی ازار

موحدوں کو وہ بت پوجنا سکھاتا ہے
جہان سے نام وہ توحید کا مٹاتا ہے

سمجھتا پیر کو اپنے نہیں خدا سے کم — کہ اس کی قبر کو وہ جانتا ہے بیت حرم
سر نیاز کو کرتا ہے اس کے در پر خم — سجود کر کے بصد عجز چومتا ہے قدم

مٹا کے نام احد بتکدہ بناتا ہے
وہ راہ شرک پہ سب قوم کو چلاتا ہے

ہوا ہے ہند میں تعلیم کا یہ اس کی اثر — کہ لاکھوں میں نہیں آتا موحد ایک نظر
مزار پجتے ہیں دیکھو نظر اُٹھا کے جدھر — طواف کرتے ہیں قبروں کا سجدے بھی اکثر

ہے دین حق سے تو اسلام اہل ہند جدا
مزار کعبے ہیں ان کے ولی ہیں انکے خدا

وہ ہر مزار کی تعظیم اور وہ عرس و نیاز — وہ حال قال کی مجلس وہ گانے کی آواز
وہ رقص شیخ وہ مستانہ چال وہ انداز — ہزار جان سے جس پر نثار ہو خود ناز

تھرکنا ڈھول کی تھاپوں پہ وہ ہر احمق کا
وہ عاشقانہ غزل اور وہ شور ہو حق کا

جو اہل دل ہیں نہیں ناچتے وہ ڈھولک پر — سرور وجد کا ہوتا ہے دل پہ کے دلپر اثر
جو حال آئے تو کرتے ہیں ضبط وہ اکثر — حدود شرع سے رکھتے نہیں قدم باہر

تصوف اب تو ہے بس روٹیاں کمانے کو
یہ ناچ کود ہے اک فقط دکھانے کو

عجیب تارک دنیا ہیں یہ گدا صورت — کہ ان کے گھر میں ہے قارونکی بھری دولت

وظیفہ۔ منصب و جاگیر اور ملکیت — محل سرا و عماری۔ خدم۔ حشم۔ نوبت

یہ نعمتین ہین میسر تو اہل جاہ ہین یہ

گدا تو نام کو دراصل بادشاہ ہین یہ

غرور و نخوت و کبر و ریا نہین کچھ کم — جو بادشاہ بھی آئے تو بڑھ کر چومے قدم

وہ بارگاہ رفیع اور وہ اون کا جاہ و حشم — کہ جس مین باندھ کے دست ادب کھڑا ہو جم

حضور شاہ کھڑی ہین صفین امیرون کی

پہنچ نہین ہے وہان تک مگر فقیرون کی

نیاز و عرس مین پہلے ہو دعوت امرا — جنہین کھلانے سے ہوتا ہی شاد انکا خدا

ملے جو زر تو یہی ہے ثواب عقبےٰ کا — کھلائین بھوکون کو تو اسمین فائدہ ہے کیا

پھر اس کے بعد کھلاتے ہین یہ فقیرون کو

بچے جو اپنون کی جھوٹن تو دین غریبون کو

خدا کا قہر ہو گر ملک پر کبھی نازل — پلیگ قحط سے ساری خدائی ہو بسمل

گران اناج ہو ایسا کہ زیست ہو مشکل — بہاے دانۂ گندم ہو گل رخون کا تل

تڑپ کے قوم مصیبت سے ساری مرجائے

ہمارے شاہون کے دلمین ذرا نہ رحم آئے

یہ درد قوم یہ پیر و ولی ہزار افسوس — یہ حب جاہ خفی و جلی ہزار افسوس

یہ دعوے جعد کا یہ کاہلی ہزار افسوس — علیؑ کے شیرون کی یہ بزدلی ہزار افسوس

دراز ریش ہے۔ تسبیح ہے۔ مصلےٰ ہے

یہ اس زمانے کے پیرون کا زہد و تقویٰ ہے

عجیب واقعہ کرتا ہون اک یہان پہ رقم — کہ جس کے لکھنے سے تھرا رہا ہی جسم قلم

کھڑی ہے حرفون کی قرطاس پر صف ماتم — سیاہ پوش ہین سطرین یہ قوم کا ہے الم

ہین سو رنغم سے یہ نقطے سینہ کاغذ پر
الف ہین آہ کے نعرے بلند کاغذ پر

بھر آئی ایک مسلمان نے شیخ کی جب دیگ　　پلاؤ اور مزعفر سے پُر ہوئی سب دیگ
نیاز ہو چکی جب لوٹ لی گئی تب دیگ　　کھڑون کا جیتنا فقیرون سے تھی ہمی اب دیگ
حیا کا شرم کا غیرت کا خون تھا اسپر
بلند آدمیون کا ستون تھا اس پر

گدون کی طرح سے وہ اونکا ٹوٹ کر گرنا　　زمین پر اونچے سے وہ دیگ الٹ کر گرنا
وہ اضطرابی مین رومال چھوٹ کر گرنا　　وہ ان کے کاسون کا لنگو اسکے چھوٹ گرنا
لڑائین آدمیون کو یہی حمیت ہے
یہ اپنی قوم کی خیرات ہی کہ وحشت ہے

وہ گرم گرم پلاؤ وہ دیگ آتش پر　　وہ اُن کا کودنا اس مین بغیر خوف و خطر
وہاتھون پاؤن مین گدی بندھی ہوئی یکسر　　وہ چڈیان وہ برہنہ بدن وہ ننگا سر
وہ ریل پیل غضب کی وہ شور کھٹ پٹکا
جماو بھوتون کا ہے اور سماہے مرگھٹ کا

کھڑے ہین دیگ کے چارو طرف مسلمان سب　　کہ جن پہ آیا ہے اللہ کا یہ قہر و غضب
کیا یہ جہل و تعصب نے انکو اندھا اب　　کہ وہ سمجھتے ہین اک بندۂ خدا کو رب
کیا ہے پیر پرستی نے جاہلون کو خراب
ثواب ایسی نیازون کا قوم پر ہے عذاب

اودہر یہ مردون کی تعظیم نذر اور نیاز　　ادھر غریبون کا یاور کوئی نہ ہے دمساز
وہ اون کے ہڈیان وہ بیت ضعف سے آواز　　وہ اون کا مانگنا ہر شخص سے بدست دراز
یہ بھوکے مرتے ہین اور قوم خوب سوتی ہے

اب ان کے حال پہ جو بیکسی ہی روتی ہے

پڑے ہوئے ہین سر راہ مثل سگ محتاج
سٹورتے ہین زمین سے کہین گرے جو اناج
یتیم بچون کی حالت کو کوئی دیکھے آج
کیا تقضا ہی نے انکی گرسنگی کا علاج

یتیمون کو بھی نہین ہائے یہ کھلاتے ہین
ملین جو لڑکیان تو لونڈیان بناتے ہین

کہیں ہین سڑکون پہ بیٹھے ادہر ادہر بیمار
کسی کو ضیق کسی کو جذام کا آزار
کسی کے پانون ہین مفلوج ہاتھ ہین بیکار
برہنہ پھرتے ہین مجنون بھی کہین دو چار

ٹٹولتے ہوئے راہون کو پھرتی ہین اندہے
ہر ایک گام پہ اٹھ اٹھ کے گرتی ہین اندہے

یتیم بچون کا کیا کیجئے بیان احوال
نہین ہے قوم مین کوئی جو انکا پوچھے حال
پڑا ہے غیرت و شرم و حیا کا اس تو کال
مرین جو قوم کے بچے نہ ہو کسی کو ملال

یتیم مرتے ہین ہون اور یہ خواب مستی مین
مرین یہ ڈوب کے اب ایک چلو پانی مین

سبھو لین گے کبھی عیسائیون کا ہم احسان
دلون مین جن کے ہے ہمدردئ بشر پنہان
ہر ایک فعل سے انسانیت ہی جنکے عیان
بنایا رحم و کرم کو جنہون نے ہے ایمان

وہی تو جان یتیمون کی اب بچاتے ہین
مرض مین ہاتھ سے اپنے دوا پلاتے ہین

وہ پالتے ہین یتیمون کو اور پڑھاتی ہین
پڑھا لکھا کے انھین کام پر لگاتے ہین
وہ اپنا مذہب و ملت انھین سکھاتی ہین
اور اپنی قوم کی تعداد کو بڑھاتے ہین

ہے جان رحم و کرم دین ایک قالب ہے
یہی وہ گر ہے کہ جس سے یہ قوم غالب ہے

یتیم لڑکیاں وہ جنکی ہے بری قسمت | ازل سے جن کے نصیبوں میں ہو لکھی ذلت
ہے جن کے ثنت مقدر میں جنس کی آفت | وہ رسم بیوہ جہل و تعصب و وحشت

وہ بدنصیب مسلمان کے ہاتھ آتی ہیں
عدد وہ لونڈیوں کا قوم میں بڑھاتی ہیں

ہوئی جو ان میں سے کوئی حسین و خوش صورت | ملی خواصی کی پھر تو اُسے بڑی عزت
سیاہ بختی سے کوئی ہوئی جو بدہیئت | تو اُس کے واسطے ماماگری کی ہے خدمت

چھوٹیں نہ تا دم آخر پھنسیں یہ پھندے میں
شریک یہ بھی ہوئیں مکر یونکی منڈے میں

زیادہ ان سے بھی وہ لڑکیاں ہیں بدقسمت | جنہیں نصیب ہے دونوں جہاں کی ذلت
جو بیچتیں سر بازار اپنی ہیں عفت | خریدتے ہیں مسلمان جسے بصد عزت

مزار و محفل و دربار بے ضیا کب ہے
کہ ان کی شمع شب افروز کسبیاں سب ہیں

ہزار حیف یہ اسلام اور یہ بدکاری | یتیم لڑکیاں ہوں ہائے کسبیاں ساری
گئی ہے قوم کی اللہ کیسی مت ماری | کہ ہے حیا و شرافت سے اب تو وہ عاری

زمیں سے اس کے ہیں اسباب یہ اٹھا نیکے
وہ قابل اب نہیں دنیا میں منہ دکھانیکے

ہزار حیف یہ لاکھوں امیر اور نواب | شراب پیتے ہیں جو رات دن بجائے آب
گھروں میں جن کے مہیا ہیں عیش کے اسباب | کھلے ہیں جن کے لئے مفت مال کے ابواب

یتیم خانہ کوئی بھی نہیں بناتے ہیں
حرام کاری میں سب مال و زر لٹاتے ہیں

یتیم لڑکیوں سے بڑھ گئے اور ہیں بدبخت | کہ جن کے سر پہ پڑی بیوگی کی آفت سخت

ہوئے ہین رزق کے در بند جن پہ اب یک لخت   نہ جن کے پیٹ کو روٹی نہ جن کے تن پر رخت

وہ حبس دائمی پردے مین بھوکی مرتی ہین

جہان سے بے کس و مظلوم وہ گزرتی ہین

بتاؤ قوم مین ہے کوئی فنڈ بیوہ کا   کہ جس سے پردہ نشینون کی کچھ مدد ہو ذرا

اثر گرانی کا پڑتا ہے ان پہ سب سے سوا   تمھین خبر ہے کہ پردے مین مر گئی بیوہ

وہ بھیک مانگنے باہر نہین نکلتی ہین

قفس مین رنجون سے دن رات آپ جلتی ہین

اودھر یہ مستحق خیر اور ادھر وہ گدا   ہے سات پشت سے جنکا گداگری پیشہ

وہ تندرست بدن انکا وہ قوی اعضا   بنایا مفت کے کھانے نے جن کو ہی بھینسا

وہ صوت سخت کہ جس سے مکان بھی گرتے ہین

صدائین دیتے ہوئے دربدر یہ پھرتے ہین

کریہہ صوت وہ ان کی وہ بولیان اونکی   وہ بیچ راہ مین صف بستہ ٹولیان اونکی

بھرین وہ مفت کے پیسے سے جھولیان انکی   نہ دے جو بھیک کوئی پھر وہ گالیان انکی

بلائین سر سے ٹلین پھر یہ آدمی نہ ٹلین

اڑین پہاڑ سے ایسے کہ پھر کبھی نہ ٹلین

وہ ناگوار صدائین کہ جن سے پھوٹین کان   درست معنی نہ جن کے نہ جنکی ٹھیک زبان

غلط لفظ وہ مہمل عجب طرح کا بیان   بڑین ہین پاگلون کی یا مریض کا ہذیان

گلی مین کوچون مین ہر جا اکڑتے پھرتے ہین

ہر ایک در پہ خرافات بکتے پھرتے ہین

پھر ایک جا انھین سنڈن کو ملتی ہی خیرات   انھین کے پانچون ہین گھی مین اگر کہین ہو ممات

غمی کہین ہو تو شادی انھین کو ہو ہیہات   امیر کا یہ جنازہ سمجھتے ہین برات

پلاؤ کھاتے ہین یہ کوئی گر امیر مرے
تو اُٹھین مانگتے ہیں روز ہر امیر مرے

وہ ساتھ ساتھ بجانا چمٹے کے مجمع فقرا
وہ گرد ہاتھیوں کے انکا شور اور غوغا
وہ انکی بانس مین جھولی وہ بھیک دیکی صدا
وہ ان کا ٹکڑون پہ روٹی کے ٹوٹکر گرنا
سو وو نام کی خیرات سے ہے خطا یہ ہے
کمال وحشت و ادبار کا سمایہ ہے

یہ طرز خیر وہی ہے نتیجہ جسکا ہے شر
ہوا ہے قوم کو محسوس اب تو اسکا ضرر
اگرچہ کرتے ہین خیرات اہل قوم اکثر
وہی ہے اسمین بھی جہل و تعصب انکا مگر
ہر ایک بات مین رسم و رواج عادت ہے
ہمارے ملک کو تعلیم کی ضرورت ہے

یہ خیر کرتے ہین پر کچھ نہین ثواب انھین
ملا ہے قوم کے ادبار کا عذاب انھین
فقیر دینگے ابھی اور پیچ و تاب انھین
کرے گی طرز یہ خیرات کی خراب انھین
رہِ مشقت و محنت سے سب کو موڑے گی
یہ ساری قوم کو محتاج کر کے چھوڑے گی

ہوا ہے قوم پر اس طرز خیر کا یہ اثر
کہ بھیک مانگ کے کھانا ہوا ہے اب تو ہنر
ہر اک لباس مین ملتے فقیر ہین اکثر
پہن کے جبہ و دستار پھرتے ہین دربدر
حسب نسب پہ بزرگون کے کوئی تنتا ہے
رسولِ پاک کی اولاد کوئی بنتا ہے

کسی کو فخر ہے اسپر کہ ہون شریف نجیب
کسی کو ناز ہے پردادا پر کہ تھا وہ خطیب
کوئی یہ کہتا ہے تھا جد اعلےٰ میرا ادیب
ہوا ہون گردش افلاک سے مین اب تو غریب
ملا نہ علم و ہنر ان کو کچھ وراثت مین

جو ان گداؤن کے کام آتا اس مصیبت مین

شریف چہرے ہین پوشاک بھی ہے پاکیزہ مگر حرام کے کہانے کا ہے پڑا چسکا
ہوئی ہے قوم بہت ان کی ذات سے رسوا ہے اپنی قوم کا ان کا نہین ہی کوئی گلا
درست خیر کے بد ہوتے کب نتیجے ہین
فضول داد و دہش کے یہ سب نتیجے ہین

محب خموش کہ سنتا ہے کون تیری صدا نہ تو امیر نہ حاکم نہ واعظ و ملا
بنا ہے قوم کا ناصح ہوا ہے تجھکو کیا کھری سی کہے جو کوئی اوس کو جانتے ہین برا
عبث یہ گالیان کھاتا ہے رنج سہتا ہے
سنے نہ قوم تو کیون حق کی بات کہتا ہے

عروج و زوال سلطنت مغلیہ

زمانہ روز نیا روز انقلاب نیا زمین و چرخ نئے خاک و باد و آب نیا
چمن نیا نئی فصل خزان سحاب نیا بڑھاپا دور گیتی کا ہے شباب نیا
جو شاد کل تھا وہی آج ہاتھ ملتا ہے
فلک کا رنگ یہان دم بدم بدلتا ہے

کبھی خزان ہے چمن مین کبھی ہے فصل بہار بچھے ہین خار وہان گل کے تھے جہان انبار
کھڑے تھے قصر سلاطین جہان بعز و وقار وہان کھنڈر کے بھی باقی نہین کوئی آثار
سمان خرابہ کا فصل خزان دکھاتی ہے
صدائے بوم ہر اک سمت سے آتی ہے

وہ شہر کل جو تھا آباد آج ہے ویران محل سرا کا پتہ ہے نہ مقبرون کا نشان

بجائے باغ و چمن جا بجا ہین خارستان
زمین مین دفن ہین سب قصر ہائے عالیشان
وہ شہنشاہ بلندہ اکبر تو اب ذرا بھی نہین
رہِ عدم کے مسافر کا نقش پا بھی نہین

یہ آگرہ ہے وہی تھا کبھی عروس بلاد
عمارتون مین یہین تھی نئی ہنر ایجاد
خطا و چین و ختن جس کی لونڈیان آزاد
یہ روم و لندن و پیرس بھی ہیں اسکے خانہ زاد
ہر ایک شاہ و گدا تھا اسی کا دیوانہ
یہ شمع بزم جہان اور خلق پروانہ

وہ تاج گنج کہ جسکی نہین جہان مین نظیر
ہر ایک سنگ ہے جس کا شبیہ بدر منیر
نہ دیکھی پیر فلک نے بھی یہ کبھی تعمیر
یہی زمین پہ ہے باغ بہشت کی تصویر
لب چمن یہ عمارت ہے کوہ طور کوئی
کھڑی ہے نور کا جوڑا پہنکے حور کوئی

اسی مین دفن ہے شاہ جہان کی وہ بیگم
کہ جس کے در کے گدا ذات مین تھے سکندر و جم
فروغ حسن سے جسکے ضیائی مہر تھی کم
حیا و حلم و بزرگی مین ثانی مریم
یہ خوش سلیقہ تھی نظم جہان وہ کرلیتی
وہ عاقلہ تھی ارسطو کو بھی سبق دیتی

جو عورتون کو سمجھتے ہین عقل مین کمتر
انھین نہین ہے خواتین مغلیہ کی خبر
جو ڈالتے کبھی تاریخ پر وسیع نظر
تو حال کھلتا کہ پردے مین تھی چھپے جوہر
اگرچہ مثل گہر وہ صدف مین نہان تھین
مگر وہ علم و لیاقت مین مہر تابان تھین

جہان کے اہل خرد جانتے ہین سب یہ بات
کہ زن کے ہاتھ مین ہے قوم کی حیات و ممات
کہین اُگی بھی ہے بنجر زمین مین کوئی نبات
شجر وہ خاک پھلین گے کہ جن کی خشک ہین پات

جو مائین پست ہین اولاد بھی ہی پست ضرور
کسی نے کھائے ہین جھبر بیر یون سے بھی انگور

عروج پر جو تھا یونان و ہند و ملک عرب — تو ان کی عورتین بھی بام اوج پر تھین سب
وہ سیکھتی تھین علوم و فنون و علم ادب — وہ جان بزم تھین اور رزم مین بھی تھی طلب
زوال آیا مقید قفس مین ہین نسوان
کہان ہین خولہ و اسما کہان ہین نور جہان

کہان ہے آج وہ ساقی فیض و جام شراب — کہ دل ہوا ہے مرا ضبط غم سے جل کے کباب
وہ آیا رحمت باری کا آسمان پہ سحاب — زمین ہند ہوئی علم و فضل سے سیراب
خدا کا شکر ہے وہ دور امن آیا ہے
کہ مے کشون کو نہین محتسب کا کھٹکا ہے

ہے یہ حکومت انگریز رحمت باری — زمین ہند ہوئی گلشن ارم ساری
تمام ملک مین نہرین ہین ہر طرف جاری — ہوئی ہے ریل سے راحت سفر کی وخواری
خیال صحت و تعلیم ہند دائم ہے
ہر ایک گاؤن مین بھی اسپتال قایم ہے

اب اس زمانہ کے کیا سامنے ہی عہد قدیم — یہ جیتی عدل کی تصویر کہئے وہ تقویم
مگر ہے خاطر احباب کیجئے ترقیم — عروج سلطنت مغلیہ بصد تنظیم
فلک عروج ہمین اور کچھ دکھائیگا
ترقیون کا زمانہ کبھی تو آئیگا

وہ عہد اکبر اعظم نہ تھا عروج مین کم — کہ اس کے دور حکومت مین ہند تھا خرم
گدا بھی اس کے زمانہ کے تھے سکندر جم — نہ دیکھا چشم فلک نے بھی یہ خدم یہ حشم
ہر ایک شخص تھا خوش حال تھی نہ فکر معاش

تونگروں سے بھی برتر تھے ہند کے قلاش

جہان میں ہند کی دولت کی تھی کہیں بھی نظیر　　ثواب خیر کو ملتا نہیں تھا کوئی فقیر
گدا وہ تھے کہ جو کرتے تھے مسجدیں تعمیر　　نجوم کی طرح تعداد چاہ و پل تھی کثیر

جو کار خیر میں کرتا تھا کوئی صرف اک دن
وہ آج ملکے ہزاروں سے بھی نہیں ممکن

عروج سلطنت مغلیہ کا تھا یہ سبب　　کہ ذات اکبر اعظم میں وہ صفات تھی سب
کہ جن سے ملک میں تھے جمع اہل علم و ادب　　وہ علم دوست عدوے تعصب مذہب

مصاحب اس کے تھے نصرانی و مجوس و یہود
جو سید ہی آنکھہ مسلمان تو بائیں آنکھہ ہنود

یہی تعصب مذہب تو ہے بنائے فساد　　کہ جس سے بعض ممالک ہیں آج کل برباد
ملائے عقل و خرد کشت و خون کی بنیاد　　مدرس عمل زشت۔ ظلم کا استاد

نفاق اور تعصب کا جب قدم آیا
تو ان کے پیچھے تنزل کا پھر علم آیا

جلال دین تھا بڑا عادل و وسیع خیال　　یہ چاہتا تھا کہ ہو ملک ہند سب خوشحال
نہ آئے تا بہ ابد اس کی سلطنت میں زوال　　نہ جائے ملک سے اسکی کوئی بھی اہل کمال

جہان سے فرق مذاہب اگر یہ اٹھ جائے
تو اتحاد کا نوع بشر مزا پائے

وہ اہل ملک کو دیتا تھا عہدہائے جلیل　　یہی کمال تدبر کی واقعی ہے دلیل
کوئی کہے تو سمجھتا تھا ہندوؤں کو ذلیل　　اسی کی سیف و قلم کے تھے اہل ہند کفیل

نہ ہوتی ہند میں یہ ہندوؤں کی آبادی
خدا پرستوں میں ہوتی اگر نہ آزادی

یہ جاہلوں میں ہے بیشک تعصب مذہب — بری ہیں جہل و تعصب سے اہل علم تو سب
اصول مذہب اسلام میں یہی جہل یہ کب — یہی سکھاتا ہے ادیان غیر کا بھی ادب
خدا کے دین کو تو کافر بھلا نہیں کہتے
مگر کسی کو مسلمان برا نہیں کہتے

دیا اسی نے ہے دنیا کو حریت کا سبق — اسی کو کرتے ہیں بدنام مدعی ناحق
تعصب اسمیں نہیں نام کو بھی ہی مطلق — سند نہیں ہے جو مسلمان کوئی ہو احمق
خدا پرست ہیں سب خیر خواہ انسان کے
محب ہمیں تو ہیں ہر کافر و مسلمان کے

ڈراما

نکاح بیوہ سے کر گرچہ وہ چڑیل سہی

پہلا پردہ فاطمہ ایک بیاہی عورت اور بدر النسا بیگم ایک بیوہ عورت دالانمیں

بیٹھی ہوئیں آپسمیں باتیں کر رہی ہیں

(فاطمہ) مزاج اچھا ہے؟ حیرت ہے بہن کہو تو یہ کیا ہے حالت — بدن تمہارا ہوا ہے کانٹا ہے گل سے گالوں کی دور رنگت
وہ گوری گوری کلائیاں اب کہ جنمیں جڑتی تھیں پھبکے چوڑیاں — ہوئی ہیں پتلی کہ تار سے ہے یہ ہیچ صعف بدن کی نوبت
بھرے بھرے وہ تمہارے بازو کہ جنمیں پڑتی تھی نقش خوش — اب انمیں آئی ہیں جھریاں بھی غضب کی افسوس ہے نقاہت
بہن خدا کے لئے تو بولو کہ کیوں یہ جب تم کو لگ گئی ہے — نہ وہ ہنسی ہے نہ وہ خوشی ہے ہوئی ہی ہاتو سے تمکو نفرت
(بدر النسا بیگم) نہ پوچھو ہم سے ہماری حالت بیاں کی کس میں رہی ہے طاقت — جگر بھی پتھر کا ہو گا پانی سنے گا ایسی اگر مصیبت
کہوں میں کیا درد بیوگی کو کہ جس سے راحت نہیں ہے جی کو — جگر میں سوزش زباں پہ نالہ ہجوم اندوہ غم کی شدت
کہاں کی رنگت کہاں کی صورت جوانی ایسی بجھی جواب آیا — ہے کسکو جینے کی آرزو اب جو موت آئے تو ہو فراغت

ہماری قسمت میں یہ لکھا تھا کہ جائیں حسرت بھرے جہاں سے
نہ نکلے کوئی بھی ہائے ارماں کریں خدا کی ہیں کیا شکایت

(فاطمہ) بہن خدا لیے تو یہ کہو کہ کیسے کرو بیوہ کا عقد ثانی
جو کہیے بیوہ تو اپنے گھر میں بیوہ اسکے سکا نکالی

ہوئے ہیں حضرت کی بیٹیوں کے بھی ثانی نکاح ثالث
مگر یہاں تو حدیث و قرآں پر لے قصے ہیں یا کہانی

نہ اس میں دیں کا قصور ہے کچھ نہ اسمیں الزام ہے خدا پر
سنی کریں کیا وہی کریں کیا کہ جب ہوں اپنی خصم حالی

(ملیحہ بیگم) بہن کریں کیا نکاح ثانی کہ اب جوانی بھی ڈھل چلی ہے
وفور غم سے نڈھال جی ہے بدن کی رنگت بدل چلی ہے

شباب اپنا تھا اک مصیبت کہ جس کو کاٹا ہے ہم نے رو کر
رہی ہے آنکھوں کی اک سوئی اب بس سو وہ بھی نکل چلی ہے

مثال شمع کی جل رہے ہیں ہم اس سہا ہیں جو سر تا پا
ہر ایک ہڈی ہمارے تن کی تپ دروں سے پگھل چلی ہے

سحر جی کا نکل چکا ہے یہی سے آنکھوں سے خون کی ندی
ہوئی ہے اب تو ذرا تسلی طبیعت اپنی سنبھل چلی ہے

بہن نہ چھیڑو ہمیں خدارا کہ یاد آتے ہیں گذرے صدمے
تھمے گا ہم سے نہ جوش رقت کہ غم کی ہانڈی ابل چلی ہے

(فاطمہ) خدا رواجوں سے پاک سمجھے جنہوں نے غارت کیا ہے ہمکو
کبھی تو مارا کبھی جلایا کبھی ہے بیوہ بنا کے گھوٹا ہے دم کو

تمام دنیا کی نعمتیں تو ازل سے مردوں کو مل چکی ہیں
خدا نے پیدا کیا ہے ہمکو کہ جھیلیں رسموں کے ہم ستم کو

مرے جو بیوی اگر کسی کی تو بعد چہلم کریں وہ شادی
نکاح ثانی کو گر کہیں ہم تو ماں ملا دے غذا میں سم کو

(ملیحہ بیگم) بہن نصیبوں کو اپنے کوسو کرو نہ مردوں کا کچھ گلا تم
مرض تو مہلک ہیں اپنے سارے نہ ڈھونڈو انکی کوئی دوا تم

ہماری حالت کو دیکھ کر اب بہن گر ہو کچھ نہ انسی ہیں
چھٹیں کہیں درد بیوگی سے کرو ہمارے لئے دعا تم

نہ شب کو سوتی ہوں میں گھڑی بھر نہ دن کو لگتا ہے جی کسی میں
چھپائیں کیا دل کا حال تم سے بہن ہو جیسی کی آشنا تم

دوسرا پردہ سین ایک دالان

صغری بیگم اور آبادی بیگم آتی ہیں۔

(صغری بیگم) بہن ہاجرہ کا حال اچھا نہیں ہے
سدا غم کا مآل اچھا نہیں ہے

تپ دق ہی ہوئی آخر کو اسکو
جئیے وہ خاک جو جینے سے دق ہو

(آبادی بیگم) بیچاری کا ابھی سن بھی نہ تھا کچھ
نہ چکھا ہائے دنیا کا مزا کچھ

یہ جان لیوا ہے دکھ اسکی دوا کیا | کوئی دیکھا ہے تمنے اس سے بچتا
صغری) میان تو مر گئے یہ بھی ہے مہمان | نہ نکلا ہائے کوئی اس کا ارمان
ہوا ہے بیوہ گی کا اسکو صدمہ | نہین اس درد کی دارو ہے پیدا
مصیبت اس پہ ہے یہ سخت پردہ | ذرا سا غم بھی ہے جس مین زیادہ
خدا حافظ ہے اب بدر آگے جی کا | بھروسہ کیا ہے ایسی زندگی کا
آبادی بیگم) جو کر دیتے کسی سے عقد اسکا | تو ہوتا کاہیکو پھر حال ایسا
خدا غارت کرے رسمون کو آپا | انھون نے تو ہمین بن موت مارا
ہماری جان کٹھل کے برابر | ہوا اس زیست سے مرنا ہی بہتر
وہ آتی ہے بہن اب مس فریدون | علاج اسکا وہ کیا کرتی ہے دیکھون

مس فریدون اور نصیباً والدہ بدر النسا بیگم آتی ہین

مس فریدون) مرض جب کام کر چکتا ہے اپنا | بلانے سے ہمین پھر فائدہ کیا
خراب انکا ہوا ہے پھیپڑا سب | دوا سے فائدہ ہوگا نہ کچھ اب
سمندر کی ہوا ان کو کھلاؤ | ہوا خوری برابر اب کراؤ
نہ پردے مین مقید انکو رکھو | کھلے میدان مین کچھ تو دن کو دھو
نصیبا) ہوا خوری نہین پردے مین ممکن | نہین جینا مناسب آبرو بن
سمندر کی ہوا اسکو کھلاؤن | یہ بہتر ہے کہ مٹی مین ملاؤن
گئی عزت نہین آنے کی پھر ہاتھ | یہ پردہ ہے ہماری جان کے ساتھ
دوا پینے کی کچھ اس کو بتاؤ | کوئی پھر لیپ سینہ پر لگاؤ
جو موت آئے تو کرتی ہے دوا کیا | ہمین ہین اپنی قسمت پر بھروسہ
مس فریدون) نہین ممکن علاج انکا کسی سے | ہے پردہ کیا ضروری انکے جی سے

مسلمانون ہی مین بڑی ہے عزت — نہین ہم مین کوئی باقی شرافت
کسی سے ہم نہین کرتے جو پروا — ہمارا کوئی کر لیتا ہے پھر کیا
جوان لڑکی ہے رحم اسپر کرو تم — بلا پردے کو چھپر دیر ہیرو تم

تیسرا پردہ مین ایک بیمار کا کمرہ

صغری بیگم:۔) بہن! ہے آج کیسے آپکا جی — دوا کس کی بتاؤ تم نے ہے پی
دوا دیتی ہے اچھی مس فریدون — جو پوچھو راے میری صاف کہدون
حکیمون سے تو یہ اچھی ہے عورت — تمہین اسکی دوا سے ہو گی صحت

درالنسا بیگم:۔) (آنکھون مین آنسو بھر کے)

علاج اس قید مین ممکن نہین ہے — جو شب گذری تو گھٹا ون نہین ہے
دوا اس درد کی جز موت سے ہے کیا — مرا مرنا ہے جینے سے تو اچھا
کوئی دم کے بہن! ہم تو ہین مہمان — نہین جینے کا اس غم کو کوئی ارمان
یہ پردہ ہے ہماری جانکا دشمن — نچھوڑے گا ہمین یہ تابہ مدفن

صغری:۔) نہ گھبراؤ بہن! اتنا خدا را — کہ ہر مشکل کا ہے انجام اچھا
گذر جاتے ہین سب رنج و مصیبت — اگر ہو صبر کی انسان کو عادت
برا ہے رات دن اس غم مین رہنا — خوشی سے چاہئیے ہر رنج سہنا

درالنسا بیگم:۔) مصیبت ایک ہو تو اسکو جھیلین — یہی بہتر ہے اب ہم جان پہ کھیلین
منگاتی ہون مین افیون اب کسی سے — بہت بیزار ہون اس زندگی سے
نہین احمق جو رگڑون ایڑیان مین — نہ توڑون جان کی کیون بیڑیان مین
عبث ہے درد بے درمان کا سہنا — مکان و قبر مین یکسان ہے رہنا
نہین ہمکو ہوا کھانا ہے ممکن — جیئنگے خاک ہم پھر آبرو بن

صغرا بیگم) ہوا اسو جھی مجھے ہے ایک تدبیر — نہیں مشکل اگر سیدھی ہو تقدیر
سکھاتی ہوں میں مس میری کی پوشاک — نہ ہو گا اسکو دینے میں کوئی باک
وہ میرے گھر میں آتی ہی پڑھانے — بہت جا اور جاتی ہے پڑھانے
پہنکر اس کے کپڑے میم بن کر — جہاں چاہو پھرو بگھی میں دن بھر
نہ دیکھے گا کوئی پھر آنکھہ اٹھا کے — نہ گھوریں گے تمہیں ترچھے نہ بانکے
ہمارے مردوں کی ہے یہ عادت — کہ گھوریں سامنے آئے جو عورت
نظر نیچی رکھیں یہ حکم رب ہے — کسیکو گھورنا جائز ہی کب ہے
جو عورت کی نہیں کچھ انہیں عزت — تو ہے پھر لغو و عوے شرافت
میں جاتی ہوں کوئی آتے ہیں اب مرد — نہ ہونا زندگی سے اپنی تم سرد

(صغری بیگم جاتی ہیں)

چوتھا پردہ - سین - ایک برآمدہ

مولوی حامد حسین (بدر النسا بیگم کے باپ) اور مسٹر محمود حسین -
(بدر النسا کے بھائی آتے ہیں -

بحر بدلی

مولوی حامد حسین - (آنکھوں میں آنسو بھر کے)

ہائے قسمت میں لکھا تھا داغ یہ — پھولنے پھلنے نہ پایا باغ یہ
سب کو بدرا کی طرف سے اب ہے یاس — آئی تھی اک ڈاکٹرنی اس کے پاس
کہہ گئی ہے وہ تپ دق اسکو ہے — اب امید زیست بیٹا کسکو ہے
وہ یہ کہتی ہے ہوا اسکو کھلاؤ — دودھ میں کچھ روغن ماہی پلاؤ

اب نہ رکھو چار دیواری میں بند
اسمیں ان کی ہالکی ہے خوفِ گزند

بے ہوا خوری نہیں ممکن ہے زیست
چار دیواری میں ہے دوسروں کی زیست

ہم سے تو ممکن نہیں بے پردگی
موت سے بدتر ہے ایسی زندگی

مسٹر محمود حسین) کیا کہوں حیران ابا جان ہوں
میں بھی اب اس گھر میں بس مہمان ہوں

ناک میں دم اتبو اس پر جیسے ہے
جان بھی کم اب تو اس پر ویسے ہے

جان کی خاطر تو ہے بھی ہے حلال
ترک پردہ ہے مگر قطعاً محال

جان جائے پر نہ ہو بے پردگی
منحصر پردے پہ ہے اب زندگی

عقد ثانی اُس کا کر دیتے اگر
جان یوں غم میں نہ دیتی سر بسر

اب یہ سو دن سے موئے پر ادر ہیں
اس کے جینے کے نہیں کچھ طور ہیں

رحم اسکی جان پر فرمائیے
ہمیں مدد اس سے لے کر جائیے

حامد۔) بھائی مجھ سے تو نہ ہوگا یہ کبھی
ہاتھ سے اپنے کروں بے پردگی

لو میں نکلا جاتا گھر ہی سے ہوں اب
جی میں جو آئے کرو تم سب کے سب

(مولوی حامد حسین جاتے ہیں)

مسٹر محمود۔ (اپنے دل میں)

رحم کر ان عورتوں پر اے خدا
ہیں بُری رسموں کی یہ پامال پا

مبتلائے درد یہ مظلوم ہیں
پائے رسمِ بد کی یہ مسموم ہیں

کیجئے کیا کوئی بس چلتا نہیں
کوہِ غم ان پر سے اب ٹلتا نہیں

میں تو لیجاؤں گا بدرا کو کہیں
عقد بھی کر دونگا میں اسکا وہیں

سچ ہے یہ انساں کی ظالم رسم ہے
مردم آزار اور ظالم رسم ہے

ان بلاؤں سے تو ہی دیگا نجات
سامنے تیرے بڑی ہی کیا یہ بات

پانچوان پردہ مین مسجد کا حجرہ

(بحر ہزج مثمن مسبغ)

(مولوی عبد اللہ اور مشاطہ آتی ہین)

مولوی-) ہماری مرگئی بیوی نصیب اوسکو تو جنت ہے — کرین ہم عقد ثانی اب کہ حضرت کی سنت

مگر ہے شرط یہ کم سن ہو کوئی باکرہ لڑکی — کہ بیوہ سے تو مشاطہ ہمین لاریب نفرت

حسین ہو مال و زر بھی ساتھ لائی ایسی عورت ہو — اگر جاگیر رکھتی ہو تو یہ سب پر فضیلت ہے

ملے گر مال گھر بیٹھے تو کیون نکلین کمانے کو — ہمین تو عقد سے مشاطہ بس مطلوب دولت

مشاطہ) مین صدقہ جاؤن بوڑھا آپکا بدخواہ و دشمن ہو — ابھی یہ سن ہے گھر مین کھیلتی گڑیاسی دلہن

میان ساٹھا ہی پاٹھا یہ مثل مشہور گھر گھر ہے — نہین ڈر گر ورق چاندی کا یہ ریش منور ہے

نہین ہین انت گر منھ مین تو ہی پھر فکر کیا اوسکی — یہان موجود دندان ساز ہی تعریف ہی جسکی

نظر مین میری اب تو ایک کم سن حور طلعت ہی — کہ جسکی علم و دانش پر فدا قارون کی دولت

مگر ہے عیب بس اتنا کہ بیوہ ہے وہ بد قسمت — کرین گر عقد آپ اس سے تو ہی حضرت کی یہ سنت

(بحر ہزج مسدس مقصور)

مولوی) نہین بیوہ سے مجھکو عقد منظور — اگرچہ شکل و صورت مین ہو وہ حور

کراؤ باکرہ سے عقد میرا — تمنا ہے کہ باندھون پھر مین سہرا

مجھے مسجد مین اب جانا ہی جلدی — ملونگا وعظ نے مہلت جو کل دی

(مولوی صاحب مسجد مین وعظ فرمانیکے لئے جاتے ہین)

مشاطہ- (اپنی جی مین)

بڑھاپے مین اسی سوجھی ہے شادی — خدا نے عقل ہی اسکو نہین دی

غضب ہی اور یہ کمسین ہو دولہن — بڑھاپا ان کا یہ اور اس کا بچپن

وہ پروا اُنھیں سمجھے گی اپنا — تو ہوگا اُن کو پرپوتی کا دُھوکا
مین سمجھونگی موئے کو ٹھیر تو جائے — مزا جب ہے کہ بوڑھی بیاہ کر لائے
جو ہو ڈائن سے بھی صورت مین بدتر — وہ کالی جس سے بھاگے رات ڈر کر

وہ بیوہ جس نے کھائے ہون بیاپے — کئی ور جن خصم پیری سے پہلے
وہ بدخو ہو کہ دوزخ جس سی گھر ہو — میاں بیوی مین جنگ آٹھون پہر ہو
خدا پردے کو تو رکھیو سلامت — کہ پانچون گھی مین ہین جسکی بدولت

چھٹواں پردہ سین ایک چھوٹی سی کوٹھری

(مشاطہ اور نور بی ماما آتی ہے)

مشاطہ۔ بہن کیا حال ہے دبلی بہت ہو — بنائی فکر نے کیا تیری گت ہے
جوانی مفت کی برباد تو نے — نہ رکھا جی کو اپنے شاد تو نے
ابھی یہ سن تھا کرتی اور شادی — کھلاتی گود مین اپنی خزادی
نور بی۔ بڑھاپے مین تو پوچھیگا اب کون — مجھے خدمت مین بھی رکھیگا اب کون
جوانی مین تو ہر جا نوکری تھی — مجھے تو سلطنت ماماگری تھی
مگر نوکر بھی اب رکھتے نہین ہین — دُلھن بننے کے میرے دن کہین ہین
مشاطہ۔ تجھے کیا مین نے ڈھونڈا ہی شوہر — جو رکھے گا تجھے جان کے برابر
نہ گھبرا عمر مین وہ بھی ہے پاٹھا — جو تو ستر کی ہے تو ہے وہ ساٹھا
اکیلا ہے وہی گھر مین نگوڑا — ترا نورا بہت اچھا ہے جوڑا
کرا دیتی ہون اُس سے بیاہ تیرا — بڑھاپے مین بھی اب تو باندھ سہرا
مگر جو کچھ کہون تجھ سے سو کرنا — بس اب باہر قدم ہرگز نہ دھرنا
نور بی۔ بہن اندر ہی پردے مین رہونگی — مین اپنے سائے سے بھی اب چھپونگی

بہت آئین جو دولھا دالیان گر — تو پھر اُن سے چھپون بتلاؤ کیونکر
پڑھاوے کے بہانے سے وہ آکر — کھین دیکھین نہ مجھکو ہے یہی ڈر
شماد — ہے کیا بات اِسکا سوچ ہے کیا — بوا اہے پوٹ وھوکون کی یہ پردا
ین کھو گی کہ ہے وہ ذات والی — نجابت مین ہے حوّا سے بھی عالی
ت اُسکی یہ ہوے ہے ظاہر — قدم دہرتی نہین حجرے کے باہر
کرونگی موے سے شرط پہلے — کہ آئے گی کسی کے وہ نہ آگے
ہوئے دو بول پھر وہ کیا کرے گا — کئے کو عمر بھر اپنے بھرے گا
جو چھوٹے گا تو تیرا مہر دے گا — موا تجھ سے بوا کچھ تو نہ لے گا
مگر سن کیجیو پردے مین تو کد — کہ کھلنے مین یہی بھید ونکے ہے سد
اسی سے تو چھپے ہین عیب اپنے — بوا پردے کو مانا ہے بڑون نے

ساتوان پردہ مین مسجد کی کوٹھری

(مشاطہ اور مولوی صاحب آتے ہین)

مشاطہ۔ مولوی صاحب ہین کرتی ہون سلام — آپکی شادی کا لائی ہون پیام
مولوی۔ والسلام رحمتہٗ برکاتہٗ — آپ ہین مشاطہ صاحب نیک خو
آپ رکھتی ہین بہت وعدیکا پاس — نیکیون کا ہے وفائی عہد راس
آپکا پیشہ بہت ہے باثواب — خلقت آدم کا ہے یہ عقد باب
امتِ حضرت اسی سے ہے زیاد — اس سے ہے مضبوط دنیا کی نہاد
مشاطہ۔ مولوی صاحب بلالون آپ کی — اور قسم کھاتی ہون اپنے باپ کی
حور ڈھونڈھی ہے تمہارے واسطے — لاؤ شیرینی ہمارے واسطے
ہو مبارک تم کو جوڑا نور کا — جیتے ہی جی وصل ہے اب حور کا

مولوی۔ (خوشی سے پھول کر)

اجر دیوے گا تم کو مشاطہ خدا　　پاؤگی غلمانِ جنّت کے سوا

حوضِ کوثر کا پیوگی آب سرد　　جائیگی دھو دل سے سب کلفت کی گرد

مشاطہ۔ خیر جنّت کا تو کس کو ہے یقین　　کونسی ہین نیکیان یان ہمنے کین

مولوی صاحب نہ رکھئیے یہ اُدھار　　عقد مین باقی نہین اب دیر دار

پیر کا پنجہ بس اب دلوائیے　　اور شیرینی مجھے کھلوائیے

مولوی۔ پیر کا پنجہ تو بدعت ہے ضرور　　اسکا دینا تو سراسر ہے فجور

مشاطہ۔ پنج تن دینا تو کچھ بدعت نہین　　پیر کی اسمین تو اب شرکت نہین

مولوی۔ پنج تن دینا تو ہے رفض شدید　　چار تن کا دین تو ہون دل سے مرید

مشاطہ۔ آپ سنّی ہین تو دیجے چار ہی　　اسمین تو باقی نہین تکرار ہی

مولوی۔ بدعتی سنّی نہین جو چار دون　　مہر مین بھی ثلث ہی دینا رہون

مشاطہ۔ تین ہی دیجے اگر موجود ہون　　دیجئے دو یہ بھی گر مفقود ہون

مولوی۔ مین نہین تثلیث کا قایل جناب　　ہے خدا واحد کا مشرک پر عتاب

ہے دوئی بھی شرک مذہب مین بُرے　　غیر کی شرکت نہین رب مین مرے

لاشریک وحدہٗ ہے اُسکی ذات　　ایک ہی کی ہے یہ ساری کائنات

مشاطہ۔ (اپنے جی مین)

اس موئے کنجوس سے ملتا ہی کیا　　روٹیان مسجد کی کھاتا ہے پڑا

مفت کھانے کی جسے عادت ہوئی　　اُسکو کنجوسی کی پھر تو لت ہوئی

انگلیان بھی چاٹتا ہے کھا کے یہ　　کسکو دیوے گا پھر کمائی لا کے یہ

وعظ مین تو ہے سخاوت کی یہ ڈینگ　　خود ذرا سی بھی نہین دیتے ہین جھینگ

دوسرون کو جو بتاتے ہین حرام　　ہے حلال اُن کو مگر وہ لا کلام

کھیلتے ہیں دین کے پردے مین تسکار | روز کرتے ہین یہ رشوت زہر مار
اِن سے جو ملجائے بس لے لیجئے | اِن ٹھگون کو خوب دھوکا دیجئے

مسٹر احمد مولوی صاحب کے ایک دوست آتی ہین

(بحر رمل مسدس محذوف)

احمد۔ السلام اے مولوی خوش صفات | آپ کرتے تھے کسی عورت سے بات
دیکھہ کر مجھکو کہین وہ چھپ گئی | کیا چھلا وا تھی یہین وہ چھپ گئی
مولوی۔ مرد اجنب سے تو پردہ ہے ضرور | اسمین میرا اور اسکا کیا قصور
احمد۔ آپ شاید اُس کی بھائی ہین جناب | جن سے کچھ لازم نہین اُسکو حجاب
اور گر ہین آپ نا محرم تو کیا | آپ سے پروا نہین اُس کو روا
مولوی چھوٹی امت کے لیئے پردہ نہین | ان سے نبھہ سکتے نہین احکام دین
احمد۔ مولویصاحب! ہین دین کے حکم عام | اُسکو کیا افلاس و دولت سی ہی کام
مولوی۔ چھپکے بیٹھین گھر مین گر ماائین سب | کام دنیا کا چلے گا پھر تو کب
احمد۔ ہاتھ منھہ کا ڈھاکنا کب ہے روا | ستر عورت تو نہین یہ دست و پا
پردۂ نسوان ہے بس ساتر لباس | اور باقی اُس کے ہے سب احتباس

مشاطہ۔ (پردے مین سے نکلکے)

اب ہے کیا پردہ نہین پردے کے دن | تھا ہمارا بھی کبھی پردے کا سن
تھے میان! ہم بھی کبھی پردہ نشین | بے سواری ہم نجاتے تھے کہین
مرنے والے نے کیا ہمکو تباہ | بھیک یہ در در کی ہے قسمت مین آہ
ہمکو آتا گر کوئی علم و ہنر | اور دنیا کی اگر ہوتی خبر
تو نہ ہوتے بعد شوہر یون ذلیل | علم ہوتا ہر مصیبت مین کفیل

احمد - آپ کی حالت عجب ہے دردناک — کیجئے اُس کو بیان گر ہو نہ باک

ذات ہے کیا آپ کی ہے نام کیا — اور کرتی آپ ہیں اب کام کیا

مشاطہ - مجھ جلی کا آپ کچھ پوچھیں نہ حال — آپ کو سنکر بہت ہو گا ملال

ذات مجھ کم بخت کی سید ہے آہ — کر دیا افلاس نے ہمکو تباہ

پالنے والا جو سر سے اُٹھ گیا — رزق ہم رانڈوں کا گھر سے اُٹھ گیا

ایک تو آتا نہ تھا ہمکو ہنر — دوسرے بے پردگی کا تھا یہ ڈر

کر نہیں سکتے تھے ہم فکر معاش — تیسرے فاقے بھی ملتی تھی نہ آش

تنگ فاقوں سے ہوئی جب میں بہت — سر سے اُترا میرے تب پردے کا ست

گھر سے نکلی اور کی ماما گری — ہے ذلیل اس سے بھی کوئی نوکری

رفتہ رفتہ پھر ہوئی چالاک میں — آبرو کھو کر ہوئی بیباک میں

اب تو مشاطہ گری ہے میرا کام — سات پشتوں کا ڈبویا میں نے نام

احمد - (مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر)

مولوی صاحب! سنا کچھ حال یہ — ہے غضب ہوں عورتیں پامال یہ

قوم کی غفلت پہ ہے صد آفریں — کس مصیبت میں ہیں یہ پردہ نشیں

اسکو پردے کا تو ہے اتنا خیال — عورتوں کا بھی ہے کچھ معلوم حال

ہیں بلا میں مبتلا بیچاریاں — انکی قسمت میں ہیں کیا کیا خواریاں

علم حاصل وہ تو کر سکتی نہیں — پیٹ بھی عزت سے بھر سکتی نہیں

جان کو بس قوم کی یہ روئیں گی — عزت قومی بھی اب کھوئیں گی

گبرو عیسائی - یہودی کب ہیں سست — حالتِ نسوان کو کرتے ہیں درست

ہو گیا ہے کیا مسلمانوں کا حال — ان کو جز غفلت نہیں کچھ بھی خیال

جان بھی جائے کہیں گے ہم تو سچ — ہے مسلمانوں کو بس پردے کی پیچ

حالت نسوان سے کیا انکو غرض ‏ ‏ ‏ ہے انھین تو حبس نسوان کا مرض

گالیان جی بھر کے ہمکو خوب دین ‏ ‏ ‏ خیر جو چاہین کہین پر سوچ لین

جہل نسوان سم قاتل ہے ضرور ‏ ‏ ‏ اس کا درمان جلد فرمائین حضور

یا در کھین ہے بہت مہلک مرض ‏ ‏ ‏ ہمکو تو پیغام حق سے ہے غرض

مشاطہ۔ آپ کے قربان مین جاؤن میان ‏ ‏ ‏ درد کی میرے بڑی ہے داستان

نام ہے کیا آپ کا فرمائیے ‏ ‏ ‏ ہے مکان کس جا مجھے بتلائیے

احمد۔ نام سے میرے تمھین ہے کام کیا ‏ ‏ ‏ بیاہ کا لاؤ گی تم پیغام کیا

مشاطہ۔ آپکو شادی اگر منظور ہے ‏ ‏ ‏ تو یہان فردوس کی اک حور ہے

احمد۔ حور پریون کی مجھے خواہش نہین ‏ ‏ ‏ زوجۂ جاہل ہے مار آستین

گورے چٹرے کا نہین عاشق ہون مین ‏ ‏ ‏ حسن سیرت کا مگر شایق ہون مین

حور بھی بے علم ہے کس کام کی ‏ ‏ ‏ کیا توقع اس سے ہے آرام کی

سابقہ ڈالے نہ جاہل سے خدا ‏ ‏ ‏ ہو پری بھی بے ہنر تو ہے بلا

مولوی علم سے کیا مومنہ عورت کو کام ‏ ‏ ‏ جز کلام اللہ پڑھنا ہے حرام

سورۂ یوسف سے ہے مستثنے مگر ‏ ‏ ‏ اس کے پڑھنے مین بھی تو ہی خوف شر

کافرہ عورات پڑھتی ہین علوم ‏ ‏ ‏ ہین خبیثات و لعینات اور شوم

عورتون مین دیکھئے حسن و جمال ‏ ‏ ‏ ہے نہین ان کے لئے علم و کمال

مشاطہ۔ مولوی صاحب ذرا رہئے خموش ‏ ‏ ‏ علم کا ان کو ابھی تازہ ہے جوش

مین انھین سمجھائے دیتی ہون ابھی ‏ ‏ ‏ پھر نہ لین گے علم کا یہ نام بھی

جاؤن واری اے میان یہ تو بتاؤ ‏ ‏ ‏ علم سے ہے عورتون کو کیا لگاؤ

کیا کرینگی نوکری پڑھ لکھ کے وہ ‏ ‏ ‏ علم و فن پھر کیا کرینگی رکھ کے وہ

احمد۔ علم کی غایت نہین ہے نوکری ‏ ‏ ‏ ہے ملائک پر اسی سے برتری

عورتون مین علم سے آتی ہے عقل — اور اُلٹی جہل سے جاتی ہے عقل

مشاطہ۔ لڑکیان لایق تو ملتی ہین محال — ناظران قرآن پڑھنا ہے کمال

گر کوئی اردو پڑھی مل جائیگی — بات اسکی تو یہ لونڈی لاے گی

احمد۔ محض اُردو سے نہین کچھ فائدہ — چاہیئے تعلیم ہو باقاعدہ

مدرسے کی گر ملے کوئی پڑھی — ہو ہُنر سے بھی لیاقت کچھ بڑھی

ایسی لڑکی کا تو تم لانا پیام — ورنہ شادی کو بھی ہے میرا سلام

مشاطہ۔ ڈھونڈنے جاتی ہون پر ہون ناامید — مدرسے کی ہے لگائی سخت قید

ہین زنانہ مدرسے تو جابجا — پر نہین ان سے ہمین کچھ فائدہ

لڑکیان اورون کی پڑھتی ہین وہان — دیتی ہین تعلیم پر وہ اپنی جان

پر مسلمانون کو ہے پردے کی کد — ہے یہی تعلیم کے رستے مین سد

یہ زنانے مدرسے سب ہین فضول — لڑکیان جاتی نہین تو کیا حصول

عیب ہے گر پاؤن بھی وان وہ دھرین — گھر مین چاہین کودتی دن بھر پھرین

(مشاطہ چلی جاتی ہے)

مولوی۔ کفر کی باتین بہت کرتے ہین آپ — لیڈیون کی طرز پر مرتے ہین آپ

عورتون کو علم ہی ہے کیا ضرور — اس سے بڑھ جائینگے بس انکے شرور

چھوڑ دو تعلیم نسوان کا خیال — ورنہ نازل ہوگا قہر ذوالجلال

ہے جو پڑھنے کے لئے تاکید یہ — کیا نصاریٰ کی نہین تقلید یہ

عورتین ہین رسیان شیطان کی — اور ہین یہ بندیان زندان کی

انکی طینت مین تو ہے مکر و فریب — شاخ حنظل مین کہین لگتا ہے سیب

احمد۔ آپ جیسے مولویون سے پناہ — ذات سے جن کے شریعت ہے تباہ

آپ نے گندے خیالون سے جناب — کر دیا اسلام کا چشمہ خراب

فرض ہے اسلام مین علم و ہنر — آپ کو مذہب کی ہے کچھ بھی خبر
پادریون کے جو تھے پہلے خیال — مولویون کے وہی ہین ابتو حال
پوپ تو تھا ہی عدو علم و فن — تھا حکیمون کے لئے حکم زبن
آج اُس کے جانشین ہین مولوی — ہے انھین بھی علم و فن سے دشمنی

مولوی۔ (غصہ سے جریب اٹھا کے)

دور ہو مردود کافر اہل نار — مرتد و زندیق و فاسق بد شعار
کفر کا فتوے مین لکھتا ہون ابھی — پھر نہ تو جنت مین جائے گا کبھی
چھوڑ دین گے تجھکو سب اہل دین — جز سقر تجھکو امان ہرگز نہین
ہم وہ ہین ہین جن کے قبضے مین عوام — پھیر دین انکی جدھر چاہین لگام
لاکھ تو چلائے پھر سنتا ہی کون — پھینکیے موتی بھی تو پھر چنتا ہی کون

احمد۔ مولوی صاحب یہ سچ کہتے ہین آپ — جاہلون ہی مین سدا رہتے ہین آپ
سامنے مرغون کے جو ڈالے گہر — ہے حماقت اُس کی بے شک سر بسر
آپ بھکاتے ہین اندھون کو جناب — آپ ہی نے تو کیا اُن کو خراب
ان غریبون پر تو کیجیے رحم اب — غار نکبت مین گرے ہین سب کے سب
رہنما جب آپ سے حضرت ہون آہ — کیون نہ ہو وہ قوم پھر ساری تباہ
آدمی کا جب بگڑتا ہے دماغ — عقل کا ہوتا ہے گل پھر تو چراغ
آپ کی مٹھی مین ہین یہ سب عوام — آپ نے انکو بنایا ہے غلام
آپ سے ہے دوستی رکھنا حرام — اب زبان سے آپکا لونگا نہ نام
لو مین جاتا ہون نہ بس اب رنجیے — اور غصہ سے نہ اتنا کانپیے

مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور پہلا سین ایک دالان

صغری بیگم اور کبری بیگم بیٹھی باتین کرتی ہین

(صغری بیگم) آج ہی عید ہے اور خوشی کا ہی سمان — بچے تڑکے سے اٹھی کرتے ہین کیا ہی خوشیان
عید گہ جانیکا مردون کے بڑا ہے سامان — کوئی بگھی مین کوئی گھوڑے پہ جاتا ہی وہان

دور غم ہوتا ہے جب دل کے کنول کھلتے ہین
دشمن و دوست بھی اُس دن تو بہم ملتے ہین

(کبری بیگم) ہمکو کچھ عید سے مطلب ہے نہ تقریب سے کام — قید خانہ مین گذرتی ہے یون ہی عمر تمام
غرض ہم پر سے بہن آبروے ماہ صیام — عید گہ جانا ہمارے لئے لیکن ہے حرام

گھر مین اللہ کے ہم پاؤن نہ دہرنے پائین
حیف ہے شکر خدا کا بھی نہ کرنے پائین

(صغری بیگم) ظلم مردونکا ہی یہ اسمین نہین دین کی خطا — گھر سے اللہ کے روکین ہمین ہی قہر خدا
کون مذہب ہے کہ جسمین ہی خدا سے پردا — دیر و بت خانہ و کعبہ مین تو جانا ہے روا

بد گمانی ہے فقط مردون کا دھوکا ہے
عید گہ جانے سے اسلام نے کب روکا ہے

(کبری بیگم) یہ نیچر ہے ہوا اب تو ہمارا دشمن — حامیٔ قید نسا ہے یہ ہوا گرگ کہن
ہم سے کیا لاگ ہے اس بوڑھے کو کیا ہی ان بن — کیون ترقی سے ہماری ہے اسے رنج و محن

قید نسوان کو سمجھتا ہے یہ نیچر پردہ
دین احمد کی یہ جڑ کاٹتا ہے در پردہ

(صغری بیگم) مین یہ سمجھی تھی کہ یہ پیر ہے مرد عاقل — مثل صراف پرکھتا ہے یہ حق و باطل

ٹھیٹ اسلام کا حامی ہو نبی کا قائل   دل سے اصلاح مسلمان کی طرف ہے مائ

دین کے پردہ میں نہاں صورت بدعت نکلی

حیف فطرت جسے سمجھے تھے وہ صنعت نکلی

(کبری بیگم) سب بڑھاپے میں بہن جاتے ہیں یونہی سٹھیا   اسکی باتوں کا اثر اب تو نہیں دل پ

اس کے فتوے کو بھلا مانتا ہے کون برا   کوئی فیشن کی ہدایت ہو تو ہم لائیں

قید نسوان کی حمایت کا تو سودا ہے اسے

اس پہ آزاد خیالی کا بھی دعوی ہے اسے

(صغری بیگم) ایسے تہذیب کے دعووں پہ خدا کی پھٹکار   تف ہے اس کوٹ پہ پتلون پہ لعنت

آپ آزاد ہوں ہم قید رہیں لیل و نہار   واہ ہمدردی انسان میں ترسے جاؤ

ہر سحر چاہیے کھانے کو ہوا سر انھیں

گھر میں گھٹ گھٹ کے مریں ہم نہیں کچھ ڈر انہیں

(کبری بیگم) کوٹ پتلون سے کیا خاک بدلتے ہیں خیال   کام تعلیم کا درزی سے ہو ہے یہ تو

نقل کرنے سے کوئی ہوتا ہے عالم نقال   بھولا اپنی بھی چلا ہنس کی جب کوا

دم میں تغیر خیالات کا امکان نہیں

باپ دادا کی روش چھوڑنا آسان نہیں

(صغری بیگم) میں یہ سمجھی تھی مہذب ہے یہ بوڑھا خرانٹ   اسکو آتا ہے نئے جامۂ تہذیب کا

اہل یورپ کے تمدن کا یہی ایک ہی بھاٹ   اسکی آزاد خیالی میں سمندر کا ہے

شیر دل سمجھے تھے جسکو وہی خائف نکلا

یہ تو آزادی نسوان کا مخالف نکلا

(کبری بیگم) کیا یہ آزادی نسوان کا مخالف ہے بہن   سر میں اس بوڑھے کے اب تک ہیں خ

گھر میں شاید نہیں حضرت کے کوئی ایک بھی زن   عورتوں کے انھیں معلوم ہوں کیوں رنج

ان کو پردے مین بٹھائین تو انھین ہو معلوم
سختی قید اٹھائین تو انھین ہو معلوم

(سعری بیگم) آپ جھم جھم سے تو شیطان کے منکر ہین ہوا
کہتے ہین جنت و فردوس کو حسرت چکلا
ان کے نزدیک پیمبر ہے نہ قرآن نہ خدا
پر انھین پردۂ نسوان کا عقیدہ ہے بڑا

بنی نیچر پہ ہے ہر بات مین دعوی انکا
اور فطرت کے مطابق ہے یہ پردہ انکا

(کبری بیگم) وحی و الہام و کرامت ہے خلاف فطرت
معجزہ اور رسالت ہے خلاف فطرت
دوزخ و گلشن جنت ہے خلاف فطرت
اور عیسی کی ولادت ہے خلاف فطرت

سب یہ اسلام کے ارکان ہین باطل ہین گمان
عین فطرت ہے مگر پردۂ حبس نسوان

(صغری بیگم) عقل سر مین نہین اس بوڑھے کے بکتا ہی فضول
قید نسوان سے بتاؤ تو اسے کیا ہے حصول
کیا خوشی اسکو ہے ہم جو گھر و نین مین ملول
اتنا ہی شک ہے کہ خوش ہونگے بہت آپ سے جھول

حبس نسوان کی جو تائید مین تحریرین ہین
یہ مسلمانون کے خوش کرنے کی تدبیرین ہین

(کبری بیگم) ایسے احمق نہین اسوقت کے اہل اسلام
جو ہر اک بات کا سمجھین نہ ہین وہ انجام
کیا خوشامد سے بھلا چلتا ہے اصلاح کا کام
ہے ہلاکت کا مسلمانون کے حق مین یہ دام

واہ عاقل تو خوشامد کی نہین دیتی ہین
اب گھر سے کھونے کو وہ بھی تو پوچھ لیتی ہین

(صغری بیگم) کیا یہ اندھے ہین جو دیکھین نہ کچھ اپنی حالت
سبکی نظرون سے گری جاتی ہے انکی وقعت
عورتون مین ہے بڑا جبکہ غضب کی وحشت
کسطرح دوسری قومون مین ہو ان کی عزت

عورتین جن کی مہذب ہین وہی ہین عاقل

پست قومین ہین وہی جن کی ہین نسوان جاہل

(دوسری بیگم) دیکھیے کرتا ہے پردے کو خدا کب غارت	بھاڑ مین جائے نگوڑی یہ خیالی عزت

کیا اسی قید سے محفوظ ہے اپنی عصمت	اپنے ہی ہاتھ مین ہے اپنی شرافت عفت

آپ مارین تو یوا نفس بھی مر سکتا ہے

مرد عورت کی حفاظت کوئی کر سکتا ہے

(مولوی نذیر حسین صاحب عیدگاہ سے آتے ہین)

(پہلی بیگم) لو وہ ملنے کو چچا جان بہن آتے ہین	تحفے ہم لڑکیون کو دیکھیے کیا لاتے ہین

عید گہہ مرد بہت شوق سے سب جاتے ہین	خوب ٹوٹ ٹوٹ کے ہر ایک چیز وہان کھاتے ہین

عید اُن کی ہے تو اعید کا سامان اُن کا

دین کوئی چیز ہمین لا کے تو احسان اُن کا

(دوسری بیگم) (مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر)

عید گہ ہمکو چچا جان نہین لے جاتے	ہم سے گھر ہی مین دوگانہ بھی نہین پڑھواتے

خطبہ و وعظ کبھی ہم کو نہین سنواتے	ہم گنہگارون کو مسجد بھی نہین دکھلاتے

رسم پردے کے گلے مین ہین ہمارے پھندے

ہم نہ اُمت ہین نبی کی نہ خدا کے بندے

(مولوی صاحب) بیٹی مجبور ہون کیا رسم پہ ہے زور مرا	دین اسلام مین ہرگز نہین ایسا پردہ

بدعت و ظلم ہے یہ پردۂ نسوان بخدا	اس تعدی کی سزا پائین گے ہم روز جزا

ہم سے بدلا نہین لیتا ہے خدا مہر ہے یہ

عورتین آئین نہ مسجد مین یہ قہر ہے یہ

مجھکو معلوم ہے مردون کا ہے جو ظلم و ستم	جسم نسوان مین تو اس حبس سے باقی نہین دم

عقل بھی ان مین اسی قید کے باعث سے ہے کم	پڑھے لکھے لوگون کے زبان کھولنے پاتی نہین ہم

مولویت کی جو عزت ہے وہ عزت چھن جائے
جبہ بیکار ہو دستار فضیلت چھن جائے

ہائے کیا قہر ہے قرآن کے مخالف ہین یہ　　حکم حضرت کو نہین مانتے ہین اہل غضب
روکے مسجد سے جو نسوان کو تو ہی جائے عجب　　ان سے کمتر تو شرافت مین نہین اہل عرب

رہے بیہودہ ہے کب آیہ قرآن انکی
کیا نبی زادیون سے بڑھ کے ہین نسوان انکی

دیکھتی ہو کہ جہالت کا ہے اس ملک مین زور　　دین باقی نہین بے دینی و بدعت کا ہے شور
دہریت چھائی ہے اسلام ہے بیٹی درگور　　دین کی پردہ مین یہان ٹھگ ہین تو مخلوق مین ہین چور

لائق و نیک خدا ترس یہان ہین پامال
ظالم و سرکش و بدکار تو ہین مالامال

(صغری بیگم) آپ جب ظلم سمجھتے ہین یہ حبس نسوان　　کیون نہین کھولتے پھر حق کی حمایت مین زبان
شان اسلام ہے یہ حق پہ کرین جان قربان　　اہل اسلام کی ہمدردی و ہمت ہے کہان

شیخیان مارتے ہین اور یہ کیا کرتے ہین
سچ بھی کہنے سے مسلمان تو اب ڈرتے ہین

(مولوی صاحب) بیٹی یہ سچ ہے زمانہ کا مگر رنگ ہے اور　　اب جہالت کا تعصب کا خوشامد کا ہے دور
قاضی و مفتی و ملا کے نہین اگلے طور　　پردۂ دین مین یہ کرتے ہین ہر اک طرح کے جور

زر ملے گر تو یہی جھوٹ سراپا لکھدین
خون ناحق کا خوشامد سے یہ فتوی لکھدین

کس کی شامت ہے کہے کوئی جو پردہ کو برا　　سمجھین سب اسکو ابھی کافر و مردود خدا
ان کے نزدیک ہے سب ظلم و ستم اسپہ روا　　بھائی بندی سے اٹھا دین مین پھر و یہی کیا

جب تعصب ہے تو پھر کاہیکو حق بات کہین

لوگ گردن کو کہین رات تو ہم رات کہین

(بلینک ورس)

دوسرا سین گوشہ محل

آزادی بیگم اور مولوی متعصب

(آزادی بیگم) جیتے جی کیون ہمین درگور کیا ہے تمنے — کیا ہماری ہے خطا کچھ تو بتاؤ ہمکو
کون سے جرم کی پاداشمین ہم ہین محبوس — کس کا گھر لوٹا کیا خون ہے کس کا ہمنے
چور ہین ٹھگ ہین اُچکّے ہین گرہ کٹ ہین ہم — یا کوئی قاتل خونخوار لٹیرے ہین ہم
کوئی بدکار ہین ہم یا کوئی غدار ہین ہم — بے وفا ہم ہین کہ بے شرم جفاکار ہین ہم
کیون خدا نے ہمین دنیا مین کیا ہے پیدا — کس لئے ہم کو بنایا نہین کھلتا مطلب
(مولوی متعصب) ہم خلیفہ ہین خدا کے یہ زمین ہے اپنی — تم ہو محکوم ہماری نہین اسمین کچھ شک
تمکو پیدا کیا خالق نے ہماری خاطر — تا ملے راحت و آرام ہمین بے تعب
گھر مین رکھتے ہین تمہین تاکہ ہو عصمت محفوظ — نظر بد سے چھپاتے ہین تمہین ہر ساعت
نہین معلوم تمہین خلقت حوا شاید — پہلوے حضرتِ آدم سے وہ نکلین باہر
چین سے بیٹھنے بٹھایا ہے گھرونمین تمکو — محنت و فکر سے آزاد کیا ہے تمکو
(آزادی بیگم) کیا ہی معقول و مدلل ہے تمہاری تقریر — تم اکیلے ہو خلیفہ یہ کہان سے ہے ثابت
نوع انسان کے تو افراد ہین ہم تم دونون — واسطۂ آدم مین ہم بھی ہین داخل لاریب
ہم جو دنیا مین نہ ہوتے تو نہ ہوتے تم بھی — عورتین گم ہون تو مردون کی ہو خلقت مفقود
شکم زن سے تو ہوتے ہی ہین پیدا ہر دم — عورتین مرد کے پہلو سے نکلتی ہین کہین
(مولوی متعصب) ناقص العقل ہو تم کچھ نہین تم کو معلوم — ضعف خلقت مین تمہاری ہی ازل سے لاریب
تم قوی ہوتین تو کرتین نہ حکومت ہم پر — ہم مین قوت تھی ہوئے ہم ہی جہان پہ حاکم

عقل ہوتی تو نہ تم عالم و فاضل ہوتین — زور ہوتا تو نہ تم قیصر و کسرے ہوتین
تم مین جرأت ہے کہان تم مین شجاعت ہے کہان — تم مین ہے علم کہان اور کہان ہے حکمت
کون سے کام کی ہے تمکو لیاقت حاصل — کون سے فن مین بتاؤ تو ہے عورت کامل

(آزادی بیگم) آپ ملا ہین نہین آپ کو دنیا کی خبر — آپ پڑھتے ہین نہ اخبار نہ تاریخ و سیر
حکمت و فلسفہ کو آپ سمجھتے ہین کفر — عقل ہے آپ کے نزدیک ضلالت کی دلیل
آپ طوطے کی طرح رٹتے ہین قرآن دن بھر — پر سمجھتے نہین ایک حرف کے معنی بھی کبھی
اس پہ دعوے ہے کہ مجھ سا نہین لایق کوئی — فخر بھی ہوتا ہے کہین بار کتب سے عاقل
یاد ہے آپ کو کچھ سورۂ آل عمران — جسمین فرماتا ہے خلاق ذکور و انثے
مثل عورت کے نہین مرد ہمارے نزدیک — ہمنے مریم کو کیا افضل و عالم لاریب
ناقص العقل کو عاقل پہ خدا دے ترجیح — ماشاء اللہ سمجھ آپکی ہے قابل داد
ضعف خلقت کا عبث آپکو ہے ہم پہ گمان — قوت و صبر و تحمل مین ہمین ہین غالب
عقل مین ہم سے کوئی آپکو نسبت ہی جناب — لڑکیان ہوتی ہین لڑکون سے سمجھ مین بہتر
یہ تو فرمائیے ہے ہند کا قیصر کوئی مرد — یا کہ عورت کی رعایا ہین یہ مونچھون والے
یاد ہے آپکو کچھ حضرت اسماء کی نبرد — اور خولہ کی شجاعت کی بھی ہے کوئی خبر
کس لیاقت کی جہان مین نہین عورت موجود — پر جہالت کا بجز علم نہین کوئی علاج

سین تیسرا ایک دالان

مولوی متعصب جاتے ہین اور تہذیب النسا بیگم آتی ہین

(تہذیب النسا بیگم) کون صاحب تھے یہ تسبیح عمامہ والے — غیظ سے آتش دوزخ کے جو تھے پرکالے
کسی بدکار کے شاید یہ پڑے ہین پالے — سالقہ سچ ہے نہ اللہ برے سے ڈالے
بدگمانی کا سبب تجربہ ذاتی ہے

ہم سمجھتے ہین کہ عورت انھین چھپاتی ہے

(نی بیگم) اجی اُلو ہے یہ اک مولوی بدکردار — کیا کہون تم سے موئے کے ہین بہن کیا اطوار
گھورتا پھرتا ہے سڑکون پہ تو خود لیل و نہار — چاند سورج سے چھپا انکو ہمین ہے تیار

اپنے اعمال کا مطلق نہین کھٹکا اسکو
ہے مگر پردۂ نسوان کا تو سودا اسکو

(السا بیگم) مین بھی کہتی ہون کہ مردونکو ہے پردے کا جنون — گھر سے باہر جو قدم رکھین تو یہ کردین خون
سچ تو یہ ہے کہ بہن جیتے ہی جی ہین مدفون — کاش مرجاتے تو رہتے نہ گھرونمین محزون

یان کھانا کبھی سونا ہے کبھی سینا ہے
زیست سے گر یہی مقصد ہے تو کیا جینا ہے

(بیگم) بدگمانی کی کوئی حد بھی ہے کیا خبط ہے یہ — اس تشدد پہ بھی خاموش ہین ہم ضبط ہے یہ
پردہ و عفت نسوان مین کوئی ربط ہے یہ — عقل کا مردونکے ضعف ہے یا وبط ہے یہ

نظر بد کو نہین چشم کا ثمانہ اچھا
آپ اچھے ہین تو ہے سارا زمانہ اچھا

ہم جو بدکاری پہ آتے ہین تو رکتے ہین کہین — سات پردونمین بھی ہم ڈھونڈھ ہی لیتے ہین حسین
ہم وہ استاد ہین جن سے کہ لرزتی ہے زمین — اور عفت مین بھی ہم سا کوئی دنیا مین نہین

جن کے سینہ مین وہ شرم و حیا پنہان ہین
خانہ و کوچہ و بازار انھین یکسان ہین

(م) قابل رحم ہے افسوس ہماری حالت — چشم مردم مین ذرا بھی نہین اپنی عزت
ہین وہ آزاد جو ہین صاحب شرم و عفت — حبس دائم انکی نصیبونمین ہے اپنی ذلت

قطع امید تو ایک لخت ہوئی ہے اپنی
جان پتھر سے بھی کیا سخت ہوئی ہے اپنی

(ایک بوڑھی عورت آتی ہے)

(مہر السماء بیگم) لو وہ آتی ہیں بڑی بی ذرا سی خاموش رہو — چھوٹی دادی سے تو پردے کی مضرت پوچھو
طیش میں آئیگی وہ اُن کی کڑی بات ہو — ان سے بھی حال دل زار کسی ڈھب سے کہو

ڈرتی اتنا ہیں کہ سایہ سے بھی یہ خائف ہیں
اگلے وقتوں کی ہیں دنیا سے یہ ناواقف ہیں

(آرا دی بیگم) (بڑی بی سے مخاطب ہوکر)

دادی سنتی ہوں کہ کچھ لوگ ہوئے ہیں پیدا — جو کہ اس پردۂ موجودہ کو کہتے ہیں بُرا
وہ سمجھتے ہیں اسے عورتوں پہ قہر خدا — مانع علم و ہنر باعث تحلیل قوا

بند عورت ہو مکان میں یہ کہیں پروا کی
دام پھیلا ہے اجل کا یہ نہیں پردا ہے

(بڑی بی) غیظ میں آکے بڑی بی نے کہا او ناپاک — لو کا لگ جائے زبان میں ہو تری منھ میں خاک
کہتی ہے پردۂ نسوان کو بُرا اے بیباک — کہکے یہ بات تو کٹوائیگی سو پشت کی ناک

مرد سن لینگے تو کیا کیا نہ کہیں گے مجھکو
جیتا ہی کھود کے گاڑیں گے زمین میں تجھکو

(آرا دی بیگم) دادی میں نے تو نہیں کوئی بری بات کہی — اس موئے پردے کو کہتے ہیں بُرا اب تو سبھی
بات کہنا ہی ہے گر جرم تو بس یہی سہی — قید دائم سے بجز موت نہ چھوٹیں گے کبھی

عقل ہوگی تو مری بات کو وہ تاڑیں گے
زندہ درگور ہیں ہم آپ وہ کیا گاڑیں گے

(بڑی بی) مونڈی کاٹوں کو ہے کیا پردہ کی تکلیف سے کام — گالیاں کوسنے کھاتے ہیں عبث ہیں بدنام
ہم نے کب اپنی مصیبت کا دیا ہے پیغام — جسمیں مردوں کی خوشی اسمیں ہمیں ہے آرام

پردے ہی میں ہے فقط اب تو شرافت باقی

جان جائے پہ رہے عزت و حرمت باقی

(السا بیگم) واوی یہ آپکا مہمل ہے شرافت کا خیال | کچھ نبی زادیون کا آپ کو معلوم ہے حال
ان سے بڑھکر ہو معزز کوئی ہے یہ تو محال | ان کے ناخن کی برابر بھی نہین بدر ہلال

قید تنہائی کی ایذا تو نہین سہتی تھین
اس موئے پردے مین وادی وہ کہان رہتی تھین

(بڑی بی) اری خاموش نبی زادیون پر یہ بہتان | دیکھ سڑ جائے کہین منھ مین نہ یہ تیری زبان
چاند سورج نے بھی دیکھا نہین انکا رویان | بند حجرون سے قدم صحن مین رکھتی تھی کہان

رخ سے گھونگٹ نہ کبھی خواب مین بھی اٹھتا تھا
اپنے سایہ سے بھی چھپتی تھین وہ یہ پردا تھا

(ادی بیگم) واوی کیا آپکی باتین ہین ہنسی کے قابل | دین و دنیا سے تو ہین آپ غضب کی جاہل
دعوی پردۂ نسوان سے ہے سراسر باطل | ہاتھ چہرہ ہی نہین ستر نسا مین داخل

تھی ازل سے یہ بلا قسمت نسوانئین لکھی
حبس دائم کی سزا ہے کہین قرآن مین لکھی

(بڑی بی) (آگ بھبھوکا ہوکر)

جھوٹی بدذات حیا بیچ کے کھائی تو نے | گڑھ کے کیا دل سے نئی بات بنائی تو نے
خوب دیدہ کی صفائی یہ دکھائی تو نے | مدرسہ مین یہی تعلیم ہے پائی تو نے

بد زبانی کی سزا اب تجھے دلواتی ہون
تیرے ماموں سے تجھے جوتیان کھلواتی ہون

(مولوی ابوالحمار آتے ہین اور بڑی بی اُنسے شکایت کرتی ہین)

(بڑی بی) بیٹا ان لڑکیون کا تمنے بھی کچھ حال سنا | کہتی ہین شرع سے ثابت نہین ہوتا پردا
کس نگوڑے نے سمجھایا ہے انھین ہائے خدا | کہ نہین عورتون کو قید مین رکھنا زیبا

ناک سو نشیت کی ہے ہے یہی کٹوائینگی
ٹھنڈی سڑکون پہ ہوا کھانے کو اب جائینگی

(ابو الجمار) کون مردود ہے وہ کہتا ہے پرویکو جو بد کافر و مرتد و زندیق ہے ملعون ابد
کیا ولیل اُس کی ہے لاؤ مین ابھی کر دون رد مجھکو تو پردہ نسوان کی حمایت مین ہے کد

حق کی سنتا نہین جب بات کی پیچ کرتا ہون
زور منطق سے مین باطل کو بھی سچ کرتا ہون

کون مجھ سا ہے بتاؤ تو جہان مین لایق اہل یورپ سے ہون مین علم و ہنر مین فایق
میری تصنیف کا ہے ہکسلی جیون شایق دعوی منطق و حکمت مین مین ہی ہون صادق

میرے شاگرد سے بھی کم ہے بہت بطلیموس
طفل مکتب مرے نزدیک تو ہے جالینوس

پارلیمنٹ کا مجھ سا نہین کوئی ممبر مجھکو دنیا کے قوانین ملل ہین ازبر
علم منطق مین ارسطو سے بھی مین ہون بہتر قدر کرتا ہے میری رائے کی ہر اہل نظر

بادشاہون کو لڑا دون مین غضب ہون چالاک
سچ تو یہ ہے کہ مرے سامنے کیا ہین افلاک

علم ہیئت مین کوئی مجھ سا ہے فرد کامل سامنے میرے ہین گیلیلیو۔ نیوٹن جاہل
فیثاغورث کا ہے دعوے تجدد باطل میری تحقیق کے ہین لندن و جرمن قایل

کرۂ شمس و قمر نقل سے ثابت کر دون
نو فلک اور ابھی عقل سے ثابت کر دون

ہے کوئی مجھ سا جیالوجی کا کامل استاد ہے معادن کی جہان مین تو مجھ ہی سے بنیاد
علم حیوان و نباتات ہین میری ایجاد مجھ سے سقراط فلاطون کی ارواح ہین شاد

علم مابعد طبیعت مین مین ہی کامل ہون

گنڈے تعویذ کا جادو کا منتر قائل ہون

علم با برق و ہوا مین ہون مین ہی فرد فرید — میری تصنیف ہر اک علم مین ہے قابل دید
ہے تصوف مین مرا صوفی صافی بھی مرید — تجھ سے کم تر ہے یا اقطاب زمان ہر بیشہ
علم و حکمت مین ہے اکتشاف کا دعوا مجھکو
فرد کامل کیا اللہ نے پیدا مجھکو

(آزادی بیگم) ماموں جان آپ تو بے شبہ ہین اک بحر علوم — آپکی منطق قدیت تو ہے سب کو معلوم
آپ کے فلسفہ کی ہند مین ہر جگہہ ہے دھوم — آپ کے نام سے روشن ہین فلک پر یہ نجوم
آپ سا کوئی نہین عالم و فاضل ہشیار
پشت پر بار کتب سر پہ ہے بار دستار

(ابو الحمار) بیٹی کیا ذکر تمھارے دے کا کرو مجھ سے بیان — کفر ہے پردۂ نسوان مین مگر وہم و گمان
وسوسے ڈالتا ہے دلمین تمہارے شیطان — اہل شک پاتے ہین لاحول سے کبھی امان
جنتی پھنستے ہین کب فلسفہ کی گھاتو نمین
دوزخی آتے ہین شیطان کی ہان باتو نمین

(آزادی بیگم) پہلی سیڑہی ہے سمجھ کی یہی شک ماموں جان — کیون اسے کہتے ہین وسواس خبیث شیطان
قوت وہم ہے اک آیۂ خلاق جہان — دیکھ لو اسکی کرامات ہے دنیا مین عیان
سوچ کا کام کوئی ذکر سے ہو سکتا ہے
شک نہ پیدا ہو تو کیا فکر سے ہو سکتا ہے

(ابو الحمار) دور کمبخت یہ کیا بکتی ہے کفر و الحاد — قید مذہب سے تو پڑھ لکھ کے ہوئی ہے آزاد
عقل پھرتی ہے لئے جسکی نہین کچھ بنیاد — دین و دنیا تری یہ علم کرے گا برباد
سن کے یہ بات مکدر مری اب خاطر ہے
شک جو پردے مین کوئی لائے وہی کافر ہے

مولوی الوالحمار غیظ و غضب میں آکر چلے جاتے ہین
اور تہذیب النسا بیگم اور آزادی بیگم ایسمین باتین کرتی ہین

(ستم بیگم) (آزادی بیگم سے مخاطب ہوکر)

سن بھلس تیشخیان ماموں نہ تم اسپہ آپا ‌ ‌ ‌ بنتے ہین نام خدا آپ ارسطو کے چچا
ایسا عوجی ہی کوئی ٹھکر ہے انھین یہ وہمو ‌ ‌ ‌ رٹتے طوطی کی طرح پھرتے ہین صغری کبری

پڑھتے جس طرح کہ قرآن کو رواں ہین حفاظ
یاد انکو بھی اسی طرح سے ہین کچھ الفاظ

(آزادی بیگم) اس زمانہ کے تو ملاؤن کی حالت ہے یہی ‌ ‌ ‌ خود ستائی پہ مرے جاتے ہین آفت ہے یہی
حق کے حامی نہین اعمال کی شامت ہے یہی ‌ ‌ ‌ رہنما اندھون کے اندھے ہین حماقت ہے یہی

شیخیان مار کے نادانون کو بہکاتے ہین
جاہل محض ہین پر مولوی کہلاتے ہین

(ستم بیگم) جھوٹے دعوے پہ بھی لائین ہزارون برہان ‌ ‌ ‌ خود حدیثون کو گھڑین اور بنائین قرآن
راویون پر یہ لگا دیتے ہین دم مین بہتان ‌ ‌ ‌ انکی منطق سے تو ڈرتے ہین جہان کی شیطان

تین گر چاہین تو چھتیس کو ثابت کر دین
پاک و معصوم یہ ابلیس کو ثابت کر دین

ان سے تھرّاتے ہین سب مفتی و قاضی و حکم ‌ ‌ ‌ خون ناحق انہین تحریر کی سرخی سے ہے کم
ان کے فتوون سے تو مظلوم گئی سوئے عدم ‌ ‌ ‌ انکی تاویلون کے مشکور ہین سب اہل ستم

نطق کے زور سے ظالم کو یہ مظلوم کرین
شمر کو چاہین تو ثابت ابھی معصوم کرین

(آزادی بیگم) جانتے سب ہین کہ اسلام مین پردہ یہ نہین ‌ ‌ ‌ ظلم رکھتا نہین نسوان پہ روا دین متین
حبس دائم کی مضرت کا تو ہے انکو یقین ‌ ‌ ‌ قید نسوان کی عرب مین ہے بوا رسم کہین

چھوڑتے حق کو ہین باطل کی پیچ کرتی ہین
سچ بھی کہتے نہین کیا خلق سے یہ ڈرتے ہین

(تہذیب النساء بیگم) ان پہ موقوف ہے کیا سب ہی ہمارے ہین خلاف   باپ مان بھائی بہن آنکھون کے تارے ہین خلاف
قاضی و مفتی و حکام یہ سارے ہین خلاف   در و دیوار و زمین چرخ ستارے ہین خلاف
کوئی برگشتگی بخت سے چارا ہے بہن
جز خدا کون مددگار ہمارا ہے بہن

(آزادی بیگم) کون ہمدرد ہمارا ہے جو کرے اپنی مدد   وار کرتا ہے فقط ایک معلم سب پر
اسکی بھی دشمن جان خلق ہے اللہ کی کد   کیون ترقی سے ہمارے ہے یہ مردون کو حسد
لوگ آنے سے بھی بیزار ہین اس کے اب تو
علم و حق وہی مددگار ہین اس کے اب تو

(تہذیب النساء بیگم) خیر اللہ تو ہے گو نہین کوئی یاور   اس مصیبت مین وہی لیگا بہن اپنی خبر
مثل حیوان ہین رکھتے ہین جو بے علم و ہنر   مانگتے پھرتے ہین ہم بھیک اسی سے گھر گھر
حکم مردون کا ہے اپنا نہ ارادہ ہے کوئی
بے کسی اس سے بہن اور زیادہ ہے کوئی

چھوتھا سین ایک دالان

کریما نائن اور آزادی بیگم

(آزادی بیگم) اے کریما بوا تم آج کہان آنکلین   بھولے چوکے سے بھی دم بھر کو نہ تم آ نکلین
عید گزری بھی سویان نہ یہان آنکے لین   آنے دیتی نہین کیا لڑکیان ہین سمجھ نکلین
آئین رسو نئین بھی گر تم تو اکیلی آئین

ساتھ اپنے نہ نصیباً کو بوا تم لائین

(رنا) بیوی پڑھنے سے کوئی دم نہین اُسکو فرصت — امتحان آیا ہے کرتی ہے غضب کی محنت
اپنی ہم جولیون سے بھی ہو اُسے اب نفرت — اک ہوا کھانیکو جانے کی فقط ہی عادت

پڑھنے بچپن سے تو مکتب مین بٹھایا ہے اُسے
اسکے باوا نے تو ضد کرکے پڑھایا ہی اسے

(بیگم) خیر سے عمر نصیباً کی بوا ہے اب کیا — مین سمجھتی ہون کہ سن چودہ برس کا ہوگا
مدرسہ جاتی ہے وہ اور نہین کچھ پروا — انتظام اسکی سواری کا کیا تمنے بوا

چہرہ اپنا وہ کسی کو نہ دکھاتی ہوگی
مدرسہ ڈولی ہی مین بیٹھ کے جاتی ہوگی

(رنا) بیوی وہ تو نہین کرتی ہے کسی سے پردا — چادرا اوڑھکے وہ مدرسہ جاتی ہے سدا
بیوی اس بات سے اسکی ہون بہت مین بھی خفا — بے دھڑک پھرتی ہے مردون مین نہین شرم ذرا

کہتی ہے میمون سے کسطرح لیاقت مین بڑھون
اس موے پردہ مین ممکن نہین مین علم پڑھون

(بیگم) سچ تو کہتی ہے بوا ٹھیک ہے یہ اُسکا خیال — اس موے پردہ مین نسوان کی ترقی ہے محال
فائدہ کیا ہی نہو علم مین جب تک کہ کمال — تھوڑا پڑھوایا جو لڑکی کو تو کیا اس کا مال

علم حاصل ہو تو تکلیف کا سہنا اچھا
تھوڑے پڑھنے سے تو ناخواندہ ہی رہنا اچھا

(رنا) سنتی ہون ڈاکٹری پڑھکے وہ ہوگی نوکر — ہوگی تنخواہ سوا سو سے بھی پہلے بڑھکر
اب تو عزت سے کمائیگی بہت مال و زر — ایسی بیٹی پہ مین قربان کرون لاکھ پسر

اپنے لائق تو یون آرام سبھی ہے مجھکو
فکر شادی کی بس اب ایک رہی ہے مجھکو

(آزادی بیگم) کس سے شادی کی ارادہ ہین کہو تو ہم سے — ہر کوئی اس سے نہی لائق ہے ملا جم جم سے
بیاہ کرنے کی نہین وہ تو کبھی بھی کم سے — ایسی شادی بھی ہے کیا عمر کٹے جو غم سے

بیوی شوہر جو مخالف ہون تو بس مرنا ہے
طوطی و زاغ کو پیوند بہم کرنا ہے

(اکبری بیگم) وہ یہ کہتی ہے کہ ہین آپ کرو گی شادی — دیکھ لین مرد کو ہم ہے یہ ہمین آزادی
عقد میرا نہین کر سکتے ہین دادا دادی — مرد جاہل کی تو سنگت کی نہین ہین عادی
حبس دایم مین ہین ہرگز نہ رہون گی امان — ظلم شوہر کے تو بیجا نہ سہون گی امان
عقد جاہل سے نہ کرنا مرا تم بہر خدا — زہر کھالون گی جو ایسے سے پڑیگا پالا
قید دایم کی سہونگی نہ کبھی مین ایذا — گاڑ دو جیتے ہی جی کھود کے تم مجھکو بو

گھر مین رہنا مرا امان تمہین کیا دوبھر ہے
ایسی شادی تو مجھے مرگ سے بھی بدتر ہے

(آزادی بیگم) سچ تو کہتی ہے کریگا وہ نہین اسمین کلام — بیوی شوہر کی محبت کا فقط عقد ہے نام
رنج باہم سے کوئی ملتا ہے گھر مین آرام — ایسی شادی تو ہے دونو کو قضا کا پیغام

عقد مین راے بھی ہم سے تو نہین لیتے ہین
جسکو جی چاہا اٹھا کر ہمین دیدیتے ہین

بس محب بند زبان کر کہ زمانہ ہے برا — وہی ہوتا ہے یہان چاہتا ہے جسکو خدا
عورتین قید سے چھوٹین ہے یہی حکم قضا — ڈر نہین لاکھ مخالف ہو ہمارے دنیا

گرچہ ہر گام پہ ہے ظاہر و پنہان مشکل
ہے بھروسہ جو خدا پر تو ہے آسان مشکل

———•———

متفرقات

گلاب کا پھول

ایک دن وقت سحر گذرا جو باغ عام سے ‎ ‎ وہ سماں دیکھا کہ آتا ہے تصور میں نظر

وہ سہانا وقت وہ سبزہ وہ پھولوں کی مہک ‎ ‎ وہ نسیم صبح وہ خوش لہجہ مرغان سحر

جابجا کونڈوں میں کیا ہی خوشنما تھی وہ درخت ‎ ‎ تھا گلاب اُن سب میں بڑہکر دلفریب و خوبتر

رخ سے ہر گل کے عیاں یوں جلوۂ صناع حسن ‎ ‎ شمع جیسے پردۂ فانوس میں ہو جلوہ گر

کچھ کھلے تھے پھول کچھ کلیاں ابھی تھیں نیم وا ‎ ‎ اور مرجھائے پڑے تھے جابجا کچھ خاک پر

ناشگفتہ گل جو تھے غنچے وہ اب کھلکر تھے پھول ‎ ‎ اور پژمردہ تھے وہ پڑتی تھی کل جن پر نظر

اتنے میں اک باغباں آیا درختوں کے قریب ‎ ‎ جس نے توڑے پھول وہ جنکر جو تھی شادابی تر

دیکھ کر گلچیں کا یہ ظلم و ستم میں دنگ تھا ‎ ‎ جی میں کہتا تھا کہ ہے فولاد کا اس کا جگر

دل نہیں دکھتا ہے اسکا توڑتا ہی جب یہ پھول ‎ ‎ سنگ دل ہے کچھ نہیں اسمیں محبت کا اثر

خود لگایا باغ اس نے اور سینچے یہ درخت ‎ ‎ آپ ہی اب توڑتا ہے شاخ و گل برگ و ثمر

یہ خیال آتے ہی دل میں عقل نے مجھ سے کہا ‎ ‎ بے خبر تجکو نہیں اسرار خلقت کی خبر

وہ حقیقی باغباں جس نے لگایا ہے یہ باغ ‎ ‎ جس کی صنعت پر گواہی دے رہے ہیں یہ شجر

خاک سے پیدا یوہیں کرتا ہے ہر دم صورتیں ‎ ‎ جلوہ افروزی سے جن کی ماند ہیں شمس و قمر

اور پھر خود ہاتھ سے اپنے مٹاتا ہے انھیں ‎ ‎ رحم آتا ہے اسے کب ان کے حال زار پر

ہست کرتا ہے وہی اور نیست کرتا ہے وہی ‎ ‎ ہے وہی رزاق مطلق خالق ہر خیر و شر

جس کو تو سمجھا ہے بے دردی وہ ہے رحم و کرم ‎ ‎ نفع جس کو جانتا ہے تو وہ ہو شاید ضرر

خوشنمائی دیکھکر اس باغ کی خوش ہو محب

کس کو اس کی ابتدا و انتہا کی ہے خبر

ترکیب بند

ذرا آنکھون کو کھولو گردش چرخ کہن دیکھو
کیا پامال ہم کو بھی زمانے کا چلن دیکھو

کبھی تھا گلشن اسلام بھی سرسبز دنیا مین
مگر اب چشم عبرت سے وہی اجڑا چمن دیکھو

عمارت علم کی جب تک نہ تم ملکر بناؤ گے
رہے گا خانہ ویران یہ گھر اہل وطن دیکھو

ملایا گردش افلاک نے گو خاک مین ہمکو
مگر اس خاکساری مین ہمارا بانکپن دیکھو

دہوان اتبک بھی کچھ بجھتے چراغون سے نکلتا ہے
ابھی برہم ہوئی ہے دوستو یہ انجمن دیکھو

مخالف ہین نئی تعلیم کے بیجا تعصب سے
ہماری قوم کا اے عاقلو دیوانہ پن دیکھو

سخن سنجو ذرا میرے ورا اشعار کو پرکھو
مرے مضمون کو سمجھو مرا طرز سخن دیکھو

گھٹے گی تربیت تعلیم جتنی ایک ملت کی
بڑھے گا اتنا ہی اس قوم کا رنج و محن دیکھو

دکھائے جوہر تیغ و قلم تم نے زمانے کو
نہین مردانگی تم مین تو اب گور و کفن دیکھو

تمہارے باپ داوا نے دکھائین جراتین تمہین
دکھاؤ ہمتین تم بھی حصول حکمت و فن مین

گئے وہ دن کہ شمشیر دودم تھی یار ہمدم
گئے وہ دن کہ تھا مغرور اپنے زور پر رستم

گئے وہ دن کہ حیوانی قوا انسان کے حاکم تھے
گئے وہ دن کہ جذبے نفس کے تھے رہبر آدم

گئے وہ دن کہ قومین فخر کرتی تھین شجاعت کا
گئے وہ دن کہ تھا تلوار کے قبضہ مین ہر دم

مگر اب بادشاہ فلسفہ کی حکمرانی ہے
گڑے ہین عقل کے جھنڈے کھلے ہین علم کے پرچم

مسلمانو اٹھو باندھو کمر اب وقت فرصت ہے
بسان شیر ملک علم پر حملہ کرو پیہم

دکھاؤ جوہر تیغ قلم میدان حکمت مین
کرو سر یہ مہم علم گر تم مین ہے کچھ بھی دم

نہ ہارو ہمتین شمشیر و نچھوڑو دامن جرأت
لڑو جہل و تعصب سے لڑائی ملکے سب باہم

رہے گو دوڑ مین پیچھے مگر تم اسپ تازی ہو
بڑھو آگے بہت چلنا ہے عرصہ ہے نہایت کم

یہی قانون فطرت ہے کہ گھٹکر بڑھتی ہین قومین
ترقی ہوتی ہے سر کٹتے ہی کیا شمع کی لوین

مغل چنگیز خانی جو کبھی تھے حاکم و افسر | ابھی گذری ہین کچھ صدیان کہ حالت انکی تھی ابتر
لباس انکے تھے چرم گوسفند و آہوے وحشی | غذا انکی تھی لحم وحش بستر ان کے خاکستر
یہی قربانیان انسانکی کرتے تھے معابد مین | نشان ہین آجتک باقی جہان لاکھون مرے کٹکر
یہی وہ ہین کہ جن کی حرکتین سب وحشیانہ تھین | درندون کی طرح آپس مین لڑتے تھے یہی اکثر
نہ انہین علم و فن تھا اور نہ ہمدروی حکمت تھی | جہالت انکی ہمدم تھی سفاہت انکی تھی رہبر
مگر جب کرلیا اسلام نے آکر شکار ان کو | ہوے صید حکومت یہ مثال طائر بے پر
یہ ٹھوکر لگتے ہی خواب تغافل سے وہ خود چونکے | کہلین آنکھین تو دیکھا یہ کہ اپنا حال ہے ابتر
حکومت نے بتاے ان کو رستے پھر ترقی کے | چراغ علم روشن ہوگئے اکبارگی گھر گھر
ملی وہ علم کی دولت بدولت جسکی دنیا مین | وہی ہین آج سب قومون سے اعلی اور بالاتر

مہذب قوم کی فرمانروائی سے رعایا کو
فواید ہین بہت یہ نکتہ تم اے غافلو سمجھو

کہلی ہین علم کی راہین ہوئے ہین مدرسے جاری | مہیا ہین ہر اک فن کے مدرس عالم و قاری
کہین تعلیم علم کیمیا علم فلاحت ہے | سکھاتے ہین کہین علم طبابت فن بیطاری
کہین تعلیم ہے علم طبعی و ریاضی کی | کہین تدریس علم ہندسہ ہے درس معماری
ہوئے ہین جب سے جاری ریل برقی تار اسٹیمر | تجارت کی ہوئی ہے ہر جگہہ کیا گرم بازاری
تجارت کی بدولت اہل یورپ کو ملی دولت | عرب اپنے زمانے کے بڑے نامی تھے بیوپاری
سلیمان کو تجارت سے ملی بے انتہا دولت | تجارت سے نہ تھے اسلام کے بانی کبھی عاری
تجارت سے ملیگی تم کو عزت دولت دنیا | ہمیشہ پائینگے ہم نوکری مین ذلت خواری
مسلمانون سے کیون ثروت گئی افلاس کیون آیا | کہ انکی ہمتین بس نوکری مین صرف ہین ساری

مسلمانو نہیں کچھ فائدہ اگلی کتابون سے | بیاض کرم خوردہ ہین کوئی لے لیگا پنساری

علوم مغربی سیکھو کہ تم اہل بصیرت ہو
کہین تم نکہین تمہاری اور حاصل تمکو دولت ہو

کرو تعلیم اپنی عورتون کو اے مسلمانو | نہ رکھو ان کو جاہل تم سنو میرا کہا مانو
نہین ممکن بلا تعلیم نسوان مرد لایق ہون | بڑا ہوتا ہے صحبت کا اثر سمجھو مری جانو
پڑا ہے پردۂ غفلت یہ کیسا چشم بینا پر | کہ مثل طائر پابند انھین رکھتے ہو نادانو
نہین عورتین کیا جزو قوم ملت احمد | نہین کیا فرض و تعلیم و ہدایت ان کی انجانو
یہی مائین زبان مادری تعلیم کرتی ہین | زبان کی درسگاہین ہین یہی گھر اے زبان دانو
گلادسٹن کی ماور گر نہ ہوتی لایق و فائق | نہ ہوتا افصح و ابلغ وہ ہر گز تم یقین جانو
اگر اس گھر مین رہنا ہے تمہین عیش و مسرت سے | بناؤ اپنی نسوان کو مہذب خانہ ویرانو
تعجب ہے تمہاری عورتین وحشی و جاہل ہون | اور اسپر دعوی تہذیب ہو تمکو مسلمانو
حجاب آتا ہے کہتے چشم پوشی ہو نہین سکتی | جو پردہ حد سے بڑھکر ہے اٹھاؤ اسکو دباؤ

کرو قائم مدارس جابجا تعلیم نسوان کے
ترقی کی یہی راہین یہی ہین کام انسان کے

مرا دعوی مسلم ہے نہین جسمین کوئی حجت | کہ ہے اسلام سب سے بہترین مذہب و ملت
اصول اس کے ہین جڑ لاریب انسانی ترقی کے | فروع اس کے ہین اصل راحت و آرام و امنیت
عرب کیا تھا فقط اک ریت کا میدان چٹیل تھا | زمین تھی سنگلاخ اور ریت کے ٹیلون کی تھی کثرت
زمین جلتی تھی ایسی جیسے انگارا دہکتا ہے | حرارت دھوپ کی تھی اسقدر گرمی کی تھی شدت
نہ دریا تھا نہ ندی تھی نہ تالاب اور جھیلین تھین | بسان گوہر نایاب پانی کی تھی کیا قلت
فقط باران رحمت پر عرب کی زندگانی تھی | برستا تھا نہ جب پانی تو ہوتی تھی بڑی وقت
نہین اوگتے تھے تخم کاہ خود رو بھی کہین از خود | زمین بنجر تھی ایسی جیسے کوئی بانجھ ہو عورت

نہ تھی ہندوستان کی طرح شادابی و زرخیزی — نہ واں فطری تمول تھا نہ قدرت کی کوئی دولت
کہجوروں کے کہیں جھنڈ اور کہیں خار مغیلاں تھے — کہیں بھیڑوں کی گلے تھے کہیں اونٹوں کی تھی کثرت

مویشی کے سوا اہل عرب کا کیا خزانہ تھا
یہی ان کی بضاعت تھی یہی بس کارخانہ تھا

پلا ساقی مئے گلگوں چمن میں بادہ خواری ہے — خزاں کے دن گئے اب آمد فصل بہاری ہے
مئے گلرنگ کے ساغر ہیں شاخوں پر گل احمر — نسیم صبح پر کیفیت مستانہ طاری ہے
کہیں باد سحر کی دمبدم غنچوں سے اٹھکیلی — گلوں کے پاس بلبل کی کہیں امیدواری ہے
کہیں سوسن نے کھولی ہے زبان نعت محمدؐ میں — کہیں غنچوں کے لب پر مدح احمد حمد باری ہے
قطاریں سرو کی ہیں یا کہ صف بستہ نمازی ہیں — ثمر سجدے میں شاخیں سرنگوں کیا خاکساری ہے
کہیں شمشاد پر خوش لہجہ قمری کرتی ہے حق حق — کلام اللہ گویا پڑھ رہا منبر پہ قاری ہے
رواں نہریں نہیں ہیں چشمہ پر آب سے ہر جا — کسی مہجور کی آنکھوں سے گویا اشک جاری ہے
اقامت میں سحر ہیں شاخ و گل سجدے میں جھکتے ہیں — مشجر کا مصلا ہے نہیں پھولوں کی کیاری ہے
برنگ صوفی صافی کہیں طاؤس رقصاں ہیں — غزل گاتی ہے بلبل اور گل پر حال طاری ہے
چمن میں جلوۂ جاناں نظر آتا ہے ہر جانب — نہ دیکھیں ہم تو بیشک کور چشمی یہ ہماری ہے

محب ہشیار ہو جا تاک میں صیاد بیٹھا ہے
کوئی مضطر قفس میں ہے کوئی ناشاد بیٹھا ہے

ہماری قوم کے مردوں کی حالت

نہ علم دنیا نہ علم دیں ہے نہ فلسفہ ہے نہ خلق احمد — مگر تعصب ہے اور وحشت تباہ حالت ہے اور ابتر
فضول فکریں عبث مباحث ہنسی کے قابل ہیں انکی باتیں — غلط خیالوں سے سڑ گیا ہے دماغ انکا غرض سراسر
بتائے انکو جو عیب ان کے اسی کو سمجھیں یہ اپنا دشمن — کرے جو جھوٹی خوشامد انکی وہی ہے نظروں میں انکے بہتر

مزاج ان کا ہے عاشقانہ مذاق انکا ہی وحشیانہ ۔۔۔ طبیعت انکی بہت ہی نازک دماغ انکا ہی سخت پتھر
کوئی ہی مجنون کوئی ہی وامق کوئی ہی فرہاد قیس ثانی ۔۔۔ کسی کے سر مین خیال گیسو کسی کے دل مین ہے عشق دلبر
کہین ہے دور شراب احمر کہین ہے لالہ رخون کا جمگھٹ ۔۔۔ کہین ہے رقص و سرود و ہو حق کہین ہے شطرنج اور چوسر
کہین ہے افیون مدک کا چرچا کہین ہے چانڈو کا شغل ہر دم ۔۔۔ کہین ہے سیندی کے روز جلسے کہین ہی گالی گلوچ شب بھر
انھین تو راحت سی اپنی مطلب کسیکی دکھ درد سے غرض کیا ۔۔۔ تباہ ہو جائے قوم ساری بے ہمارا اگر بنا گھر
ملین جو موقع تو کھود ڈالین یہ اپنی ہاتھون سے اپنی گھر کو ۔۔۔ گرائین قومین عمارتین سب اکھاڑ ڈالین بنا کے پھر
عجب ہوتی جو شرم مجھ مین تو اور لکھتا مین انکی حالت ۔۔۔ نہ انمین غیرت نہ انمین ہمت نہ انمین کوئی حیا کا جوہر

ہماری عورتون کی حالت

ذرا تو نسوان کا حال دیکھو ادھر توجہ کرو خدارا ۔۔۔ مرض ہے مہلک مریض بے بس دوا ندارد طبیب عنقا
خیال باطل قوا معطل غلط عقاید فضول فکرین ۔۔۔ اداس چہرے ملول خاطر مزاج برہم ضعیف اعضا
نہ اپنی حالت کی کچھ خبر ہے نہ ملک و ملت سے آگہی ہی ۔۔۔ گھرون مین پتھر کی مورتین ہین یہ ساری نسلون ہماری گویا
نہ فکر دنیا نہ خوف عقبیٰ نہ حب ملت نہ درد انسان ۔۔۔ جو عیش پوچھو تو خواب غفلت جو کام پوچھو تو پان کھانا
کسی کو دل مین ہوس یہی ہے کہ سونے چاندی سے ہین لدی ہون ۔۔۔ کسی کے جی مین یہی ہے ارمان کہ اپنی بیٹی کا دیکھون دولہا
سکھائین بچون کو یہ وہ باتین جو انکی حق مین ہے زہر قاتل ۔۔۔ غرور و نخوت ہوا پرستی انھین کی الفت کا ہے نتیجہ
بنائین بچونکو یہ بلا کو سکھائین انکو غضب کی عادت ۔۔۔ محبت انکی ہی قہر باری عداوت انکا ہے پیار سارا
یہی مربی ہین انکی پہلی یہی معلم ہین انکی اصلی ۔۔۔ یہی بناتی ہین انکو شیطان یہی بناتی ہین انکو عیسی
جہانمین لایق ہوئے ہین جتنے وہ اپنی ماؤنکی ہین نمونے ۔۔۔ ہر ایک ارذل ہر ایک خائن ہی اپنے مادر کا پورا چربا
بنائین نسوان کو اپنی لایق کہ انکی اولاد ہو مہذب ۔۔۔ رہین یہ جاہل تو دیکھ لینا کہ ملک وحشی رہے گا سارا
ہمین جو کہنا ہی کہہ رہی ہین بری لگے یا بھلی کسیکو ۔۔۔ اب آگے مانین مخاطب نہ مانین زمانہ ان کو کریگا سیدھا

ہمارے بچوں کی حالت

یہ نئے ہے ہمارے بچے کہ جنکی صورت ہے بھولی بھولی
بدن ہین ان کے نحیف و لاغر قوائے روحی ہین انکے بگڑے
خزان رسیدہ چمن کے پودے نہ ہون گے سرسبز زینت سے
یہ گلبدن ہین ابھی سے کانٹے بھلینگے پھولینگے خاک آگے
ضعیف نسوان کی ہون گی نسلین ضرور پژمردہ اور سوکھی
بتائے کوئی کہ کرم خوردہ درخت لاتے ہین بار اچھے
غذا ہین ان کی مضرت صحت لباس ان کے خلاف حکمت
جو مائین ناوان تو باپ جاہل بُرے ہین ان کے بھلا ہو لالے
کوئی ڈراتا ہے ان کو ہردم کوئی ہنساتا ہے ان کو بیہم
کوئی سکھاتا ہے لغو باتین کوئی سناتا ہی جھوٹے قصے
نہ ان کے کھانے کا وقت کوئی نہ ان کے سونیکا جاگنے کا
پلائے ہر بار دودھ مادر جو بچہ سو بار دن مین روئے
عجب جو کرنا ہو اب کرو تم یہ خواب غفلت مین کیا پڑے ہو
نکل گئین آگے اور قومین رہی تمہاری ہی قوم پیچھے

مربع

نہین ہندوستان مین اب کوئی ماہر کسی فن کا
نہ کامل کیمیا کا ہے نہ عالم علم معدن کا
پتا چلتا نہین ہے حرفت و صنعت کی خرمن کا
مٹایا نام بھی افلاک نے ہیئت کے گلشن کا

۲

ولایت جانیوالوں سے یہ اُمید کہتی ہے — تمہیں معلوم ہے جو ماں تمہاری رنج سہتی ہے
خدا جانے وطن کی یاد بھی کچھ تم کو رہتی ہے — مبارک ہو سفر اے نوجوانو تم کو لندن کا

۳

امید اجر محنت کا ہے انساں فطرتًا سایق — جو ہو مایوسی و حرماں تو ہو پھر کس طرح فائق
وہیں ہوتے ہیں پیدا انتہا کے قابل و لایق — ترقی میں جہاں آزاد ہے ہر فرد نیشن کا

۴

توجہ ہوتی ہے جوں جوں ہلال عید بڑھتا ہے — زمیں میں چھپتے ہی تخم گل خورشید بڑھتا ہی
حجاب شرم سے تو اور شوق دید بڑھتا ہے — دکھاؤ جلوۂ قدرت عبث پردہ ہے چلمن کا

۵

کھلے ہیں پھول ہر جا باغ میں نرگس کا دستا ہی — چمک بجلی کی ہے یا کوئی رشک ماہ ہنستا ہے
ہوا چلتی ہے کوئل کوکتی ہے مینھ برستا ہی — گھٹا گھنگھور چھائی ہے عجب موسم ہی ساون کا

۶

نہیں کچھ فائدہ بے محنت و کوشش زراعت میں — بغیر علم ناممکن ترقی ہے صناعت میں
بڑھیں کسطرح اہل ہند یورپ سے تجارت میں — بنانا بھی نہیں آتا انھیں افسوس سوزن کا

۷

بدل جاتی ہے فطرت آدمی کی خلق و عادت سے — ملک ہوتا ہے وحشی قوت علم و لیاقت سے
ہوا ہے جب سگ اصحاب کہف انساں صحبت سے — اثر کیوں کر نہ پھر ہوگا ترقی یافتہ زن کا

۸

غم و اندوہ میں افسوس اپنی عمر کھوتی ہیں — تڑپتی رات بھر ہیں چین سے کیا خاک سوتی ہیں
مصیبت پر جو اپنی بیوگان ہند روتی ہیں — پہنچتا ہے فضائے لامکاں تک شور شیون کا

(۹)

یہ پردہ ہے کہ ہے یہ عورتوں کے بخت کی گردش
کبھی ان قیدیوں کے حرم کی ہوگی نہ آمرزش
گماں ہے پردگی کا ہو کریں ہر طرح کی بندش
اگر پائیں پتا دیوار پر چیونٹی کے روزن کا

(۱۰)

دُرِ مضموں کی آب و تاب ہی کب دُرِّ مکنوں میں
ضیائے جلوۂ معنی سے کب خورشید گردوں میں
اثر جادو بیانی کا کہاں ہے سحر و افسوں میں
کلیجا موم ہو جاتا ہے اس سے سنگ و آہن کا

(۱۱)

بڑے مردوں کی جرأت ہی مقابل فوج کے اڑنا
ثبات کوہ ہے میدان میں پائے حرم کا گڑنا
نہیں آسان ہے کچھ دیو رواج و رسم سے لڑنا
جگر رکھنا ہوں میں سہراب و سام و زال و بہمن کا

(۱۲)

عرب نازاں ہیں اپنی سادگی جادو بیانی پر
عجم مرتے ہیں اپنی صنعت و تشبیہ دانی پر
ہمارے شاعروں کی طبع جب آئی روانی پر
الٹ دینا مضموں ہاتھ آیا گریبان جیب و دامن کا

(۱۳)

شوہن کو نذر ایماں حضرت انسان دیتی ہیں
یہی بچوں کو اپنے ہاتھ سے بلیدان دیتی ہیں
پرانی ریت رسموں پر یہ اپنی جان دیتی ہیں
رواج و رسم ہی پیّا ہے اس غیرت کے انجن کا

(۱۴)

فلک پر انجم تاباں مری آہوں سے جلتے ہیں
مرے نالوں سے برق و رعد کبھی دل دہلتے ہیں
فغاں کے ساتھ اٹھتا ہے دھواں شعلے نکلتے ہیں
گماں ہوتا ہے میرے سینۂ سوزاں پہ گلخن کا

(۱۵)

بقا کسکو محبت ہے جز خدا اس دار فانی میں
مثال آب ہے عمر رواں ہر دم روانی میں
مٹاتے ہیں عدو کیوں نام میرا زندگانی میں
نہ پائیں گے نشاں بھی بعد مردن میرے مدفن کا

نالہ پردہ نشینان ہند

(بطرز نظم انگریزی)

عمر بھر قید مین کرتے ہین ہمین ہائے بسر گھر مین گھٹ گھٹ کے مری جاتی ہین ہم خستہ جگر
دردِ دل گو نہ سنے ایک بھی سب سے درد تو کیا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۲

اس چمن مین تو ہمین قید مین سب ہین آزاد سرو آزاد ہے قمری و عناول بھی ہین شاد
گرچہ سنتا نہین صیاد ہمارا نالہ در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۳

گھر مین اللہ کے بھی ہم نہین جانی پاتے مجلس وعظ مین بھی ہم نہین آنے پاتے
اب خدا بھی نہین سنتا ہے اسیرونکی بُکا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۴

بطن مادر سے جو آئے تو ہوئے گھر مین بند گھر سے نکلے تو ہوئے آہ زمین کے پیوند
زندہ در گور ہین ہم گو نہ سنین آہ و بکا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۵

دید گلزار سے محروم ہین اہل قفس پر ہمین منع ہے نظارۂ گلشن کی ہوس
سنتی فریاد نہین گرچہ تو اے باد صبا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۶

نور تعلیم سے ہر چشم تو اب ہے روشن جہل سے ہمکو ہے زندان یہ سارا گلشن
گو سنے کوئی نہ فریاد اسیران بلا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۷

درد کا اپنے سحر موت نہین کوئی علاج | گو جہان مین ہے ہماری ہی بھی ہنگامہ اب سرد
وہ بھی سنتے ہی نہین حالِ دلِ زار اپنا | در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۸

پھر وہان بھی اجازت نہین نکلین باہر | ہم جو مر جائین تو ہو قبر بھی گھر کے …
حبس بیجا کا سنے کون ہمارا دعوے | در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۹

اپنے ہمجنسون سے رہتے نہین وحشی بھی الگ | ملتے جلتے ہین ہم گرگ و اسد گربہ و سگ
گرچہ جاتی نہین باہر کہین رونیکی صدا | در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۱۰

کالے پانی مین تو آزاد ہین وا ہم قیدی | جرم سنگین کیا اس پہ بھی ملی آزادی
کوئی سنتا ہی نہین ہم سے ہوئی کیا ہی خطا | در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۱۱

جز خدا کون مصاحب اب ہے ہمارا حامی | ہر طرف سے نظر آتی ہے ہمین ناکامی
گرچہ سنتا نہین دکھڑا اپنا مسیحا بھی ذرا | در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

علم و دولت کا مباحثہ

علم

علم نے دولت سے یہ طنزاً کہا | مین خدا کا مظہرِ انوار ہون
مین ہون نورِ دیدۂ اہلِ نظر | مردمِ چشمِ اولوا الابصار ہون
میرے قدمون سے لگی ہین تاج و تخت | کان زر ہون ابرِ گوہر بار ہون

ہو ہر دولت میری مفلس بھی امیر — گر مین اسکا مونس و غمخوار ہون

دولت

سُن کے دولت نے دیا اُسکو جواب — مین جہان کی جان ہون دلدار ہون

دین و دنیا کا مجھی پر ہے مدار — مدعاے کار و رو بیندار ہون

تجکو میری ہر گھڑی ہے احتیاج — مین تری حاجت روا ہون یار ہون

مجھ سے ہین سرسبز بستان علوم — باغبان گلشن افکار ہون

مدرسے قایم ہین میری ذات سے — مین معین مطبع و اخبار ہون

علم

دیکھ یورپ کو کہ عاشق ہے مرا — ہند کی نظرون مین لیکن خوار ہون

میری سیوا سے ہی انسان کی نجات — مین جہان مین رام کا اوتار ہون

ہون نگاہ احمق بد بین مین خوار — عاقلون کے مین گلے کا ہار ہون

پاک کرتا ہون مین انسان کی خیال — مصلح بدکار و بد اطوار ہون

دولت

ہین سلاطین و گدا میرے مطیع — مین جہان مین حاکم و سردار ہون

عالم مفلس کی کیا دنیا مین قدر — عزت اُسکی ہے مین جسکی یار ہون

مورث افلاس و ناداری ہے تو — مین مزیل نکبت و ادبار ہون

اہل دنیا رکھتے ہین مجکو عزیز — مین نہین وہ جو کسی پر بار ہون

علم

دور کرتا ہون مین امراض قلوب — لیکن دواے درد ہر بیمار ہون

اہل محنت مجھ سے پاتے ہین عروج — غفلت و سستی سے مین ناچار ہون

دوست رکھتے ہین تجھے اہل غرور — مین انہیں مقبل و اخیار ہون

عقدۂ لاحل کو کر دیتا ہون حل　　ہون کلید مخزن اسرار ہمہ سا

دولت

مجھ سے ہے ہر قوم و ملت سر بلند　　قیصرون کی طرۂ دستار ہون
سرکشون کو زیر کر دیتی ہون مین　　ذوالفقار حیدر کرار ہون
مجھ سے محکم ہے بنائے سلطنت　　حصن ہون مین لشکر جرار ہون
لشکری لڑتے ہین میرے واسطے　　مین تفنگ و تیر ہون تلوار ہون

علم

مجھ سے ملتے ہین غرض دنیا و دین　　رہنمائے مومن و دیندار ہون
دوستی تیری ہے دوزخ کی دلیل　　اور مین وجہ خمود نار ہون
ہے رفاقت تیری بالکل بے ثبات　　مین رفیق جان ہون یار غار ہون
دوست ہین تیرے عدوِ خلق و دین　　مین رفیق سید ابرار ہون
مین طبیب قلب ہون تسکین دل　　دافع رنج و غم و آزار ہون
ہے محب میرا جہان مین کامیاب　　مین عدو نکبت و ادبار ہون

مرثیہ در تعزیت محمد یوسف حسین داماد مصنف و منتظم طبع کتاب ہذا

(بتاریخ ۷ رمضان ۱۳۳۱ھ روز چہار شنبہ بعارضہ ہیضہ بمقام حیدرآباد دکن محلہ فیلخانہ)

خوشی و رنج یہ دو نو جہان مین ہین توام　　کبھی ہے مرگ تولد کبھی کبھی ہے
سرور وصل کبھی ہے کبھی فراق کا غم　　غمی و عیش کا ہر جا نزول ہے

ہر ایک آن حوادث فلک سے آتے ہین
سرور خانون کو ماتم سرا بناتے ہین

۴۱۴:

تھا جو پردۂ شب اور ہوئی نمودِ سحر — وبائے ہیضہ کا پیدا ہوا مکان میں اثر
ہزار حیف کہ یوسف حسین لختِ جگر — ہوئے شکارِ اجل ایک یوم کے اندر

ہر ایک دوست میں آہ و زیست ہونے لگی
حیاتِ زیست کو بالکل بدن سے دھونے لگی

قضا جو آئی علاج و دوا تھے سب بیکار — عدم کو ہو گیا راہی بصد خوشی بیمار
نہ کچھ ہراس نہ مرنے کے غم کے کچھ آثار — نہ خوفِ مرگ نہ خویش و قریب کے افکار

وہ صبر اور تحمل دکھایا حیرت ہے
بہادروں کی بھی اس پر نثار جرأت ہے

عجب سکون و تسلیِ دل کا مرنا تھا — جہان کے چھوٹنے کا غم نہ خوفِ مرگ اصلا
زبان پہ ان کے تھا وقتِ وداع نامِ خدا — کہوں انھیں جو ولی میں تو کچھ نہیں بیجا

جہان میں آ کے ہر اک شخص جانیوالا ہے
مرے خوشی سے تو جنت پھر اسکا ماویٰ ہے

وہ خوش مزاج وہ خوش خلق اور وہ ہمدرد — نظیر انکا ملے گا ہزار میں اک مرد
وہ حلم سامنے جس کے غضب کی آتش سرد — وہ دوستی کہ انھیں جس میں کچھ غرض کی گرد

وہ سب کے دوست وہ سب کے محب وہ سب کے غلام
مگر کسی سے بھی اپنی غرض نہ اپنا کام

بیان ہو نہیں سکتے ہیں ان کے وصفِ جمیل — کثیر کی نہ تمنا تھی اور نہ رنجِ قلیل
تمام عمر نہ کی کچھ ترقیوں کی سبیل — نہ حرص دولت و عزت نہ عہدہائے جلیل

قلیل آمدِ ماہانہ پر قناعت تھی
نہ افسروں کی خوشامد کی انکو حاجت تھی

کسی سے رنج نہ جھگڑا نہ اختلاف نہ کد — مگر ہر ایک کی ہر وقت سے بے سوال مدد

بُرے کو بھی تو زباں سے کہا انھوں نے نہ بد — کہ غیبت اور حسد کی تھی احتیاط از حد

کلام لغو سے وہ اجتناب کرتے تھے

زباں کو اپنی نہ بک سے خراب کرتے تھے

بہت تھیں خوبیاں جنکا شمار مشکل ہے — یہ جسم خاک ہے قیمت سب ہے جسکی وہ دل

عمل جو نیک ہوں آسان لحد کی منزل ہے — یہی ہے آخر دنیا قیامت اول ہے

وہ جنتی ہے کہیں جسکو لوگ اچھا ہے

قبول عام سے منشائے حق ہویدا ہے

ہر ایک شخص کو ہے رنج اُن کے مرنیکا — رضائے خلق ہے عین رضائے رب ع

عطائے صبر کی کرتو محب خدا سے دعا — خدا کے حکم سے ہے ناخوشی ضرور خطا

بلند سب سے سوا صابروں کا رتبہ ہے

جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ملک اُسکا ہے

تاریخ وفات محمد یوسف حسین

(بروز چہارشنبہ وقت شب ۷ رمضان ۱۳۳۰ھ)

دنیا میں محب موت سے ہے کون بری — پھر حق سے تغافل بھی نہ ہے بے خبر

داخل ہوئے جنت میں محمد یوسف — ہے تیرہ سو تیس سال رحلت ہجر

قطعہ ایضاً

تیرہ سو تیس سال تھی ہجری کہ ناگہاں — یوسف حسین ملک بقا کو ہوئے روا

آئے جہاں سے تھے وہیں واپس گئے محب — یہ قبر ان کی منزل اول کا ہے نشا

انا للہ وانا الیہ راجعون

ضمیمہ

رباعیات

ڈھونڈا کیا تا عمر سا جد بت بین — کعبہ پہ گیا۔ ہان بھی پایا نہ کہین
اب ہے کہا مین نے کہ تمام حق سے ہے — آیا نہ مری بات پہ اندھے کو یقین

دیگر

یہ اسکی عنایت ہے جو چاہا وہ دیا — شکوہ ہے کسی کا نہ شکایت نہ گلا
بلبل کو ملا گل تو ہمین عشق احد — معشوق جو تھا جسکا وہی اسکو ملا

دیگر

مان باپ سے بچون نے جو پایا ہی وجود — پھر فرق عقول ان مین ہی کیون مشہود
ہر چند ولادت کے ہین یکسان حالات — توام مین بھی یہ فرق محب ہی موجود

دیگر

یہ فصل یہ ماہ و مہر یہ رات یہ دن — اور پھر کے یہی آتے ہین سمجھین مومن
ہے دور و بروز بین کلام ان کو محب — قرآن سے ثابت ہی تناسخ لیکن

دیگر

مر مر کے ہزار بار ہم جاتے ہین — اور پھر کے اسی جہان مین پھر آتے ہین
کرتے ہین جو علم زندگانی مین حصول — ہمراہ وہ لیجاتے ہین اور لاتے ہین

دیگر

کیا فائدہ ہر علم مین گو کامل ہے — دوزخ مین ہے تو حق سی اگر جاہل ہے
دنیا سے جو غافل ہو وہی ہے ہشیار — احمق نظر آتا ہے مگر عاقل ہے

تمام شد۔

بمقام حیدرآباد دکن۔

بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء

العبد
محب حسین

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٢	١٩	خلق	خلق
١٦	١٧	حورولقا	حورلقا
١١	٧	رشک اعیار	رشک عیار
٣٣	١٥	ہے	سے
٣٤	٩	سم	ستم
٤٢	٣	تزریت	ترازیت
٥١	١٦	لیستی	بستی
٥٧	١	یر	تیر
٥٩	١٨	عفلت دنیا	غفلت دنیا
٦٣	٢١	حسم کثیف و ریاصت	حسم کثیف و ریاضت
٦٥	٧	ما	پا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٦	٧	بود	بود
٨٥	١٣	کو	کے
٨٥	١٤	کھٹکتا	کھٹکتا
٨٧	١٧	کوئی	تمہیں
٩٢	٩	دیکھے	دکھے
"	١٥	یر	پہ
٩٤	١٤	پردے سار	پردے پہ مار
١١١	١١	جھکے	سکے
١١٩	٦	سے یہ عم ہے	سے غم ہے
١٢٢	٢	دوہ	مردہ
١٥١	٩	سرم آتی	سرم آتی ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١١	١٢		
١٥٣	١١		
"	١٣		
١٨٢	١٠		
١٩٨	١١		
١٨٩	١٣		
"	١٥		
١٩٣	٧		
٢٠٥	٨		
٢٠٧	٢١		
٢٢٠	٢٠		